

عام فہم زبان، مشکل الفاظ کے سلیس معانی، اور اختلافی مسائل کے محققانہ حل سے مزین تفسیر

الفوائد التفسیریۃ السلفیۃ

تالیف
محمد ابوسعید
ابن
شیخ القرآن
علامہ سید عبدالسلام رستمی

ناشر:
الجامعۃ العربیۃ
سیفن چوک کوہاٹ روڈ بڈھ بیر پشاور
091-2325499



سورة ال عمران(۱)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡحَيُّ الۡقَيُّوۡمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ

آلٓمٓ ۔اللہ (جو معبودِ برحق ہے) اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔زندہ، ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔

عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَاَنۡزَلَ التَّوۡرٰىةَ

اُس نے (اے محمد ﷺ!) تم پر سچی کتاب نازل کی جو پہلی (آسمانی) کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔اور اُسی نے تورات اور

وَالۡاِنۡجِيۡلَ ﴿۳﴾ مِنۡ قَبۡلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ اِنَّ الَّذِيۡنَ

انجیل نازل کی ۔لوگوں کی ہدایت کیلئے پہلے اور (پھر حق اور باطل کو) الگ الگ کر دینے والا (ہے) نازل کیا جو لوگ

كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ﴿۴﴾

اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں اُن کو سخت عذاب ہو گا اور اللہ تعالیٰ زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے ۔

---

(۱) یہ سورت مدنی ہے اس کے شروع کی ۸۳ (تراسی) آیات نجران کے عیسائیوں کے جو ایلچی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سن ۹ ھ میں آئے تھے، ان کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ۔اس وفد میں تین آدمی سرکردہ تھے، عاقب، سید، اور ابوحارثہ، یہ لوگ رسول کریم ﷺ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑنے لگے، اور کہا کہ وہ اللہ کے ولد اور نائب ہیں، اور مریم و عیسیٰ علیہما السلام ہمارے معبود ہیں۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا رب تو زندہ جاوید اور سارے جہاں کا نگہبان اور رازق ہے، زمین و آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، وہ ماں کے رحم میں اپنی مرضی کے مطابق بچے کی شکل بناتا ہے، وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے، اب تم بتاؤ کیا ان صفات میں سے کوئی ایک صفت بھی عیسیٰ علیہ السلام میں پائی جاتی ہے؟ جب ان صفات میں سے کوئی صفت بھی ان میں نہیں تو پھر وہ معبود کس طرح بن سکتے ہیں؟

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلاَ فِي السَّمَآءِ

اللہ (ایسا خبیر و بصیر ہے کہ) کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں۔ نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔

﴿۵﴾ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ

وہی تو ہے جو (ماں کے پیٹ میں) جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے۔ اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۶﴾ هُوَ الَّذِيٓ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

اوراللہ غالب اور حکمت والا ہے وہی تو ہے۔ جس نے تم پر کتاب نازل کی۔

مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِيْنَ

جس کی بعض آیتیں محکم ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں۔ تو جن لوگوں کے دلوں میں

فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِيْلِهٖ

کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مرادِ اصلی کا پتہ لگائیں حالانکہ

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗٓ إِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ آمَنَّا بِهٖ

مرادِ اصلی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں دستگاہِ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اُن پر ایمان لائے۔

كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا

یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔ اور نصیحت تو عقلمند ہی قبول کرتے ہیں،[۲] اے اللہ

---

[۲] یہاں بیان ہو رہا ہے کہ قرآن مجید میں ایسی آیتیں بھی ہیں، جن کا بیان بالکل واضح صاف اور سیدھا ہے، ہر شخص ان کے مطلب تک پہنچ سکتا ہے، اور بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کے مطلب تک عموماً ذہن رسائی نہیں کر سکتے، اب جو لوگ دوسری قسم کی آیات کو پہلی قسم کی طرف لوٹائیں، یعنی جس مسئلہ کی صراحت جس آیت میں پائیں لے لیں تو وہ ہدایت پر ہیں، اور جو صاف صریح آیات کو چھوڑ کر ایسی ایات کو دلیل بنائیں جو ان کے فہم سے بالاتر ہیں، اور ان میں الجھ جائیں یہ وہ

ہے جو منہ کے بل گر پڑے۔

''ام الکتاب'' یعنی اصل اصول کتاب اللہ کی، وہ صاف اور واضح آیات ہیں۔ شک وشبہ میں نہ پڑو، اور کھلے احکام پر عمل کرو، انہی کو فیصلہ کرنے والی مانو، اور جو نہ سمجھ میں آئے اسے بھی ان سے سمجھو۔ بعض اور آیتیں ایسی بھی ہیں کہ ایک معنی تو ان کا ایسا نکلتا ہے جو ظاہر آیتوں کے موافق ہو، اور ممکن ہے کہ اس کے سوا اور معانی بھی نکلیں گو وہ لفظ اور ترکیب کے اعتبار سے ہوں نہ کہ واقعی طور پر، تو ان غیر ظاہر معنوں میں نہ پھنسو۔

محکمات اور متشابھات کی وضاحت:

محکم اور متشابہ کے بہت سے معنی سلف سے منقول ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما تو فرماتے ہیں کہ محکمات وہ ہیں جو ناسخ ہوں، جن میں حلال، حرام، احکام، حکم، ممنوعات، حدیں اور اعمال کا بیان ہو، اسی طرح آپ سے یہ بھی مروی ہے ﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ﴾ (انعام:۱۵۱) اور اس کے بعد کی حکموں والی آیتیں محکمات ہیں اور ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ﴾ (بنی اسرائیل:۴) اور اس کے بعد کی تین آیات۔

متشابہات ان آیات کو کہتے ہیں جو منسوخ ہیں، اور جو پہلے کی ہیں اور جو پیچھے کی ہیں، اور جن میں مثالیں دی گئی ہیں، اور قسمیں کھائی گئی ہیں، اور جن پر صرف ایمان لایا جاتا ہے، اور عمل کے لئے وہ احکام نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی فرمان ہے، مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے مراد سورتوں کے شروع کے حروف مقطعات ہیں، مجاہد کا قول ہے کہ یہ ایک دوسری کی تصدیق کرنے والی ہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ﴾ (زمر:۲۳) اور یہ بھی مذکور ہے کہ یہ وہ کلام ہے جو ایک ہی طرز کے ماتحت ہو، اور مثانی وہ ہے جہاں دو مقابل کی چیزوں کا ذکر ہو جیسے صفتِ جنت، دوزخ کی، اور حال نیکوں اور بدوں کا وغیرہ وغیرہ۔

اس آیت میں متشابہ، محکم کے مقابلہ میں ہے، اس لئے ٹھیک مطلب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا، اور یہ فرمان ہے محمد بن اسحاق بن یسارؒ کا، فرماتے ہیں کہ یہ رب کی حجت ہے، ان میں بندوں کا بچاؤ ہے، جھگڑوں کا فیصلہ ہے باطل کا چکوتا ہے، انہیں ان کے صحیح اور اصل مطلب سے کوئی گھما نہیں سکتا، نہ ان کے معنی میں ہیر پھیر کر سکتا ہے، متشابہات کی سچائی میں کلام نہیں، نہ ان میں تصریف وتاویل کرنی چاہیئے، ان سے اللہ تعالی اپنے بندوں کے ایمان کو ازماتا ہے جیسے حلال حرام سے آزماتا ہے انہیں باطل کی طرف لے جانا اور حق سے پھیر دینا نہیں چاہیئے۔

اہل بدعت متشابہات سے ہی استدلال کرتے ہیں

پھر فرماتا ہے کہ جن دلوں میں کجی "ٹیڑھا پن" گمراہی اور حق سے باطل کی طرف جانا ہے وہ متشابہ آیات کو لیکر اپنے بدترین مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں، اور لفظی اختلافات سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنی طرف موڑ لیتے ہیں، اور جو محکم آیات ہیں ان میں ان کا وہ مقصد پورا نہیں ہوتا، کیونکہ ان کے الفاظ بالکل صاف اور کھلے ہوئے ہوتے ہیں، نہ وہ انہیں ہٹا سکتے ہیں، نہ ان میں اپنے لئے کوئی دلیل پاتے ہیں، اس لئے فرمان ہے کہ اس سے مقصد ان کا فتنہ کی تلاش ہوتی ہے، تاکہ اپنے ماننے والوں کو بہکائیں، اپنی بدعتوں کی دلیل قرآن سے لانا چاہتے ہیں، حالانکہ قرآن تو بدعتوں کی تردید کرتا ہے، جیسے کہ عیسائیوں نے دلیل پکڑی ہے، عیسیٰؑ کے اللہ کا لڑکا ہونے پر قرآن کے الفاظ "روح اللہ" اور "کلمۃ اللہ" سے۔ پس اس متشابہ آیت کو لے کر صاف آیت جس میں یہ لفظ ہیں کہ ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ﴾ (زخرف:۵۹) یعنی عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہیں، جن پر اللہ کا انعام ہے۔ اور جگہ ہے ﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ﴾ (العمران:۵۹) الخ، یعنی عیسیٰؑ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی طرح ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا، پھر اسے کہا کہ ہو جا، وہ ہو گیا۔ اسی طرح کی اور بھی صریح آیتیں ہیں ان سب کو چھوڑ دیا اور متشابہ آیتوں سے عیسیٰؑ کے اللہ کا بیٹا ہونے پر دلیل پکڑی، حالانکہ آپ اللہ کے مخلوق ہیں، اللہ کے بندے ہیں، اس کے رسول ہیں۔

غلط تاویل وتحریف کی مذمت

پھر فرماتا ہے کہ ان کی دوسری غرض آیت کی تحریف ہوتی ہے، کہ اسے اپنی جگہ سے ہٹالیں۔ **عن عائشةؓ قالت قرأرسول اللهﷺ ﴿هو الذی انزل علیک الکتاب منه ایات محکمات هن ام الکتاب واخرمتشابهات﴾ الی قوله ﴿اولوا الالباب﴾فقال اذارأیتم الذین یجادلون فیه، فهم الذین عنی الله ،فاحذروهم.** (مسنداحمد: ۲۴۲۱۰). نبی کریمﷺ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیات میں جھگڑتے ہیں تو انہیں چھوڑ دو، یہی لوگ اس آیت میں مراد لئے گئے ہیں، یہ حدیث مختلف طریق سے بہت سی کتابوں میں مروی ہے صحیح بخاری شریف میں بھی یہ حدیث اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے (کتاب القدر)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ یہ لوگ خوارج ہیں: **عن ابی امامةؓ یحدث النبیﷺ فی قوله تعالی ﴿فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِیْ قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ﴾ قال هم الخوارج وفی قوله تعالی یوم تبیض وجوه**

وتسود وجوه قال هم الخوارج۔(مسند احمد۲۲۲۵۹)۔پس اس حدیث کوزیادہ سے زیادہ موقوف سمجھ لیا جائے ،تاہم اس کا مضمون صحیح ہے اس لئے کہ پہلی بدعت خوارج نے ہی پھیلائی ، یہ فرقہ محض دنیوی رنج کی وجہ سے مسلمانوں سے الگ ہوا، نبی ﷺ نے جس وقت حنین کی غنیمت کا مال تقسیم کیا، اس وقت ان لوگوں نے اسے خلاف عدل سمجھا، اوران میں سے ایک نے جسے ذوالخویصرۃ کہا جاتا تھا، اس نے نبی ﷺ کے سامنے آ کر صاف کہا کہ عدل کیجئے آپؐ نے اس تقسیم میں انصاف نہیں کیا، آپؐ نے فرمایا مجھے تو اللہ نے امین بنایا تھا، اگر میں بھی عدل نہ کروں تو پھر تو، تو برباد ہوا، اورنقصان میں پڑا۔ جب وہ لوٹا تو عمرؓ نے درخواست کی کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں اسے مارڈالوں۔آپؐ نے فرمایا چھوڑ دو اس کی جنس سے ایک ایسی قوم نکلے گی کہ تم لوگ اپنی نمازوں کوان کے نمازوں کے مقابلہ میں اوراپنی قرآن خوانی کوان کی قرآن خوانی کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے۔دراصل وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے،تم جہاں انہیں پاؤ قتل کرو، ان کی قتل کرنے والے کو بڑا ثواب ملے گا۔(المنتقی لابن الجارود:۱۰۸۳، ومسند حمیدی:۱۲۷۱)۔

علیؓ کی خلافت کے زمانے میں ان کا ظہور ہوگیا، اورآپؓ نے انہیں نہروان میں قتل کیا، ابویعلی کی حدیث میں ہے کہ:**عن ابی سعیدالخدریؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:ان منکم من یقاتل علی تأویل القرآن کماقاتلت علی تنزیله،فقال ابوبکرؓ اناھویارسول اللہ؟قال لا قال عمرؓ اناھو؟یارسول اللہ؟قال لاولکنه خاصف النعل،وکان اعطی علیانعله یخصفها.(مسندابی یعلی:رقم :۱۰۸۶)**. پھران میں پھوٹ پڑی اوران کی مختلف الخیال فرقے ہوگئے ،اورنئی نئی بدعتیں دین میں جاری کرلیں۔اوراللہ کی راہ سے بہت دور جا پڑے۔ان کے بعد قدریہ فرقے کا ظہور ہوا، پھر معتزلہ نکلے ،جہمیہ وغیرہ پیدا ہوئے ،اورنبی ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی کہ میری امت عنقریب تہتر(۷۳)فرقے ہونگے ،سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک جماعت کے،صحابہؓ نے پوچھا وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جواس چیز پر ہوں، جس پر میں ہوں، اورمیرے اصحاب۔اعتقاد اہل السنۃ:۱۵۱۔

ابویعلی کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:**هلاک امتی فی الکتاب واللبن ،قالواوما الکتاب واللبن؟قال یتعلمون القرآن فیتأولونه علی غیرتأویله، ویحبون اللبن فیدعون الجماعات و الجمع ویبدون (مسندابی یعلی:۱۷۴۶ ،مسنداحمد:۴/۱۵۵)** میری امت میں ایک قوم ہوگی جوقرآن توپڑھے گی لیکن اسے اس طرح پھینکے گی جیسے کوئی کھجور کی گٹھلیاں پھینکتا ہو۔اسکے غلط مطالب بیان کرے گی۔پھر فرمایا ’’اس کی حقیقی تاویل اورواقعی مطلب اللہ تعالی ہی جانتا ہے‘‘۔

لفظ ''اللہ'' تعالی پر وقف ہے یا نہیں

اس میں اختلاف ہے، عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تفسیر چار قسم کی ہیں، ایک وہ جس کے سمجھنے میں کوئی معذور نہیں، ایک وہ جسے عرب اپنی لغت سے سمجھتے ہیں، ایک وہ جسے جید علماء اور پورے علم والے ہی جانتے ہیں، اور ایک وہ جسے بجز ذات باری تعالی کے اور کوئی نہیں جانتا۔ عائشہؓ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے (معجم کبیر: ۳۳۶۴) میں ابو مالک اشعریؓ سے حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لااخاف علی امتی الاثلاث خلال، أن یکثر لھم من المال فیتحاسدوا فیقتتلوا، وان یفتح لھم الکتب یأخذ المومن یبتغی تأویله، ولیس یعلم تأویله الا اللہ، و الراسخون فی العلم یقولون امنابه کل من عندربنا، ومایذکر الا اولو الألباب، وان یروا ذا علمھم فیضیّعوه ولایبالون علیه.**

مجھے اپنی امت پر صرف تین باتوں کا ڈر ہے، مال کی کثرت کا، جس سے حسد و بغض پیدا ہو، اور آپس کی سر پھٹول شروع ہوگی، دوسرے یہ کہ کتاب اللہ کی تاویل کے پیچھے پڑ جائیں گے، حالانکہ اصلی مطلب ان کا اللہ تعالی ہی جانتا ہے، اور گہرے علم والے کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا اس پر ایمان ہے، الخ۔ تیسرے یہ کہ علم والے کو پائیں گے تو اسے بے پرواہی سے ضائع کردیں، یہ حدیث بالکل غریب ہے، اور حدیث میں ہے کہ قرآن اس لئے نہیں اترا کہ ایک آیت دوسری آیت کے خلاف ہو، جس کا تم کو علم ہو اس پر عمل کرو، اور جو متشابہ ہوں ان پر ایمان لاؤ۔ (ابن مردویہ)۔

ابن عباسؓ، عمر بن عبدالعزیز، اور مالک بن انسؒ سے بھی یہی مروی ہے کہ گہرے علم والے بھی اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتے، ہاں اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اس کی تاویل کا علم اللہ تعالی ہی کو ہے، پختہ علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہمارا اس پر ایمان ہے، ابی بن کعبؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔ امام ابن جریرؒ بھی اس کو پسند کرتے ہیں یہ تو تھی وہ جماعت جو ﴿إِلَّا اللّٰهُ﴾ پر وقف کرتی تھی، اور بعد کے جملے کو اس سے الگ کرتی تھی۔ اور لوگ یہاں نہیں ٹھہرتے بلکہ ﴿فِي الْعِلْمِ﴾ پر وقف کرتے ہیں اور اکثر مفسرین اور اہل اصول بھی یہی کہتے ہیں ان کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جو سمجھ میں نہ آئے ایسی بات کہنی ٹھیک نہیں۔

ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں ان راسخ علماء میں ہوں جو تاویل جانتے ہیں، مجاہد فرماتے ہیں راسخ علم والے تفسیر جانتے ہیں، محمد بن جعفر بن زبیر فرماتے ہیں کہ اصل تفسیر اور مراد اللہ تعالی ہی جانتا ہے، اور مضبوط علم والے کہتے ہیں کہ

ہم اس پر ایمان لائے ، پھر متشابہات ایات کی تفسیر محکمات سے کرتے ہیں جن میں کسی کو مجال سخن نہیں رہتی ،مضامین قران ٹھیک ٹھاک ہوجاتے ہیں۔دلیل جاری ہوتی ہے،عذر ظاہر ہوجاتا ہے، باطل چھٹ جاتا ہے،اور کفر دفع ہوجاتا ہے، حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ابن عباسؓ کے لئے دعا کی کہ:''اللھم فقه فی الدین وعلمه التاویل'' اے اللہ انہیں دین کی سمجھ دے،اور تفسیر کا علم دے۔

بعض علماء نے یہاں تفصیل کی ہے،وہ فرماتے ہیں تاویل دو معنی میں قرآن کریم میں آئی ہے،ایک معنی تو ایک چیز کی اصلی حقیقت اور صحیح اصلیت، جیسے قرآن میں ہے ﴿وَقَالَ يٰاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ﴾ (یوسف:۱۰۰) میرے باپ میرے خواب کی یہی تعبیر ہے۔

اور جگہ ہے۔﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ﴾ (اعراف:۵۳) کافروں کو انتظار صرف اس کی حقیقت ظاہر ہونے کا ہے،جس دن اس کا مصداق آجائے گا، پس ان دونوں جگہ مراد تاویل سے حقیقت ہے،اگر اس آیت مبارکہ میں تاویل سے مراد یہی تاویل لی جائے تو ﴿الا الله﴾ پر وقف ضروری ہے،اس لئے کہ تمام کاموں کی حقیقت اور اصلیت بجز ذات پاک کے اور کوئی نہیں جانتا۔تو''راسخون فی العلم'' مبتدا ہوگا اور''یقولون امنا''خبر ہوگی،اور یہ جملہ بالکل الگ ہوگا،دوسرے معنی تاویل کے تفسیر اور بیان،اور ایک شے کی تعبیر دوسرے شے سے ہوتے ہیں جیسے قرآن میں ہے ﴿نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ﴾ (یوسف:۳۶) ہمیں اس کی تاویل بتاؤ،یعنی تفسیر اور بیان۔اگر آیت مذکورہ میں تاویل سے یہ مراد لی جائے تو''فی العلم'' پر وقف کرنا چاہیئے ،اس لئے کہ پختہ علم والے علماء جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کیونکہ خطاب انہیں سے ہے ،گو حقائق کا علم انہیں بھی نہیں تو اس بناء پر''امنابه''حال ہوگا،اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ معطوف ہو بغیر معطوف علیہ کے،جیسے اور جگہ ہے ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهٰجِرِيْنَ سے يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا تک۔ (حشر:۷تا۱۰) اور ان کی طرف سے یہ خبر کہ ہم اس پر ایمان لائے،اس کے معنی ہے کہ متشابہ پر۔پھر اقرار کرتے ہیں کہ یہ سب یعنی محکم اور متشابہ حق وصدق ہے،اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے اور گواہی دیتا ہے، کہ یہ سب اللہ تعالی کی طرف سے ہے،اس میں کوئی اختلاف اور تضاد نہیں جیسے اور جگہ ہے ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (نساء:۸۱) یعنی کیا یہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے اگر یہ اللہ کے سوا اور کی طرف سے ہوتا

تو اس میں بہت اختلاف ہوتا۔اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ اسے صرف عقل مند ہی سمجھتے ہیں، جو اس پر غور اور تدبر کریں، جو صحیح سالم عقل والے ہوں جن کے دماغ درست ہو۔

اورحدیث میں ہے:**عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال خرج رسول اللهﷺ ذات یوم والناس یتکلمون فی القدر،قال و کأنماتفقّأفی وجهه حب الرمان من الغضب ،قال:فقال لهم:مالکم تضربون کتاب الله،بعضه ببعض ؟بهذاهلک من کان قبلکم قال:فماغبطت نفسی بمجلس فیه رسول اللهﷺلم أشهده.** (مسند احمد:۶۶۶۸،۶۸۴۶،خلق افعال العباد:۱۶۵)۔

آپﷺ نے چندلوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن شریف کے بارے میں لڑ جھگڑ رہے ہیں ،آپﷺ نے فرمایاسنو!تم سے پہلے لوگ بھی اس میں ہلاک ہوئے۔کہ انہوں نے کتاب اللہ کی آیات کوایک دوسرے کے خلاف بتا کراختلاف کیا،حالانکہ کتاب اللہ کی ہرآیت ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے،تم ان میں اختلاف نکال کرایک کودوسری کے متضاد نہ بتاؤ، جو جانو کہو،اور جو نہ جانو اسے جاننے والوں کوسونپو۔رافع بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں، جومتواضع ہوں، عاجزی کرنے والے ہوں، رب کی رضا کے طالب ہوں،اپنے سے بڑوں سے دبنے والے نہ ہوں،اپنے سے چھوٹے کوحقیر بنانے والے نہ ہوں۔پھرفرمایا: کہ یہ لوگ دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کوجب کہ تونے ہدایت پر جمادیا ہے،انہیں ان لوگوں کے دلوں کی طرح نہ کر جو متشابہ کے پیچھے پڑکرخراب ہوجاتے ہیں، بلکہ ہمیں اپنے صراط مستقیم پرقائم رکھ، اوراپنے مضبوط دین پردائم رکھ، اورہم پراپنی رحمت نازل کر، ہمارے دلوں کوثبات دے، ہمارے پراگندگی کودورکر، ہمارے ایمان ویقین کو بڑھا،تو بہت بڑا دینے والا ہے۔رسول کریمﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔﴿**یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک**﴾ (متفق علیہ)اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کواپنے دین پر جماہوارکھ، پھر یہ دعا:﴿**ربنالاتزغ**﴾الخ پڑھتے۔

ایک اورحدیث میں ہے کہ آپﷺ بکثرت یہ دعاپڑھا کرتے تھے:﴿**اللهم مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک** ﴾عائشہؓ نے ایک دن پوچھا،کیادل الٹ پلٹ ہوجاتا ہے؟ آپﷺ نےفرمایاہاں،ہرانسان کا دل اللہ تعالی کی انگلیوں میں سے دوانگلیوں کے درمیان ہے اگر چاہے قائم رکھے ،اگر چاہے پھیردے، ہماری دعا ہے کہ ہمارارب ہمارے دلوں کو ہدایت کے بعد ٹیڑھا نہ کردے،اورہمیں اپنے پاس سے رحمتیں عنایت فرمائے، وہ بڑی دین والا ہے، پھر یہ آیت پڑھی: الابانۃ:۱/۲۸۴الباب الرابع۔

لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً

جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اُس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر دینا۔ اور ہمیں اپنے ہاں سے نعمت عطا فرما۔

إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ

تو تو بڑا عطا فرمانے والا ہے ۔ اے رب تو اُس روز جسمیں کچھ بھی شک نہیں سب لوگوں کو جمع کر لے گا

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ

بیشک اللہ خلافِ وعدہ نہیں کرتا ۔جو لوگ کافر ہوئے نہ تو اُن کا مال ہی اللہ (کے عذاب) سے اُن کو بچا سکے گا

وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۖ وَأُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾ كَدَأْبِ آلِ

اور نہ اُن کی اولاد ہی (کچھ کام آئے گی) اور یہ لوگ آتشِ کا ایندھن ہوں گے ۔اُن کا حال بھی فرعونیوں

فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوبِهِمْ

اور اُن سے پہلے لوگوں کا سا ہو گا جنہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی تو اللہ نے اُن کو اُن کے گناہوں کے سبب

وَاللّٰهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١١﴾ قُلْ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ

پکڑ لیا تھا اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ۔(اے پیغمبر) کافروں سے کہہ دو کہ تم عنقریب مغلوب ہو جاؤ

وَتُحْشَرُونَ إِلٰى جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٢﴾ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ

گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بُری جگہ ہے ۔تمہارے لئے دو گروہوں میں جو (جنگ بدر کے

الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأُخْرٰى كَافِرَةٌ

دن) آپس میں لڑے نشانی تھی ۔ایک گروہ (مسلمانوں کا تھا وہ) اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ (کافروں کا تھا وہ)

يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَّشَاءُ

اُن کو اپنی آنکھوں سے اپنے سے دگنا مشاہدہ کر رہا تھا ۔اور اللہ تعالیٰ اپنی نصرت سے جس کو چاہتا ہے مدد دیتا ہے۔

إِنَّ فِى ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُوْلِى الْأَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ

جو اہلِ بصارت ہیں اُن کیلئے اس (واقعے) میں بڑی عبرت ہے ۔ لوگوں کو اُن کی خواہشوں کی چیزیں

مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

یعنی عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور نشان لگے ہوئے

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

گھوڑے اور مویشی اور کھیتی باڑی مزین کی گئیں ہیں یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں ۔

وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ

اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے ۔ ۔ (اے پیغمبر) ان سے کہو کہ بھلا میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جو ان چیزوں سے کہیں اچھی ہو

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِى مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ

(سنو) جو لوگ پرہیزگار ہیں اُن کیلئے اللہ کے ہاں باغاتِ ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ

اُن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور پاکیزہ عورتیں ہیں اور اللہ کی خوشنودی۔ اور اللہ تعالیٰ

بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ

بندوں کو دیکھ رہا ہے ۔ جو اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم ایمان لے آئے پس ہمیں ہمارے گناہ معاف فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ ۔

النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ

یہ وہ لوگ ہیں جو صبر کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں اور عبادت میں لگے رہتے ہیں اور خرچ کرتے

وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْأَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ

اور اوقاتِ سحر میں گناہوں کی معافی مانگا کرتے ہیں ۔ اللہ تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں

وَالْمَلَآئِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ

اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی (گواہی دیتے ہیں کہ) اُس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا

دین تو اللہ کے نزدیک اسلام (ہی) ہے اور اہلِ کتاب نے جو (اس دین سے) اختلاف کیا تو علم حاصل ہونے کے بعد

الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِآيٰتِ اللهِ

آپس کی ضد سے کیا۔ اور جو شخص اللہ کی آیتوں کو نہ مانے تو اللہ تعالیٰ جلد حساب

فَإِنَّ اللهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ فَإِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ

لینے والا (اور سزا دینے والا) ہے اگر یہ لوگ تم سے جھگڑنے لگیں تو کہنا کہ میں اور میرے پیرو تو اللہ کے فرمانبردار ہو چکے۔

وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيِّيْنَ ءَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوْا

اور اہل کتاب اور ان پڑھ لوگوں سے کہو کہ تم بھی اسلام لاتے ہو؟ اگر یہ لوگ اسلام لے آئیں

فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَاللهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾

تو بیشک ہدایت پا لیں اور اگر نہ مانیں تو تمہارا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِآيٰتِ اللهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ

جو لوگ اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں اور جو انصاف کا حکم دیتے ہیں

يَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾ أُولٰٓئِكَ

انہیں بھی مار ڈالتے ہیں اُن کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ یہ ایسے لوگ ہیں

الَّذِيْنَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ

جن کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہیں اور اُن کا کوئی مددگار نہیں (ہوگا)

نّٰصِرِیْنَ ﴿۲۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُدْعَوْنَ

بھلا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا علم دیا گیا اور وہ کتاب اللہ کی طرف بلائے

اِلٰی کِتٰبِ اللّٰہِ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ وَھُمْ

جاتے ہیں تا کہ وہ (اُن کے تنازعات کا) اُن میں فیصلہ کر دے تو ایک فریق اُن میں سے کج ادائی کیساتھ

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ص

منہ پھیر لیتا ہے۔ یہ اس لئے کہ یہ اس بات کے قائل ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی۔

وَغَرَّھُمْ فِیْ دِیْنِھِمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَکَیْفَ اِذَا

اور جو کچھ یہ دین کے بارے میں بہتان باندھتے ہیں اُس نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ تو اُس وقت کیا حال ہوگا جب

جَمَعْنٰھُمْ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ وَوُفِّیَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ

ہم اُن کو جمع کریں گے (یعنی) اُس روز جس میں کچھ بھی شک نہیں اور ہر نفس اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائیگا

وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ

اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ کہو کہ اے اللہ بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے

مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کر ے

بِیَدِکَ الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ

ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔

وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ

اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا اور تو ہی جاندار سے

مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ

بے جان پیدا کرتا ہے اور تو ہی جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق بخشتا ہے ۔مومنوں کو چاہئے کہ مومنوں کے سوا

الْكٰفِرِيْنَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ

کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کریگا اُس سے اللہ کا کچھ (عہد) نہیں ہاں اگر اس طریق سے تم اُن (کے شر) سے

فِيْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

بچاؤ کی صورت پیدا کرو (تو مضائقہ نہیں) اور اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کرجانا ہے[۳]

قُلْ إِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ أَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ

(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ کوئی بات تم اپنے دلوں میں مخفی رکھو یا اُسے ظاہر کرو اللہ اُس کو جانتا ہے

وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

ور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اُس کو سب کی خبر ہے اور وہ ہر چیز پر

---

[۳] اس ایت کریمہ میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ کافروں کو دوست نہ بنائیں اور اس ہدایت کی مخالفت کرنے والوں کے لئے سخت وعید ہے، کہ جوان کو دوست بنائے گا۔اس کا اللہ تعالی سے دوستی ومحبت کا علاقہ قطع ہوجائے گا، کافروں سے باطنی اور دلی دوستی تومطلقا حرام ہے، اورظاہری دوستی معاملات کے درجہ میں اگرچہ جائز ہےمگر بلاضرورت وہ بھی پسندنہیں۔اس مضمون کی ایات قرآن مجید میں جابجا مختلف عنوانات کے ساتھ بکثرت آئی ہیں (سورۃ ممتحنہ:۱،و۱۳،سورۃ مائدہ:۵۱،سورۃ مجادلہ:۲۲) یہ مضمون بہت سی آیات قرآنیہ میں مجمل ومفصل مذکور ہے، جس میں مسلمانوں کوغیرمسلموں کے ساتھ موالات، دوستی اورمحبت سے شدت کے ساتھ روکا گیا ہے، ان تصریحات کو دیکھ کرحقیقت حال سے ناواقف غیرمسلموں کوتو یہ شبہ ہوجاتا ہے، کہ مسلمانوں کے مذہب میں غیرمسلموں سے کسی قسم کی رواداری اورتعلق کی بلکہ حسن اخلاق کی بھی گنجائش نہیں، اودوسری طرف اس کے بالمقابل

جب قران کی بہت سی آیات سے اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور عمل سے خلفاء راشدین اور دوسرے صحابہ کرام کے تعامل سے غیر مسلموں کے ساتھ احسان وسلوک اور ہمدردی وغمخواری کے احکام اور ایسے ایسے واقعات ثابت ہوتے ہیں، جن کی مثالیں دنیا کی اقوام میں ملنا مشکل ہیں، تو ایک سطحی نظر رکھنے والے مسلمان کو بھی اس جگہ قران وسنت کے احکام وارشادات میں باہم تعارض وتصادم محسوس ہونے لگتا ہے، مگر یہ دونوں خیال قران کی حقیقی تعلیمات پر طائرانہ نظر اور ناقص تحقیق کا نتیجہ ہوتے ہیں، اگر چہ مختلف مقامات سے قران کریم کی آیات کو جو اس معاملہ سے متعلق ہیں جمع کر کے غور کیا جائے تو نہ غیر مسلموں کے لئے وجہ شکایت باقی رہتی ہے، نہ ایات وروایات میں کسی قسم کا تعارض باقی رہتا ہے، اس لئے اس مقام کی پوری تشریح کر دی جاتی ہے جس سے موالات اور احسان وسلوک یا ہمدردی وغمخواری میں باہمی فرق اور ہر ایک کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی، اور یہ بھی کہ ان میں کونسا درجہ جائز ہے کونسا نا جائز؟ اور جو نا جائز ہے اس کی وجوہ کیا ہیں؟

بات یہ ہے کہ دو شخصوں یا دو جماعتوں میں تعلقات کے مختلف درجات ہوتے ہیں، ایک درجہ تعلق کا قلبی موالات یا دلی مودت ومحبت ہے، یہ صرف مومنین کے ساتھ مخصوص ہے غیر مومنین کے ساتھ مومن کا یہ تعلق کسی حال میں قطعا جائز نہیں۔

دوسرا درجہ مواسات کا ہے، جس کے معنی ہیں ہمدردی وخیر خواہی اور نفع رسانی کے، یہ بجز کفار اہل حرب کے جو مسلمانوں سے برسر پیکار ہیں، باقی سب غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے سورۂ ممتحنہ کی ایت: ۸۔ میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

تیسرا درجہ مدارات کا ہے، جس کے معنی ہیں ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ کے، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، جبکہ اس سے مقصود ان کو دینی نفع پہنچانا ہو۔ یا ان کے شر وضرر رسانی سے اپنے آپ کو بچانا مقصود ہو، سورۂ ال عمران کی ایت مذکورہ میں الا ان تتقوا منهم تقاةً۔ سے یہی درجہ مدارات کا مراد ہے، یعنی کافروں سے موالات جائز نہیں، مگر ایسی حالت میں جبکہ تم ان سے اپنا بچاؤ کرنا چاہو، اور چونکہ مدارات میں بھی صورت موالات کی ہوتی ہے، اس لئے اس کو موالات سے مستثنی قرار دے دیا گیا۔ (بیان القران)۔

ابوالعباس قرطبی شرح مسلم میں حدیث عائشہؓ کی تشریح میں لکھتا ہے:**فیہ جواز غیبة المعلن بالفسق او الفحش ونحوذلک مع جوازمداراتهم اتقاء شرهم مالم یؤدذلک الی المداهنة، ثم قال:تبعالقاضی حسین،و الفرق بین المداراة و المداهنة،ان المداراة بذل الدنیالصلاح الدنیااوالدین اوهمامعا،وهی مباحة،وربمااستحسنت ،و المداهنة بذل الدین لصلاح الدنیا،انتهی** ۔اس عبارت کوقاضی اورمبارکپوری نے بھی اس حدیث کی تشریح میں ذکر کی ہے،تحفة الاحوذی:باب ماجاءفی المداراة:۳/۱۴۱(ق)۔

اس تفصیل سے مداہنت اور مدارات کے درمیان فرق واضح ہوا، کہ مداہنت دنیاوی مفاد کے لئے دین کوقربان کرنا ہے،اور مدارات حصول دنیایادین ہے جس طریقہ سے بھی ہو۔

چوتھادرجہ معاملات کا ہے، کہ ان سے تجارت یااجرت وملازمت اورصنعت وحرفت کے معاملات کئے جائیں یہ بھی تمام غیرمسلموں کے ساتھ جائز ہے، بجزایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کونقصان پہنچتا ہو۔رسول کریمﷺ اورخلفائے راشدین اوردوسرے صحابہ کرام کا تعامل اس پرشاہد ہے،فقہاء نے اسی بنا پرکفاراہل حرب کے ساتھ اسلحہ فروخت کرنے کوممنوع قراردیاہے باقی تجارت وغیرہ کی اجازت دی ہے، اوران کواپناملازم رکھنایاخودان کے کارخانوں اوراداروں میں ملازم ہونایہ سب جائز ہے۔

اس تفصیل سے آپ کو یہ معلوم ہوگیا کہ قلبی اوردلی دوستی اورمحبت توکسی کافر کے ساتھ کسی حال میں جائزنہیں،اوراحسان وہمدری ونفع رسانی بجزاہل حرب کےاورسب کے ساتھ جائز ہے،اسی طرح ظاہری خوش خلقی اوردوستانہ برتاؤ بھی سب کے ساتھ جائز ہے،جبکہ اس کا مقصدمہمان کی خاطرداری یاغیرمسلموں کواسلامی معلومات اوردینی نفع پہنچانا،یااپنے آپ کوان کے کسی نقصان وضررسے بچاناہو۔

رسول کریمﷺ جورحمة للعٰلمین ہوکراس دنیامیں تشریف لائے،آپﷺ نے غیرمسلموں کے ساتھ جواحسان وہمدردی اورخوش خلقی کے معاملات کئے اس کی نظیردنیامیں ملنامشکل ہے،مکہ میں قحط پڑاتوجن دشمنوں نے آپﷺ کواپنے وطن سے نکالا تھا،ان کی خودامدادفرمائی،پھرمکہ مکرمہ فتح ہوکریہ سب دشمن آپﷺ کےقابو=

قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ

قادر ہے ۔ جس دن ہر شخص اپنے اعمال کی نیکی کو موجود پالے گا اور اُن کی برائی کو بھی (دیکھ لے گا)

مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ

تو آرزو کرے گا کہ اے کاش اس میں اور اُس کی برائی میں دور کی مسافت ہو جاتی اور اللہ تمہیں اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ

اور اللہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے (اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾

اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

= میں آ گئے، تو سب کو یہ فرما کر آزاد کر دیا کہ: "لاتثریب علیکم الیوم" ۔ یعنی آج تمہیں صرف معافی نہیں دی جاتی بلکہ تمہارے پچھلے مظالم اور تکالیف پر ہم کوئی ملامت بھی نہیں کرتے (قرطبی)۔

غیر مسلم جنگی قیدی ہاتھ آئے تو ان کے ساتھ وہ سلوک کیا جو اپنی اولاد کے ساتھ بھی ہر شخص نہیں کرتا، کفار نے آپ ﷺ کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں، کبھی آپ ﷺ کا ہاتھ انتقام کے لئے نہیں اٹھا، زبان مبارک سے بددعا بھی نہیں فرمائی۔

فاروق اعظم نے غیر مسلم محتاج ذمیوں کو مسلمانوں کی طرح بیت المال سے وظیفے دیئے۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے معاملات اس قسم کے واقعات سے بھرے ہوئے ہیں، یہ سب مواسات یا مدارات یا معاملات کی صورتیں تھیں، جس موالات سے منع کیا گیا وہ نہ تھی۔ اس تفصیل اور تشریح سے ایک طرف تو یہ معلوم ہو گیا کہ غیر مسلموں کے لئے اسلام میں کتنی رواداری اور حسن سلوک کی تعلیم ہے دوسری طرف جو ظاہری تعارض ترک موالات کی آیات سے محسوس ہوتا تھا وہ بھی رفع ہو گیا۔

قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

کہہ دو کہ اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو۔ اگر نہ مانیں تو اللہ بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا ۔[۴]

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوحًا وَّآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى

اللہ نے آدم اور نوح کو اور خاندانِ ابراہیم اور خاندانِ عمران کو تمام جہان کے لوگوں میں منتخب فرمایا تھا ۔

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾

اُن میں سے بعض بعض کی اولاد تھے اور اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے ۔

---

[۴] ابن کثیر نے اس ایت کے تحت اتباع الرسول کے متعلق ایک مختصر نوٹ لکھا ہے، اس کو ہم نقل کرتے ہیں: فرماتے ہیں کہ، اس ایت نے فیصلہ کر دیا کہ جو شخص اللہ کی محبت کا دعوی کرے، اوراس کے اعمال، افعال، عقائد، مطابق فرمان نبوی ﷺ نہ ہوں، طریقہ محمد یہ پروہ کار بند نہ ہو، تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔ متفق علیہ حدیث میں ہے: من احدث فی امرناهذامالیس منه فهورد: بخاری: ۲۶۹۷، مسلم: ۱۷۱۸ ۔ یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو (یعنی بدعت ہو) وہ مردود ہے۔اس لئے یہاں بھی ارشاد ہے، کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھنے کے دعوے میں سچے ہو، تو میری سنتوں پر عمل کرو، اس وقت تمہاری چاہت سے زیادہ اللہ تمہیں دے گا۔ یعنی وہ خود تمہارا چاہنے والا بن جائے گا، جیسے کہ بعض حکیم علماء نے کہا ہے کہ تیرا چاہنا کوئی چیز نہیں لطف تو اس وقت ہے کہ اللہ تجھے چاہنے لگ جائے۔

غرض اللہ کی محبت کی نشانی یہی ہے کہ ہر کام میں اتباع سنت مدنظر ہو۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: دین صرف اللہ کے لئے محبت اوراسی کے لئے دشمنی کا نام ہے، پھر آپ ﷺ نے اسی ایت کی تلاوت کی، لیکن یہ حدیث سنداً منکر ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ حدیث پر چلنے کی وجہ سے اللہ تعالی تمہارے تمام تر گناہوں کو بھی معاف فرمادے گا۔ پھر ہر خاص وعام کو حکم ملتا ہے کہ سب اللہ تعالی ورسول اللہ ﷺ کے مانتے رہیں، جو اس سے لوٹ جائیں، یعنی اللہ ورسول کی اطاعت سے ہٹ جائیں، تو وہ کافر ہے، اور اللہ ان سے محبت نہیں رکھتا۔ اور یہی مقصد ہے ابن عمرؓ کے قول

کا کہ'' من ترک السنة كفر: ابن بطه: ۱/۱۱۸ ۔

اس سے صاف واضح ہوگیا کہ رسول اللہ کے طریقہ کی مخالفت کفر ہے، ایسے لوگ اللہ کے دوست نہیں ہو سکتے، گوان کا دعوی ہو، لیکن جب تک اللہ تعالی کے سچے نبی امی خاتم الرسل کی پیروی، اور اتباع سنت نہ کریں، وہ اپنے اس دعوی میں جھوٹے ہیں۔

رسول پاک ﷺ تو وہ ہے کہ اگر آج انبیاء اور رسول بلکہ بہترین اور اولوالعزم پیغمبر بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی آپ کے ماننے بغیر اور آپ کی شریعت پر کاربند ہوئے بغیر چارہ ہی نہ تھا، اس کا بیان بسط اور تفصیل کے ساتھ ایت ''واذاخذالله ميثاق النبيين'' (ال عمران: ۸۱) کی تفسیر میں آئے گا۔ انشاءاللہ تعالی۔

اس مسئلے کے مزید تفصیل کے لئے ہم قرانی آیات مبارکہ کے حوالہ جات نقل کرتے ہیں: جوکہ مندرجہ ذیل ہیں: بقره: ۴۳، ال عمران: ۱۳۲، سورة النساء: ۱۳، ۱۴، ۵۹، ۶۱، ۶۴، ۶۵، ۶۹، ۸۰، ۱۱۵، مائده: ۹۲، انفال: ۱، ۱۳، ۲۰، ۲۴، ۴۶، توبه: ۷۱، اعراف: ۱۵۷، ۱۵۸، ابراهيم: ۴۴، نور ۵۴، ۶۳، ۵۶، ۵۲، ۵۱، يوسف: ۱۰۸ فرقان: ۲۷، احزاب: ۲۱، ۳۳، ۳۶، ۶۶، ۷۱، محمد: ۳۳، فتح: ۱۷، احقاف: ۳۱، ۳۲، حجرات: ۱۴، مجادله: ۱۳، حشر: ۷ تغابن ۱۲ ۔

رسول کی اطاعت کو اطاعت الٰہی سے الگ کر کے بیان کرنے کی حکمت

آیت (۱۳۲) میں فرماتا ہے ''اللہ اور رسول کی اطاعت کروتا کہ تم پر رحم کیا جائے'' اس میں رحمت الٰہی کے لئے جس طرح اللہ کی اطاعت کو ضرور اور لازم قرار دیا ہے، رسول کریم ﷺ کی اطاعت کو بھی اسی طرح لازم اور ضروری قرار دیا ہے، اور یہ پھر صرف اسی آیت میں نہیں پورے قرآن میں بار بار اس کا تکرار اسی طرح ہے کہ جہاں اللہ تعالی کی اطاعت کا حکم ہوتا ہے وہیں اطاعت رسول کا بھی ذکر مستقلا ہے، قرآن کریم کے یہ متواتر اور مسلسل ارشادات ایک انسان کو اسلام اور ایمان کے بنیادی اصول کی طرف متوجہ کررہے ہیں کہ ایمان کا پہلا جزء اللہ تعالی کے وجود، اس کی وحدانیت اور اسکی بندگی اور اس کی اطاعت کا اقرار کرنا ہے، تو دوسرا جزء رسول کی تصدیق اور اس کی اطاعت ہے۔

اب یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ قرآن کریم ہی کے ارشادات سے یہ بھی ثابت ہے کہ نبی ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں وہ سب باذن اللہ ہوتا ہے، اپنی طرف سے کچھ نہیں ہوتا، قرآن کریم کا رشاد ہے: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى ﴿٣﴾ إِنْ

هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی ﴿۴﴾ (النجم)۔یعنی رسول کریمﷺ جو کچھ بولتے ہیں وہ کسی اپنی خواہش سے نہیں کہتے، بلکہ وہ سب اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے،اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ رسول کی اطاعت بعینہ اللہ تعالی ہی کی اطاعت ہوتی ہے،اس سے الگ کوئی چیز نہیں سورۂ نساء میں خود بھی ان الفاظ میں اس کو واضح فرمادیا: ﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (نساء:۸۰)۔یعنی جس نے اطاعت کی رسول کی، اس نے اطاعت کی اللہ کی،تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان دونوں اطاعتوں کو الگ الگ بیان کرنے میں کیا فائدہ؟

خصوصا اس التزام اور اہتمام کے ساتھ کہ پورے قرآن کریم میں یہی عادت مستمرہ ہے کہ دونوں اطاعتوں کا ساتھ ساتھ حکم دیا جاتا ہے،راز اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالی نے دنیا کی ہدایت کے لئے ایک کتاب بھیجی، اور ایک رسول،رسول کے ذمہ یہ کام لگائے گئے: اول یہ کہ وہ قرآن کریم کی آیات ٹھیک اسی صورت اور لب لہجہ کے ساتھ لوگوں کو پہنچادیں،جس صورت سے وہ نازل ہوئیں۔

دوسرے یہ کہ وہ لوگوں کو ظاہری اور باطنی گندگیوں سے پاک کریں۔

تیسرے یہ کہ وہ اس کتاب کے مضامین کی امت کو تعلیم دیں، اور اس کے مقاصد کو بیان فرمائیں، نیز یہ کہ وہ کتاب کے ساتھ حکمت کی تعلیم دیں، یہ مضمون قرآن کریم کی متعدد آیاتوں میں تقریبا ایک ہی عنوان سے آیا ہے۔﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ﴾ (جمعہ:۲)۔معلوم ہوا کہ رسول کے فرائض منصبی میں صرف اتنا ہی داخل نہیں کہ وہ قرآن لوگوں تک پہنچادے، بلکہ اس کی تعلیم اور تبیین بھی رسول کے ذمہ ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ رسول اللہﷺ کے مخاطب عرب کے فصحاء و بلغاء تھے،ان کے لئے قرآن کریم کی تعلیم کے یہ معنی تو نہیں ہوسکتے کہ محض الفاظ قرآنی کے لغوی معنی ان کو سمجھائے جائیں، کیونکہ وہ سب خود بخود ان کو بخوبی سمجھتے تھے، بلکہ اس تعلیم اور تبیین کا مقصد صرف یہی تھا اور یہی ہوسکتا ہے، کہ قرآن کریم میں ایک حکم مجمل یا مبہم الفاظ میں بیان فرمایا، اس کی تشریح اور تفصیل نبیﷺ نے اس وحی کے ذریعے سے لوگوں تک پہنچائی جو قرآن کے الفاظ میں نہیں آئی، بلکہ حق تعالی نے آپﷺ کے قلب مبارک میں ڈالی،جس کی طرف آیات قرآن کریم: ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی ﴿۴﴾ (النجم) میں اشارہ کیا گیا ہے۔

مثلاً قرآن نے بیشمار مواقع میں صرف" اقیموا الصلواۃ واتوا الزکواۃ" فرمانے پر اکتفا کیا ہے، کہیں نماز کے معاملہ میں قیام، رکوع اور سجدہ کا ذکر بھی آیا، تو وہ بھی بالکل مبہم ہے۔

ان کی کیفیات کا ذکر نہیں، نبی ﷺ کو جبرئیل نے خود آ کر اللہ کے حکم سے ان تمام اعمال اور ارکان کی تفصیلی صورت عمل کر کے بتلائی، اور آپ ﷺ نے اسی طرح قول وعمل کے ذریعہ امت کو پہنچا دیا۔ زکواۃ کے مختلف نصاب اور ہر نصاب پر زکواۃ کی مقدار کا تعین۔ پھر یہ بات کہ کس مال پر زکواۃ ہے اور کس مال پر نہیں؟ اور مقادیر نصاب میں کتنا حصہ معاف ہے؟ یہ سب تفصیلات رسول کریم ﷺ نے بیان فرمائی،

چونکہ یہ تفصیلات قرآن کریم میں مذکور نہیں، اس لئے یہ احتمال تھا کہ کسی وقت کسی ناواقف کو یہ دھوکہ ہو کہ یہ تفصیلی احکام اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے احکام نہیں، اس لئے حق تعالیٰ کی اطاعت میں ان کی تعمیل ضروری نہیں، اس لئے حق تعالیٰ نے سارے قرآن میں بار بار اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے۔ جو حقیقت میں تو حق تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے، مگر ظاہری صورت اور تفصیل بیان کے اعتبار سے اس سے کچھ مختلف بھی ہے، اس لئے بار بار تاکیدات کے ساتھ بتلا دیا کہ رسول کریم ﷺ تمہیں جو کچھ حکم دیں اس کو بھی حق تعالیٰ ہی کی اطاعت سمجھ کر مانو، خواہ وہ قرآن میں صراحتاً موجود ہو یا نہ ہو یہ مسئلہ چونکہ اہم تھا اور کسی ناواقف کو دھوکہ لگ جانے کے علاوہ دشمنان اسلام کے لئے اسلامی اصول میں گڑبڑ پھیلانے اور مسلمانوں کو اسلام کے صحیح راستہ سے بہکانے کا بھی ایک موقع تھا۔

اس لئے قران کریم نے اس مضمون کو صرف لفظ اطاعت رسول کے ساتھ ہی نہیں بلکہ مختلف عنوانات سے امت محمدیہ کو بتلایا ہے، مثلاً آپ ﷺ کے فرائض میں تعلیم کتاب کے ساتھ تعلیم حکمت کا اضافہ کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ علاوہ کتاب کے کچھ اور بھی آپ ﷺ کی تعلیمات میں داخل ہے اور وہ بھی مسلمانوں کے لئے واجب الاتباع ہے، جس کو لفظ حکمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کہیں ارشاد فرمایا کہ: ﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ (نحل:۴۴)۔ یعنی رسول کے بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے لئے آپ ﷺ پر نازل شدہ آیات کے مطالب ومقاصد اور تشریحات کو بیان فرمائیں۔ اور کہیں یہ ارشاد ہے کہ: ﴿وَمَا اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (حشر:۷)۔ یعنی رسول تم کو جو کچھ دیں وہ لے لو، اور جس سے روکیں اس سے باز آ جاؤ۔

یہ سب انتظام اس لئے کیا گیا کہ کل کو کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ہم تو صرف ان احکام کے مکلّف ہیں جو قرآن میں آئے ہیں، جو احکام ہمیں قرآن میں نہ ملیں ان کے ہم مکلّف نہیں، رسول کریم ﷺ پر غالباً یہ منکشف ہو گیا تھا کہ کسی زمانے

میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو رسول کی تعلیمات اور تشریحات سے گلوخلاصی حاصل کرنے کے لئے یہی دعوی کریں گے کہ ہمیں کتاب اللہ کافی ہے، اس لئے ایک حدیث میں صراحۃ بھی اس کا ذکر فرمایا جس کو ترمذی:٢٦٦٣، ابوداؤد:٤٦٠٥، ابن ماجہ:١٣ؒ نے اپنی اپنی کتابوں میں ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے: **لا الفینّ احدکم متکئا علی اریکته یأتیه الامر من امری مماامرت به او نهیت عنه فیقول لا ادری ماوجدنافی کتاب الله اتبعناه** ۔یعنی ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کسی کو ایسا پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے ہوئے بے فکری سے بیٹھے ہوئے میرے امرونہی کے متعلق یہ کہہ دے کہ ہم اس کو نہیں جانتے، ہمارے لئے تو کتاب اللہ کافی ہے، جو کچھ اس میں پاتے ہیں اس کا اتباع کر لیتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث جو صفوان بن عسالؓ سے منقول ہے کہ: **قال :قال یهودی لصاحبه اذهب بنا الی هذا النبی،فقال له صاحبه لاتقل، نبی، انه لوسمعک کان له اربع اعین،فأتیارسول اللهﷺفسألاه عن تسع ایات بینات،فقال لهمارسول اللهﷺ، لاتشرکوابالله شیأ،ولاتسرقوا،ولاتزنوا،ولاتقتلوا النفس التی حرم الله الابالحق،ولاتمشوابریئ الی ذی سلطان لیقتله،ولاتسحروا،ولاتأکلوا الربا،ولاتقذفوامحصنة،ولاتولوا الفراریوم الزحف،وعلیکم خاصة الیهود،ان (لاتعدوافی السبت)قال فقبلایدیه ورجلیه، وقالانشهدانک نبی، قال فمایمنعکم ان تتبعونی؟قالاان داوددعاربه ان لایزال من ذریته نبی،وانانخاف ان اتبعناک ان تقتلناالیهود.(رواه الترمذی:٣١٤٤،و النسائی فی السنن الکبری:٨٦٥٦.وابن ماجة:٣٧٠٥۔**

ایک دن ایک یہودی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ آؤ اس نبی کے پاس چلیں! اس کے ساتھی نے کہا نہیں، نبی نہ کہو، کیونکہ اگر انہوں نے سن لیا کہ یہودی بھی مجھے نبی کہتے ہیں، تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی، یعنی خوشی سے پھولے نہیں سمائیں گے ، بہرحال وہ دونوں رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آئے ، اور آپ ﷺ سے نو(٩) واضح احکام کے بارے میں سوال کیا، رسول پاک ﷺ نے فرمایا! کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، جس جان کو مار ڈالنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو، کسی بے گناہ کو قتل کرانے کے لئے اس پر غلط الزام عائد کر کے حاکم کے پاس مت لے جاؤ، جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ، پاکدامن عورت کو زنا کی تہمت نہ لگاؤ، میدان جنگ میں دشمن کو پیٹھ نہ دکھاؤ، اور اے یہودیو! تمہارے لئے خاص طور پر واجب ہے، کہ یوم شنبہ کے معاملہ میں حکم الٰہی سے تجاوز نہ کرو، راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر دونوں یہودیوں نے نبی ﷺ کے ہاتھ، پیر، چوم لئے ، اور بولے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ واقعی نبی ہیں۔=

إِذْ قَالَتِ امْرَأَةُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي

(وہ وقت یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے رب جو (بچہ) میرے پیٹ میں ہے میں اُس کو تیری نذر کرتی ہوں

مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۵﴾

اُسے دنیا کے کاموں سے آزاد رکھوں گی، تو میری طرف سے قبول فرما تُو تو سننے والا جاننے والا ہے

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَى وَاللّٰهُ

جب اُن کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور جو کچھ اُن کے ہاں پیدا ہوا تھا اللہ کو خوب معلوم تھا تو کہنے لگیں کہ رب میرے تو لڑکی ہوئی

أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَى وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ

ہے اور (نذر کیلئے) لڑکا (موزوں تھا کہ وہ) لڑکی کی طرح (ناتوان) نہیں ہوتا، اور اس کا نام مریم رکھا ہے

وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا

اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ تو پروردگار نے اُس کو پسندیدگی کیساتھ

= نبی ﷺ نے فرمایا: جب تمہیں میری رسالت پر یقین ہے، تو میری اتباع سے تم کو کون سا امر مانع ہے؟ انہوں نے کہا حقیقت یہ ہے کہ داوٗدؑ نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ نبی ہوا کرے، لہٰذا ہم ڈرتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ کی پیروی کریں، تو یہودی ہمیں مار ڈالیں گے۔

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان الگ چیز ہے، اور آپ ﷺ کی اتباع الگ چیز ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ جگہ جگہ رسول ﷺ کی اطاعت کا بار بار ارشاد اور پھر مختلف عنوانات سے رسول کے دیئے ہوئے احکام کو ماننے کی ہدایات یہ سب اسی خطرہ کے پیش نظر ہیں کہ کوئی شخص ذخیرہ احادیث میں رسول کریم ﷺ کی بیان کی ہوئی احکام کو قرآن سے الگ اور اطاعت الٰہی سے جدا سمجھ کر انکار نہ کر بیٹھے۔

اتباع رسول کے متعلق احادیث اور علماء کے اقوال بہت زیادہ ہیں، مذکورہ بحث پر اکتفاء کرتے ہیں۔

رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا
قبول فرمایا اور اُسے اچھی طرح پرورش کیا۔ اور زکریا کو اُس کا متکفل بنایا۔ زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اُس کے پاس
زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا
جاتے تو اُس کے پاس کھانا پاتے (یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن مریم سے) پوچھنے لگے کہ مریم یہ کھانا تمہارے پاس کہاں سے
قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾
آتا ہے؟ وہ بولیں کہ اللہ کے ہاں سے (آتا ہے) بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔
هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ
اُس وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی (اور) کہا کہ اے رب مجھے اپنی جناب سے اولادِ صالح عطا فرما بیشک تو
سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ
دعا سننے (اور قبول کرنے) والا ہے۔ وہ ابھی عبادت گاہ میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے آواز دی کہ
أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا
(زکریا) اللہ تمہیں یحیٰی کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے فیض (یعنی عیسٰی) کی تصدیق کریں گے اور سردار ہوں گے
وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ أَنّٰى
اور عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے اور (اللہ کے) پیغمبر (یعنی) نیکوکاروں میں ہوں گے۔ زکریا نے کہا اے پروردگار
يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ
میرے ہاں لڑکا کیونکر پیدا ہوگا کہ میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ اللہ نے فرمایا
كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ آيَةً ۭ قَالَ
اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ زکریا نے کہا کہ اے اللہ (میرے لئے) کوئی نشانی مقرر فرما۔ اللہ نے فرمایا

آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيرًا

نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن اشارے کے سوا بات نہ کر سکو گے تو (ان دنوں میں) اپنے رب کو کثرت سے یاد کر

وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝٤١ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ

اور صبح و شام اُس کی تسبیح کرنا ۔ اور جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا کہ

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِينَ ۝٤٢

اللہ نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور پاک بنایا ہے اور جہان کی عورتوں میں منتخب کیا ہے ۔

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرّٰكِعِينَ ۝٤٣

مریم اپنے رب کی فرما نبرداری کرنا او ر سجدہ کرنا اور رکوع کرنے والوں کیساتھ رکوع کرنا ۔

ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ

(اے محمدؐ) یہ باتیں اخبارِ غیب میں سے ہیں جو ہم تمہارے پاس بھیجتے ہیں۔ اور جب وہ لوگ اپنے قلم (بطور قرعہ) ڈال

إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ

رہے تھے کہ مریم کا متکفل کون بنے تو تم اُن کے پاس نہیں تھے اور نہ اُس وقت ہی اُن کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے

يَخْتَصِمُونَ ۝٤٤ إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ

(وہ وقت یاد کرو) جب فرشتوں نے (مریم سے کہا) کہ مریم، اللہ تم کو اپنی طرف سے ایک فیض کی بشارت دیتا ہے

مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ

جس کا نام مسیح (اور مشہور) عیسیٰ بن مریم ہوگا (اور جو) دنیا اور آخرت میں با آبرو اور (اللہ کے) خاصوں میں ہوگا

الْمُقَرَّبِينَ ۝٤٥ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِينَ ۝٤٦

اور ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر (دونوں حالتوں میں) لوگوں سے (یکساں) گفتگو کرے گا اور نیکوکاروں میں سے ہوگا

قَالَتْ رَبِّ أَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ
مریم نے کہا کہ اللہ میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا کہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ تک تو لگایا نہیں؟ فرمایا کہ اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے
يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ إِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۶﴾
پیدا کرتا ہے۔ وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا، وہ ہو جاتا ہے ۔
وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ ﴿۴۷﴾ وَرَسُوْلًا إِلٰى بَنِيْ
اور وہ انہیں لکھنا (پڑھنا) اور دانائی اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔اور (عیسٰی) بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر (ہوکر جائیں گے
إِسْرَآئِيلَ أَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ أَنِّيْ أَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ
اور کہیں گے) کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں، وہ یہ کہ تمہارے سامنے مٹی کی مورت
الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ
بہ شکل پرندہ بناتا ہوں پھر میں اُس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے جاندار ہو جاتا ہے اور اندھے اور جذامی
وَأُحْيِ الْمَوْتٰى بِإِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ
کو تندرست کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے میں جان ڈال دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں
فِيْ بُيُوْتِكُمْ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾
میں جمع رکھتے ہو سب تم کو بتا دیتا ہوں اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو ان باتوں میں تمہارے لئے (اللہ کی قدرت کی) نشانی ہے
وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ
اور مجھ سے پہلے جو تورات (نازل ہوئی) تھی اُس کی تصدیق بھی کرتا ہوں اور (میں) اس لئے بھی (آیا ہوں) کہ
بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ
بعض چیزیں تم پر حرام تھیں، اُن کو تمہارے لئے حلال کر دوں اور میں تو تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں

فَاتَّقُوا اللهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٥٠﴾ إِنَّ اللهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هٰذَا
تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو ۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ ہی میرا اور تمہارا پرور دگار ہے تو اُسی کی عبادت کرو یہ
صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٥١﴾ فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِيٓ
یہی سیدھا راستہ ہے ۔ جب عیسٰی نے اُن کی طرف سے نا فرمانی دیکھی تو کہنے لگے کہ کوئی ہے جو اللہ کا طرفدار
إِلَى اللهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللهِ آمَنَّا بِاللهِ وَاشْهَدْ
اور میرا مددگار ہو؟ حواری بولے کہ ہم اللہ کے (طرفدار اور آپ کے) مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں
بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٥٢﴾ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ
کہ ہم فرمانبردار ہیں ۔ اے اللہ ۔ جو (کتاب) تو نے نازل فرمائی ہے ہم اُس پر ایمان لائے اور (تیرے) پیغمبر کے متبع
فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِينَ ﴿٥٣﴾ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ
ہو چکے، تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ رکھ ۔ اور وہ (یعنی یہود قتل عیسٰی کے بارے میں ایک) چال چلے
وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴿٥٤﴾ إِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسٰىٓ
اور اللہ بھی (عیسٰی کو بچانے کیلئے) تدبیر چلا اور اللہ خوب تدبیر چلنے والا ہے ۔ اس وقت اللہ نے فرمایا کہ عیسٰی میں تمہاری دنیا

إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ .
میں رہنے کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اُٹھا لوں گا [۵]

---

[۵] اس ایت کریمہ سے مرزا غلام احمد قادیانی اور سرسید احمد اور دیگر باطل فرقے وفات عیسٰی علیہ السلام کے لئے استدلال کرتے ہیں، اوران کا منہ تھوڑ جواب تفسیر ثنائی میں مولانا ابو الوفاء محمد ثناء اللہ نے دیا ہے لہذا ہم وہ عبارت قارئین کو لفظ بہ لفظ نقل کرتے ہیں تا کہ فائدہ تام حاصل ہو جائے ۔

فرماتے ہیں، اس ایت میں اللہ تعالی نے اسی بزرگ (مسیح علیہ السلام) کے متعلق (جن کی تمام زندگی کے حالات کے علاوہ مرنے جینے میں بھی لوگ مختلف ہیں) ان کی وفات کا ذکر فرماتا ہے اس ایت کے معنے میں علماء کا قریب قریب اتفاق ہے کہ یہاں موت مراد نہیں بلکہ دنیا سے اٹھانا مراد ہے، مگر ہم نے سید احمد صاحب جو اس مسئلہ (وفات مسیح) کے موجد ہیں اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے لحاظ سے (جو سید صاحب کے اس مسئلہ اور دیگر استحالہ سپر نیچرل میں پیرو ہیں) اس ایت کے معنی میں انہیں کا ترجمہ منظور کیا ہے، اور ''متوفی'' کے معنی موت دینے والا ہی لکھا ہے، مسئلہ ولادت مسیح میں تو سید صاحب ہی ہمارے مخاطب تھے، اس مسئلہ (وفات مسیح) میں دونوں صاحبوں (سید صاحب اور مرزا صاحب) سے (جو دراصل پیرو پیرو ہیں) ہمارے روئے سخن ہے۔

اس بیان سے پہلے کہ قرآن شریف نے اس مسئلہ کے متعلق کیا فیصلہ دیا ہے؟ بیرونی شہادت دیکھنی بھی ضروری ہے، یہود و نصاری جو مسیح علیہ السلام کی حالات کو بچشم خود دیکھنے والے اور ایک دوسرے سے نسلا بعد نسل سننے والے ہیں، اسپر متفق ہیں کہ ممدوح سولی دیئے گئے، گو ان کے اتفاق کے نتائج مختلف ہیں، یہود کا نتیجہ بموجب تعلیم تورات استثناء ۱۳ باب فتحیابی ہے، اور عیسائیوں کا نتیجہ کفارہ گناہ ہے، خیر اسکا یہاں ذکر نہیں، ہماری غرض صرف یہ ہے کہ دونوں فریق اس پر متفق ہیں، کہ مسیح علیہ السلام کو سولی ہی دی گئی۔

پس ان دونوں گروہوں کے اتفاق سے یہ امر باسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ مسیح علیہ السلام موت طبعی سے نہیں مرے ورنہ ممکن نہ تھا کہ دونوں گروہوں سے ان کی موت مخفی رہتی، کیونکہ یہود و نصاری سے زیادہ اور نصاری یہودوں سے بڑھ کر ان کے حالات کے متلاشی تھے، یہودیوں کی غرض یہ تھی کہ وہ کہیں ملیں تو ان کو موت کا مزہ چکائیں، عیسائیوں کو ان سے دلی محبت تھی اس لئے وہ ان کی حال کی تلاش میں سرگرم تھے، چنانچہ اناجیل مروجہ سے اس بات کا پتہ بہ اسانی ملتا ہے کہ عیسائیوں کو مسیح کے حالات سے کس قدر مانوسیت تھی، کہ ان کے معمولی مشاغل چلنا پھرنا بھی قلم بند کر رکھا ہے، پھر اگر وہ موت طبعی سے مرتے تو ممکن نہیں کہ عیسائیوں کو اس کی خبر نہ ہوتی۔ پس سید صاحب کا فرمانا کہ عیسی علیہ السلام تین چار گھنٹے کے بعد صلیب پر سے اتار لئے گئے تھے، اور ہر طرح پر یقین ہوسکتا ہے کہ وہ زندہ تھے، رات کو وہ لحد میں سے نکال لئے گئے، اور وہ مخفی اپنے مریدوں کی حفاظت میں رہے،

حواریوں نے ان کو دیکھا اور ملے اور پھر کسی وقت اپنی موت سے مر گئے ، بلاشبہ ان کو یہودیوں کے خوف سے نہایت مخفی طور سے کسی نامعلوم مقام میں دفن کر دیا ہوگا۔ جو ابتک نامعلوم ہے اور یہ مشہور کیا ہوگا کہ وہ اسمان پر چلے گئے (۴۵)۔تار عنکبوت سے بھی ضعیف ہے ، یہ کبھی ممکن نہیں کہ سچے نبی کے تابعدار جن کی قران میں بھی تعریف آئی ہے ایسے صریح کذب کے مرتکب ہوں ،اور بے فائدہ اپنے نبی اور اللہ پر افتراء کریں ، کہ وہ اسمان پر چلا گیا۔حالانکہ نہ گیا ہو۔علاوہ اس کے اگر مسیح حواریوں کو ملے اور اپنی موت سے مرے ، تو کیا اتنی دیر میں یہودیوں کو خبر نہ ہوئی کہ وہ اپنی ناکامیابی پر افسوس کرتے اور دوبارہ سعی بلیغ کر کے کامیابی حاصل کرتے ۔

پس سید صاحب کے احتمال کو نہ صرف واقعات جھٹلاتے ہیں بلکہ روایت ودرایت دونوں اس کی تکذیب کرتی ہیں ، حاصل یہ کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا اس امر پر متفق ہونا کہ مسیح علیہ السلام موت طبعی سے فوت نہیں ہوئے ضرور قابل غور ہے ،خصوصا مرزا صاحب قادیانی کے نزدیک تو یہ طریق استدلال بہت ہی صحیح ہے کیونکہ وہ اس طریق سے خود بھی مستدل ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: بائیسویں (۲۲) آیت وفات مسیح پر یہ ہے کہ :**فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون** ۔یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کیطرف رجوع کرو اور ان کی واقعات پر نظر ڈالو ، تا اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے ،سو جب ہم نے موافق حکم اس ایت کے اہل کتاب یعنی یہود ونصاری کی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور معلوم کرنا چاہا کہ اگر کسی نبی گذشتہ کے آنیکا وعدہ دیا گیا ، تو وہی اجا تا ہے ، یا ایسی عبارت کے کچھ اور معنی ہوتی ہے ، تو معلوم ہوا کہ اسی امر متنازعہ فیہ کا ہمشکل ایک مقدمہ عیسی بن مریم علیہ السلام آپ ہی فیصل کر چکے ہیں ، اور ان کے فیصلہ کا ہمارے فیصلہ کے ساتھ اتفاق ہے ، دیکھو کتاب سلاطین : وملا کی نبی اور انجیل جو ایلیہ کا دوبارہ اسمان سے اترنا کس طور سے مسیح علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔ازالہ:٦١٦۔

مذکورہ بالا تقریر میں مرزا صاحب نے جو علمیت اور قابلیت کا اظہار کیا ہے وہ تو اہل علم سے مخفی نہیں ، دعوی وفات مسیح ہے اور دلیل عدم رجوع کیا ہے ، تقریب تام ہے لیکن بلحاظ اس کے کہ مرزا صاحب تو علم لدنی کے عالم ہیں ، علوم ظاہر یہ مناظرہ وغیرہ سے بے نصیب ہونا ، ان پر کوئی الزام عائد نہیں کر سکتا ، ہاں بطور معارضہ بالمثل جو ہم

نے استدلال کیا ہے اس میں بفضلہٖ تعالیٰ تقریب تام ہے، کیونکہ ہمارادعوی عدم وفات بموت طبعی ہے، اور بقول مرزا صاحب حسب الحکم آیت کریمہ جب ہم نے اہل کتاب سے وفات مسیح بموت طبعی کے متعلق سوال کیا تو دونوں گروہ نے بالاتفاق جواب دیا کہ نہیں۔اب ہم آیت قرآنی پر غور کرتے ہیں تو ان آیات میں کسی قدر تفصیل سے اس واقعہ کا بیان ہے، خصوصا سورۂ نساء:۱۵۷، والی آیت۔

اور مفتی شفیعؒ اس آیت کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ:اس آیت کے الفاظ و معانی میں بعض فرقوں نے تحریفات کا دروازہ کھولا ہے، جو تمام امت کے خلاف عیسی علیہ السلام کی حیات اور آخر زمانہ میں نزول کے منکر ہیں۔اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان الفاظ کی تشریح وضاحت کے ساتھ کردی جائے۔''**واللہ خیر الماکرین**'' لفظ''مکر''عربی زبان میں لطیف وخفیہ تدبیر کو کہتے ہیں، اگر وہ اچھے مقصد کے لئے ہو، تو اچھا ہے، اور برائی کے لئے ہو تو برا ہے، اسی لئے''**ولا یحیق المکر السیئ**'' میں مکر کے ساتھ''سیئ'' کے قید لگائی، اردو زبان کے محاورات میں مکر صرف سازش اور بری تدبیر اور حیلہ کے لئے بولا جاتا ہے، اس سے عربی محاورات پر شبہ نہ کیا جائے، اسی لئے یہاں اللہ کو''خیر الماکرین'' کہا گیا، مطلب یہ ہے کہ یہود نے عیسی علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور خفیہ تدبیریں شروع کردیں، حتی کہ بادشاہ کے کان بھردیئے کہ یہ شخص (معاذاللہ) ملحد ہے، تورات کو بدلنا چاہتا ہے، سب کو بددین بنا کر چھوڑے گا، اس نے مسیح علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم دیدیا۔ادھر یہ ہورہا تھا اور ادھر حق تعالی کی لطیف وخفیہ تدبیر ان کے توڑ میں اپنا کام کررہی تھی جس کا ذکر اگلی آیات میں ہے۔

''**انی متوفیک**'' لفظ''متوفی'' کا مصدر''توفی'' اور مادہ''وفی'' ہے اس کے اصل معنی عربی لغت کے اعتبار سے پورا پورا لینے کے ہیں، وفاء، ایفاء، استیفاء، اسی معنی کے لئے بولے جاتے ہیں، توفی، کے بھی اصلی معنی پورا پورا لینے کے ہیں، تمام کتب لغت عربی زبان کی اس پر شاہد ہیں، اور چونکہ موت کے وقت انسان اپنی اجل مقدر پوری کرلیتا ہے، اور اللہ کی دی ہوئی روح پوری لے لی جاتی ہے، اس کی مناسبت سے یہ لفظ بطور کنایہ موت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اور موت کا ایک ہلکا سا نمونہ روزانہ انسان کی نیند ہے، اس کے لئے بھی قرآن کریم میں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے:(زمر:۴۲)۔جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ لے لیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت

،اور جن کی موت نہیں آتی ان کی نیند کے وقت ۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے الجواب الصحیح :۸۳/۲، میں فرمایا:التوفی فی لغة العرب معناها القبض والاستیفاء ،وذلک ثلاثة انواع، احدها التوفی فی النوم ،و الثانی توفی الموت، و الثالث توفی الروح وا لبدن جمیعا۔

اورکلیات ابوالبقاء میں ہے،التوفی الاماتة وقبض الروح وعلیه استعمال العامة ،واخذ الحق، وعلیه استعمال البلغاء ۔اسی لئے آیت مذکورہ میں لفظ ''متوفیک'' کا ترجمہ اکثر علماء نے پورا لینے سے کیا ہے،جیسا کہ ترجمہ شیخ الہند میں مذکور ہے،اس ترجمہ کے لحاظ سے مطلب واضح ہے، کہ ہم آپ کو یہودیوں کے ہاتھ میں نہ چھوڑیں گے، بلکہ خود آپ کو لے لیں گے۔جس کی صورت یہ ہوگی کہ اپنی طرف اسمان پر چڑھا لیں گے۔

اور بعض نے اس کا ترجمہ موت دینے سے کیا ہے،اور یہی ترجمہ مفسر قرآن عبداللہ بن عباسؓ سے اسانید صحیحہ کے ساتھ منقول ہے،مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی منقول ہے کہ معنی آیت کے یہ ہیں، کہ حق تعالی نے اس وقت جبکہ یہودی آپ کے قتل کے درپے تھے آپ کی تسلی کے لئے دو لفظ ارشاد فرمائے ،ایک یہ کہ آپ کی موت ان کے ہاتھوں قتل کی صورت میں نہیں بلکہ طبعی موت کی صورت میں ہوگی ۔

دوسرا یہ کہ اس وقت ان لوگوں کے نرغہ سے نجات دینے کی ہم یہ صورت کریں گے کہ آپ کو اپنی طرف اٹھا لیں گے، یہی تفسیر عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے۔تفسیر درمنثور میں ابن عباسؓ کی یہ روایت اس طرح منقول ہے:عن ابن عباسؓ فی قوله تعالی'' انی متوفیک ورافعک الیّ'' یعنی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان. درمنثور.

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آیت ''انی متوفیک''و''رافعک الی'' کی تفسیر میں یہ لفظ نقل کئے ہیں کہ میں آپ کو اپنی طرف اٹھالوں گا، پھر آخر زمانہ میں آپ کو طبعی طور پر وفات دوں گا۔

اس تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ ''توفی'' کے معنی موت ہی کے ہیں،مگر الفاظ میں تقدیم وتاخیر ہے،رافعک کا پہلے اور متوفیک کا وقوع بعد میں ہوگا،اور اس موقع پر متوفیک کو مقدم ذکر کرنے کی حکمت ومصلحت اس

پورے معاملے کی طرف اشارہ کرنا ہے، جو آگے ہونے والا ہے، یعنی یہ اپنی طرف بلالینا ہمیشہ کے لئے نہیں، چند روزہ ہوگا اور پھر آپ اس دنیا میں آئیں گے اور دشمنوں پر فتح پائیں گے۔ اور بعد میں طبعی طور پر آپ کی موت واقع ہوگی، اس طرح دوبارہ آسمان سے نازل ہونے اور دنیا پر فتح پانے کے بعد موت آنے کا واقعہ ایک معجزہ بھی تھا، اور عیسی علیہ السلام کے اعزاز واکرام کی تکمیل بھی۔

نیز اس میں عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت کا ابطال بھی تھا، ورنہ ان کے زندہ آسمان پر چلے جانے کے واقعہ سے ان کا یہ عقیدہ باطل اور پختہ ہوجاتا، کہ وہ بھی اللہ تعالی کی طرح حی وقیوم ہے، اس لئے پہلے ''متوفیک'' کا لفظ ارشاد فرما کر ان تمام خیالات کا ابطال کردیا پھر اپنی طرف بلانے کا ذکر فرمایا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کفار ومشرکین کی مخالفت وعداوت تو انبیاء علیہم السلام سے ہمیشہ ہی ہوتی چلی آئی ہے، اور عادۃ اللہ یہ رہی ہے کہ جب کسی نبی کی قوم اپنے افکار اور ضد پر جمی رہی، پیغمبر کی بات نہ مانی، ان کے معجزات دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لائی، تو دوصورتوں میں سے ایک صورت کی گئی ہے۔

یا تو اس قوم پر آسمانی عذاب بھیج کر سب کو فنا کردیا گیا، جیسے عاد، وثمود، اور قوم لوط علیہ السلام، وقوم صالح علیہ السلام کے ساتھ معاملہ کیا گیا، یا پھر یہ صورت ہوتی کہ اپنے پیغمبر کو اس دار الکفر سے ہجرت کرا کے کسی دوسری طرف منتقل کیا گیا، اور وہاں ان کو وہ قوت وشوکت دی گئی کہ پھر اپنی قوم پر فتح پائی، ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے ہجرت کرکے شام میں پناہ لی، اسی طرح موسی علیہ السلام نے مصر سے ہجرت کرکے شام تشریف لائے، اور آخر میں خاتم الانبیاء ﷺ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے، پھر وہاں سے حملہ آور ہوکر مکہ فتح کیا۔ یہودیوں کے نرغہ سے بچانے کے لئے یہ اسمان پر بلالینا بھی درحقیقت ایک قسم کی ہجرت تھی، جس کے بعد وہ پھر دنیا میں واپس آکر یہودیوں پر مکمل فتح حاصل کریں گے۔

رہا یہ معاملہ کہ ان کی یہ ہجرت سب سے الگ آسمان کی طرف کیوں ہے؟ تو حق تعالی نے ان کے بارے میں خود فرمادیا ہے کہ ان کی مثال آدم علیہ السلام کی سی ہے، جس طرح آدم علیہ السلام کی پیدائش عام مخلوقات کے طریق پیدائش سے مختلف بغیر ماں باپ کے ہے، اسی طرح ان کی پیدائش عام انسانوں کی پیدائش سے مختلف

صورت میں ہوئی، اورموت بھی عجیب وغریب طریقہ سے صدہا سال کے بعد دنیامیں آ کرعجیب ہوگی، تواس میں کیا تعجب ہے کہ ان کی ہجرت بھی کسی ایسے عجیب طریقہ سے ہو۔

یہی عجائب قدرت تو جاہل نصاری کے لئے اس عقیدہ میں مبتلا ہونے کا سبب بن گئے، کہ ان کواللہ کہنے لگے، حالانکہ انہی عجائب کے ہرقدم اور ہر چیز پرغور کیا جائے تو ہرایک واقعہ میں ان کی عبدیت وبندگی اور تابع فرمان الٰہی ہونے اور بشری خصائص سے متصف ہونے کے دلائل ہیں۔

اوراسی لئے ہرایسے موقع پرقرآن حکیم میں عقیدہ الوہیت کے ابطال کی طرف اشارہ کردیاہے، آسمان پراٹھانے سے یہ شبہ بہت قوی ہوجاتا، اس لئے ''متوفیک'' کو پہلے بیان کرکے شبہ کا قلع قمع کردیا، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں یہود کی تردید تو مقصود ہی ہے کہ یہود جوعیسی علیہ السلام کوقتل کرنے اورصولی دینے کا عزم کررہے تھے، اللہ تعالی نے ان کے عزائم کوخاک میں ملادیا۔اس تقدیم وتاخیرالفاظ کے ذریعہ اسی کے ساتھ نصاری کی بھی تردید ہوگئی۔کہ وہ اللہ نہیں جوموت سے بری ہوں، ایک وقت آئے گا جب ان کو بھی موت آئے گی۔

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں فرمایا کہ قرآن کریم میں اس طرح کی تقدیم وتاخیراسی طرح کے مصالح کے ماتحت بکثرت آئی ہے کہ جوواقعہ بعد میں ہونے والا تھا اس کو پہلے اور پہلے ہونے والے واقعہ کوبعد میں بیان فرمایا تفسیر کبیر۔

''ورافعک الی'' اس کا مفہوم ظاہر ہے کہ عیسی علیہ السلام کوخطاب کرکے کہا گیا ہے، کہ آپ کواپنی طرف اٹھالوں گا، اورسب جانتے کہ عیسی نام صرف روح کا نہیں بلکہ روح مع الجسد کا ہے، تورفع عیسی کا یہ مفہوم لینا کہ صرف رفع روحانی ہوا، جسمانی نہیں اٹھایا گیا، بالکل غلط ہے، رہا یہ کہ لفظ ''رفع'' کبھی بلندی مرتبہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ''ورفع بعضکم فوق بعض درجات''(انعام:١٦٥) اور یرفع اللہ الذین امنوا منکم و الذین اتوا العلم درجات (مجادلہ:١١)وغیرہ آیات میں مذکور ہے۔تو یہ ظاہر ہے کہ لفظ رفع درجہ کے معنی میں استعمال کرنا ایک مجاز ہے جوقرائن کی بناپر مذکورہ آیات میں ہوا ہے، یہاں حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی لینے کی کوئی وجہ نہیں، اس کے علاوہ اس جگہ لفظ رفع کے ساتھ لفظ ''الی'' استعمال فرما کراس مجازی معنی

کا احتمال بالکل ختم کردیا گیا ہے۔

اس آیت میں ''رافعک الی'' فرمایا اور سورۂ نساء کی آیت میں بھی جہاں یہودیوں کے عقیدہ کا رد کیا گیا وہاں بھی یہی فرمایا، وماقتلوہ یقینا ط بل رفعه الله الیه، الایة(۱۵۷، ۱۵۸) یعنی یہودیوں نے یقیناً عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا، بلکہ ان کو تو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا، اپنی طرف اٹھالینا روح مع الجسد کے اٹھا لینے ہی کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس آیت میں حق تعالی نے یہودیوں کے مقابلہ میں عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ وعدے فرمائے: سب سے پہلا وعدہ یہ تھا کہ ان کی موت یہودیوں کے ہاتھوں قتل کے ذریعہ نہیں ہوگی طبعی طور سے وقت موعود پر ہوگی ، اور وہ وقت موعود قرب قیامت میں آئے گا، جب عیسیٰ علیہ السلام اسمان سے زمین پر نازل ہونگے جیسا کہ احادیث صحیحہ متواترہ میں اس کی تفصیل موجود ہے اور اس کا کچھ حصہ آگے آئے گا۔

دوسرا وعدہ فی الحال عالم بالا کی طرف اٹھا لینے کا تھا، یہ اسی وقت پورا کردیا گیا، جس کے پورا کرنے کی خبر سورۂ نساء کی آیت میں اس طرح دے دی گئی ''وماقتلوہ یقنا بل رفعه الله الیه'' یقیناً ان کو یہودیوں نے قتل نہیں کیا، بلکہ حق تعالی نے اپنی طرف اٹھالیا۔

تیسرا وعدہ، ان کو دشمنوں کی تہمتوں سے پاک کرنے کا تھا ''ومطھرک من الذین کفروا'' میں وہ اس طرح پورا ہوا کہ خاتم الانبیاء ﷺ تشریف لائے ، اور یہود کے سب غلط الزامات کو صاف کردیا، مثلا یہود عیسی علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے ان کے نسب کو مطعون کرتے تھے، قرآن کریم میں اس الزام کو یہ فرما کر صاف کردیا کہ وہ محض اللہ کی قدرت اور اس کے حکم سے بلاباپ کے پیدا ہوئے ، اور یہ کوئی تعجب کی چیز نہیں۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش اس سے زیادہ تعجب کی چیز ہے کہ ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے۔

چوتھا وعدہ، ''وجاعل الذین اتبعوک'' میں ہے کہ آپ کے متبعین کو اپ کے منکرین پر قیامت تک غالب رکھا جائے گا، یہ وعدہ اس طرح پورا ہوا کہ یا اتباع سے مراد عیسی علیہ السلام کی نبوت کا اعتقاد اور اقرار مراد ہے، ان کے سب احکام پر ایمان و اعتقاد کی شرط نہیں، تو اس طرح نصاری اور اہل اسلام دونوں اس میں داخل ہو گئے کہ وہ عیسی علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے معتقد ہیں، یہ دوسری بات ہے کہ صرف اتنا اعتقاد نجات آخرت کیلئے

کافی نہیں، بلکہ نجات آخرت اس پر موقوف ہے کہ عیسی علیہ السلام کے تمام احکام پر اعتقاد وایمان رکھے، اور عیسی علیہ السلام کے قطعی اور ضروری احکام میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ان کے بعد خاتم الانبیاء ﷺ پر بھی ایمان لائیں، نصاری نے اس پر اعتقاد وایمان اختیار نہ کیا، اس لئے نجات آخرت سے محروم رہے۔ مسلمانوں نے اس پر بھی عمل کیا، اس لئے نجات اخرت کے مستحق ہو گئے، لیکن دنیا میں یہودیوں پر غالب رہنے کا وعدہ صرف عیسی علیہ السلام کی نبوت پر موقوف تھا، وہ دنیا کا غلبہ نصاری اور مسلمانوں کو بمقابلہ یہود ہمیشہ حاصل رہا اور یقیناً قیامت تک رہے گا۔

پانچواں وعدہ، قیامت کے روز ان مذہبی اختلافات کا فیصلہ فرمانے کا تو وہ وعدہ بھی اپنے وقت پر ضرور پورا ہوگا، جیسا کہ آیت میں ارشاد ہے "ثم الی مرجعکم فاحکم بینکم".

مسئلہ حیات ونزول عیسٰی علیہ السلام

دنیا میں صرف یہودیوں کا یہ کہنا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام مقتول ومصلوب ہو کر دفن ہو گئے، اور پھر زندہ نہیں ہوئے، اور ان کے اس خیال کی حقیقت قرآن کریم میں سورۂ نساء کی آیت میں واضح کر دی ہے، اور اس آیت میں بھی "ومکروا ومکر اللہ" میں اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ حق تعالی نے عیسٰی علیہ السلام کے دشمنوں کے کید اور تدبیر کو خود انہیں کی طرف لوٹا دیا، کہ جو یہودی عیسٰی علیہ السلام کے قتل کے لئے مکان کے اندر گئے تھے، اللہ تعالی نے انہیں میں سے ایک شخص کی شکل وصورت تبدیل کر کے بالکل عیسٰی علیہ السلام کی صورت میں ڈھال دیا، اور عیسٰی علیہ السلام کو زندہ اسمان پر اٹھالیا۔

آیت کے الفاظ یہ ہیں "وماقتلوہ وماصلبوہ ولکن شبہ لھم" نہ انہوں نے عیسٰی علیہ السلام کو قتل کیا نہ صولی چڑھایا لیکن تدبیر حق نے ان کو شبہ میں ڈالدیا کہ اپنے ہی آدمی کو قتل کر کے خوش ہوئے۔

اس کی مزید تفصیل سورۂ نساء میں آئے گی، نصاری کا کہنا یہ تھا کہ عیسی علیہ السلام مقتول ومصلوب تو ہو گئے مگر پھر دوبارہ زندہ کر کے اسمان پر اٹھالئے گئے، مذکورہ آیات میں ان کی اس غلط خیال کی بھی تردید کر دی، اور بتلا دیا کہ جیسے یہودی اپنی ہی آدمی کو قتل کر کے خوشیاں منا رہے تھے، اس سے یہ دھوکہ عیسائیوں کو بھی لگ گیا کہ

قتل ہونے والے عیسی علیہ السلام ہیں اس لئے "شبــــه لهـم" کے مصداق یہود کی طرح نصاری بھی ہوگئے، ان دونوں گروہوں کے بالمقابل اسلام کا وہ عقیدہ ہے جو اس آیات اور دوسری کئی آیاتوں میں وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالی نے ان کو یہودیوں کے ہاتھ سے نجات دینے کے لئے اسمان پر زندہ اٹھالیا، نہ ان کو قتل کیا جاسکا نہ صولی پر چڑھایا جاسکا۔ وہ زندہ اسمان پر موجود ہیں، قرب قیامت میں اسمان سے نازل ہوکر یہودیوں پر فتح پائیں گے اور آخر میں طبعی موت سے وفات پائیں گے، اسی عقیدہ پر تمام امت مسلمہ کا اجماع واتفاق ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر (۳۱۹) میں یہ اجماع نقل کیا ہے، قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث کی متواتر روایات سے یہ عقیدہ اور اجماع امت سے بھی ثابت ہے، یہاں اس کی پوری تفصیل کا موقع بھی نہیں، اور ضرورت بھی نہیں، کیونکہ علماء امت نے اس مسئلہ کو مستقل کتابوں اور رسالوں میں پورا پورا واضح فرمادیا ہے اور منکرین کے جوابات تفصیل سے دئے ہیں ان کا مطالعہ کافی ہیں۔

مثلا سید محمد انور شاہ کشمیری کی تصنیف بزبان عربی عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسٰی علیہ السلام، مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی کی تصنیف بزبان اردو حیات عیسٰی علیہ السلام، سید محمد ادریس کی تصنیف حیات مسیح علیہ السلام اور بھی سینکڑوں چھوٹے بڑے رسائل اس مسئلہ پر مطبوع ومشتہر ہو چکے ہیں، احقر نے بامر استاذ محترم سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری کی سو سے زیادہ احادیث جن سے عیسٰی علیہ السلام کا زندہ اٹھایا جانا اور پھر قرب قیامت میں نازل ہونا بتواتر ثابت ہوتا ہے ایک مستقل کتاب" التصریح" بماتواتر فی نزول المسیح میں جمع کردیا ہے، جس کو حال میں حواشی وشرح کے ساتھ حلب میں چھپوا کر شائع کیا ہے۔

اور حافظ ابن کثیر نے سورۂ احزاب کی آیت "وانـه لعلم للساعة" کی تفسیر میں لکھا ہے: **وقد تواترت الاحـاديـث عـن رسـول الله ﷺ انـه اخبر بنزول عيسى عليه السلام قبل يوم القيامة اماما عادلا الـخ**، یعنی رسول کریم ﷺ کی احادیث اس معاملہ میں متواتر ہیں کہ آپ ﷺ نے عیسی علیہ السلام کے قبل قیامت نازل ہونے کی خبر دی ہے، عیسی علیہ السلام کے زندہ اسمان پر اٹھائے جانے اور زندہ رہنے، پھر قرب قیامت میں نازل ہونے کا عقیدہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے، جن کو علماء امت نے مستقل

کتابوں، رسالوں کی صورت میں شائع کر دیا ہے، جن میں سے بعض کے نام اوپر درج ہیں۔

یہاں صرف ایک بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس پر نظر کرنے سے ذرا بھی عقل وانصاف ہوتو اس مسئلہ میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی، وہ یہ ہے کہ سورۂ ال عمران کی آیت (۳۳) میں حق تعالی نے انبیاء سابقین کا ذکر فرمایا تو آدم، نوح، آل ابراہیم، ال عمران، سب کا ذکر ایک ہی آیت میں اجمالا ذکر کرنے پر اکتفاء فرمایا، اس کے بعد بائس (۲۲) آیتوں میں عیسی علیہ السلام اوران کے خاندان کا ذکر اس بسط وتفصیل کے ساتھ کیا گیا کہ خود خاتم الانبیاء ﷺ جن پر قرآن نازل ہوا، ان کا ذکر بھی اتنی تفصیل کے ساتھ نہیں آیا عیسی علیہ السلام کی نانی کا ذکر ان کی نذر کا بیان، والدہ کی پیدائش، ان کا نام، ان کی تربیت کا تفصیلی ذکر عیسٰی علیہ السلام کا بطن مادر میں آنا، پھر ولادت کا مفصل حال، ولادت کے بعد ماں نے کیا کھایا پیا اس کا ذکر، اپنے خاندان میں بچے کو لے کر آنا، ان کے طعن وتشنیع، اول ولادت میں ان کو بطور معجزہ گویائی عطا ہونا، پھر جوان ہونا اور قوم کو دعوت دینا، ان کی مخالفت، حوارىین کی امداد، یہودیوں کا نرغہ، ان کو زندہ اسمان پر اٹھایا جانا وغیرہ، پھر احادیث متواترہ میں ان کی مزید صفات شکل وصورت، ہیئت، لباس وغیرہ کی پوری تفصیلات، یہ ایسے حالات ہیں کہ پورے قرآن وحدیث میں کسی نبی ورسول کے حالات اس تفصیل سے بیان نہیں کئے گئے۔ یہ بات ہر انسان کو دعوت فکر دیتی ہے کہ ایسا کیوں اور کس حکمت سے ہوا۔ ذرا بھی غور کیا جائے تو بات صاف ہو جاتی ہے کہ خاتم الانبیاء ﷺ چونکہ آخری نبی ورسول ہیں کوئی دوسرا نبی آپ ﷺ کے بعد آنے والا نہیں، اس لئے آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات میں اس کا بڑا اہتمام فرمایا کہ قیامت تک جو مراحل امت کو پیش آنے والے ہیں ان کے متعلق ہدایات دیدیں، اس لئے آپ نے ایک طرف تو اس کا اہتمام فرمایا کہ آپ ﷺ کے بعد قابل اتباع کون لوگ ہوں گے؟ ان کا تذکرہ اصولی طور پر عام اوصاف کے ساتھ بھی بیان فرمایا، بہت سے علماء کے نام متعین کر کے بھی امت کو ان کے اتباع کی تاکید فرمائی، اس کے بالمقابل ان گمراہ لوگوں کا بھی پتہ دیا جن سے امت کے دین کو خطرہ تھا۔ بعد کے آنے والے گمراہوں میں سب سے بڑا شخص مسیح دجال تھا، جس کا فتنہ سخت گمراہ کن تھا، اس کے اتنے حالات وصفات بیان فرما دیئے کہ اس کے آنے کے وقت امت کو اس کے گمراہ ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے، اسی طرح بعد کے آنے والے مصلحین

اورقابل اقتداء بزرگوں میں سب سے زیادہ عظیم عیسی علیہ السلام ہیں، جن کوحق تعالی نے نبوت ورسالت سے نوازا،اورفتنہ دجال میں امت مسلمہ کی امداد کے لئے ان کوآسمان میں زندہ رکھااورقرب قیامت میں ان کوقتل دجال کے لئے مامورفرمایا،اس لئے ضرورت تھی کہ ان کے حالات وصفات بھی امت کوایسے واشگاف بتلائے جائے جن کے بعدنزول عیسٰی علیہ السلام کے وقت کسی انسان کوانکے پہچاننے میں کوئی شک وشبہ نہ رہ جائے۔اس میں بہت سی حکم ومصالح ہیں اول یہ کہ اگرامت کوان کے پہچاننے ہی میں اشکال پیش آیاتوان کےنزول کا مقصدبھی فوت ہوجائے گا۔امت مسلمہ ان کے ساتھ نہ جڑے گی ،تووہ امت کی امدادونصرت کسی طرح فرمائیں گے؟ دوسرے یہ کہ عیسٰی علیہ السلام اگرچہ اس وقت فرائض نبوت ورسالت پر مامورہوکردنیامیں نہ آئیں گے بلکہ امت محمدیہ کی قیادت وامانت کے لئے بحثیت خلیفہ رسول تشریف لائیں گے،مگرذاتی طور پرجوان کومنصب نبوت ورسالت حاصل ہے اس سے معزول بھی نہ ہونگے بلکہ اس وقت ان کی مثال اس گورنرکی سی ہوگی جواپنے صوبے کا گورنرہے۔مگرکسی ضرورت سے دوسرے صوبہ میں چلا گیاہے ،تووہ اگرچہ صوبے میں گورنرکی حیثیت پرنہیں مگراپنے عہدۂ گورنری سےمعزول بھی نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ عیسی علیہ السلام اس وقت بھی صفت نبوت ورسالت سے الگ نہیں ہونگے ،اورجس طرح ان کی نبوت سےانکار پہلے کفرتھااس وقت بھی کفرہوگا،توامت مسلمہ جوپہلے سےان کی نبوت پرقرآنی ارشادات کی بناپرایمان لائیں ہوئے ہیں۔اگرنزول کے وقت ان کونہ پہچانے توانکارمیں مبتلاہوجائے گی۔اس لئے ان کی علامات وصفات کوبہت زیادہ واضح کرنے کی ضرورت تھی۔تیسرے یہ کہ نزول عیسٰی علیہ السلام کاواقعہ تودنیا کی آخری عمرمیں پیش آئے گا،اگران کی علامات وحالات مبہم ہوتے توبہت ممکن ہے کہ کوئی دوسراآدمی دعوی کربیٹھے کہ میں مسیح عیسی بن مریمؑ ہوں۔ان علامات کے ذریعہ اس کی تردیدکی جاسکے گی ،جیسا کہ ہندوستان میں مرزاقادیانی نے دعوی کیا کہ میں مسیح موعودہوں،اورعلماءامت نے انہی علامات کی بناءپراس کی قول کوردکیا۔خلاصہ یہ ہے کہ اس جگہ اور دوسرے مواقع میں عیسٰی علیہ السلام کے حالات وصفات کااتنی تفصیل کے ساتھ بیان ہوناخودان کےقرب قیامت میں نازل ہونے اوردوبارہ دنیامیں تشریف لانے ہی کی خبردے رہاہے۔

وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ
اور تمہیں کافروں کی طعن سے پاک کر دوں گا اور جو لوگ
فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْآ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ
تمہاری پیروی کریں گے اُن کو کافروں پر قیامت تک فائق (وغالب) رکھوں گا۔ پھر تم سب میرے پاس لوٹ کر آؤ گے
فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ
تو جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے اس دن تم میں اُن کا فیصلہ کر دوں گا ۔یعنی جو کافر ہوئے
کَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ
اُن کو دنیا اور آخرت (دونوں) میں سخت عذاب دوں گا اور اُن کا کوئی مدد گار نہ ہو گا ۔
نّٰصِرِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ
اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اُن کو اللہ پورا پورا صلہ دے گا
وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۷﴾ ذٰلِکَ نَتْلُوْهُ عَلَیْکَ مِنَ الْاٰیٰتِ
اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا ۔ (اے محمدﷺ) یہ ہم تم کو (اللہ کی) آیتیں اور حکمت بھری نصیحتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں
وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهُ مِنْ
عیسٰی کا حال اللہ کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اُس نے (پہلے) مٹی سے اُن کا قالب بنایا پھر فرمایا کہ
تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ کُنْ فَیَکُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ
(انسان) ہو جا تو وہ (انسان) ہو گئے ۔ (یہ بات) تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے سو تم ہرگز شک کرنے والوں میں
الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ
نہ ہونا ۔ پھر اگر یہ لوگ عیسٰی کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقتِ حال تو معلوم ہو ہی چلی ہے تو اُن سے کہنا

تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَ نَا وَأَبْنَآءَ كُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ كُمْ وَأَنْفُسَنَا وأَنْفُسَكُمْ
کہ آ ؤ ہم اپنے بیٹوں اورعورتوں کو بلائیں، تم اپنے بیٹوں اورعورتوں کو بلاؤ اور ہم خودبھی آ ئیں اورتم خودبھی آ ؤ
ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ
پھر دونوں فریق (اللہ سے) دعا والتجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں ۔ یہ تمام بیانات صحیح ہیں
الْحَقُّ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللهُ وَإِنَّ اللهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا
اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک اللہ غالب اور حکمت والا ہے ۔ تو اگر یہ لوگ پھر جائیں
فَإِنَّ اللهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ
تو اللہ مفسدوں کو خوب جانتا ہے ۔ کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان
سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ
یکساں ہے اُس کی طرف آ ؤ، وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اُس کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے
بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾
کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔ اگر یہ لوگ نہ مانیں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو ہم (اللہ کے) فرمانبردار ہیں۔[٦]
يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَمَا
اے اہل کتاب تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو حالا نکہ
أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيْلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهٖ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٥﴾ هٰأَنْتُمْ
تورات اور انجیل اُن کے بعد اُتری ہیں تو کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ سنو! ایسی بات میں

---

[٦] اس مقام پر مولانا، نانوتوی نے تفسیر مظہری میں اتباع سنت کے متعلق اور مسئلہ ربوبیت کی تفصیل کرتے ہوئے

بے مثال اور عظیم الشان بحث کیا ہے فرماتے ہیں، عدی بن حاتمؓ راوی ہیں کہ جب آیت "اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ" (التوبة: ۳۱) نازل ہوئی، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو علماء اور مشائخ کا پوجا نہیں کرتے تھے فرمایا: کیا وہ (اپنی مرضی سے اشیاء کو) تمہاری لئے حلال حرام نہیں کرتے تھے؟ اور پھر تم ان کے قول پر عمل کیا کرتے تھے، میں نے عرض کیا جی ہاں، ایسا کرتے تھے، فرمایا یہی تو وہ ہے (یعنی یہی تو غیر اللہ کو رب بنانا ہوا) ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

اطاعت رسول حقیقت میں اللہ ہی کی اطاعت ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں، اللہ نے فرمایا: ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ (نساء: ۸۰) اسی طرح علما، اولیاء، حکام، اور بادشاہوں کا حکم جب شریعت کے موافق ہو اللہ ہی کی اطاعت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ" (۵۹: نساء) اور جو خلاف شرع ہو اس کی اطاعت غیر اللہ کی ربوبیت کو تسلیم کرنا ہے۔ رواہ الشیخان فی صحیحهما، وابوداود والنسائی۔

عمران بن حصینؓ اور حکیم بن عمرو غفاریؓ کی روایت ہے کہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ اس مقام سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ اگر کسی کی تحقیق میں کوئی مرفوع حدیث صحیح ثابت ہو جائے اور اس کے مقابل دوسری حدیث نہ ہو اور نہ ہی کوئی حدیث اس کی ناسخ ہو، اور امام ابوحنیفہ کا فتوی حدیث مذکورہ کے خلاف ہو، اور باقی ائمہ میں سے کسی امام کا مسلک حدیث مذکورہ کے موافق ہو، تو اس صورت میں حدیث کا اتباع واجب ہے، ایسی حالت میں اگر امام اعظم کے فتوے پر جمار ہے، تو گویا یہ غیر اللہ کی ربوبیت کی تسلیم ہوگی۔ بیہقی نے مدخل میں صحیح اسناد کے ساتھ عبداللہ بن مبارک کا قول نقل کیا ہے، ابن مبارک نے کہا کہ میں نے خود ابوحنیفہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث مل جائے تو ہمارے سر، آنکھوں پر، اور اگر کسی صحابی کا قول مل جائے تو ان کے اقوال سے ہم (کسی مسلک کو) ترجیح دیں گے، اور کسی تابعی کا قول ہو تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔

بیہقی نے روضۃ العقلاء سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام اعظمؒ ابوحنیفہ نے فرمایا: رسول اللہ کی حدیث اور صحابہ کے قول کے مقابل میں میرے قول کو ترک کر دو۔ یہ بھی منقول ہے، کہ امام صاحب نے فرمایا: اگر حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے، ہم نے عمل بالحدیث کے لئے یہ شرط لگائی، کہ چاروں اماموں میں سے کسی امام کا قول اس حدیث کے موافق ہونا ضروری ہے، اس شرط کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں حدیث کے خلاف عمل کرنے سے اجماع کی

خلاف ورزی لازم ہوجائے گی۔ کیونکہ تیسری یا چوتھی قرن کے بعد فرعی مسائل میں اہل سنت کے چار فرقے ہو چکے، کوئی پانچواں مذہب باقی نہ رہا۔ پس گویا اس امر پر اجماع ہو گیا، کہ جو قول ان چاروں کے خلاف ہو، وہ باطل ہے اور رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ میری امت کا اتفاق گمراہی پر نہیں ہوگا۔ اللہ تعالی نے بھی فرمایا ہے: وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ من بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (نساء: ۱۱۵).

اس کے علاوہ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ یہ بات تو ممکن ہے کہ حدیث مذکورہ کا علم چاروں اماموں میں سے کسی کو نہ ہوا ہو، اور نہ ان کے شاگردوں میں سے کسی بڑے عالم کو اطلاع ہو، اس سے معلوم ہوا کہ اگر سب نے بالاتفاق حدیث مذکورہ کے خلاف فتوی دیا ہے اور حدیث پر عمل ترک کر دیا ہے، تو اس کی وجہ صرف یہ ہوگی کہ اس حدیث کو کسی دوسری حدیث سے انہوں نے منسوخ یا مؤول قرار دیا ہے۔ [یہ قول اگر چہ اکثر علماء کا ہے جیسا کہ امام نوویؒ ابوعمرو ابن صلاح سے نقل کرتا ہے: قال الشيخ ابوعمرو فمن وجدمن الشافعية حديثايخالف مذهبه ،نظران كملت الآت الاجتهادفيه مطلقا،اوفى ذلك الباب او المسئلة ،كان له الاستقلال بالعمل به ،وان لم تكمل وشق عليه مخالفة الحديث بعدان بحث فلم يجدلمخالفته عنه جواباشافيا،فله العمل به، وان كان عمل به امام مستقل غير الشافعي، ويكون هذاعذراله في ترک مذهب امامه هنا،وهذا الذى قاله حسن متعين ،والله اعلم.قلت وهناك صورة اخرى، لم يتعرض لذكرهاابن الصلاح، وهى فيمااذالم يجدمن عمل بالحديث فمايصنع ؟اجاب عن هذاتقى الدين السبكى فى رسالة ،معنى قول الشافعى اذاصح الحديث ،ص: ۱۰۲/۳،فقال والاولى عندى اتباع الحديث وليفرض الانسان نفسه بين يدى النبىﷺوقدسمع ذلک منه، ايسعه التاخرعن العمل به؟لاوالله، وكل واحدمكلف بحسب فهمه وتمام هذا البحث وتحقيقه تجده فى اعلام المؤقعين : ۲/۳۰۲، ۳۷۰، اور، ۱/۷. میں جو کہ امام شافعیؒ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اجمع المسلمون على ان من استبانت له سنة رسول اللهﷺلم يكن له ان يدعهالقول احدمن الناس ـوكتاب الفلانى المسمى ايقاظ همم اولى الابصارللاقتداء بسيد المهاجرين والانصار،وتحذيرهم عن الابتداع الشائع فى القرى والامصار،من تقليد المذاهب مع الحمية و العصبية بين فقهاء الاعصار،وهو كتاب فذ فى بابه يجب على كل محب

للحق ان يدرسه دراسة تفهم وتدبر.

اورابن ابی العزؒ (التنبیہ: ۴۰۰، میں لکھتا ہے: ولكن لاعذر لمن بلغه الحديث الصحيح ۔اوراسی طرح علماء اربعہ کا یہ قول مطلق جو کہ مشہور ہے کہ اذا صح الحديث فهو مذهبي ۔اس قول کی تائید کرتا ہے۔

فائدہ:۱۔ اگر علماء شرع کسی مسئلہ کے جواز یا عدم جواز کا فیصلہ کر چکے ہوں، تو پھر اس فتوے کی خلاف ورزی یہ کہہ کر کرنا جائز نہیں، کہ مشائخ صوفیہ کا طریقہ اس کے علاوہ ہے، اور ہم صوفیہ کے طریقہ کے پابند ہیں، حقیقت میں صوفیائے کرام نے شرع کے خلاف کبھی کوئی کام نہیں کیا۔شریعت کا بگاڑ تو ان جاہلوں کی وجہ سے ہوا، جو صوفیہ کے پیچھے آئے (اور تصوف کے علمبردار بنے)۔

فائدہ:۲۔ اولیاء اور شہداء کے مزارات پر سجدے لگانا، طواف کرنا، چراغ روشن کرنا۔ان پر مسجدیں قائم کرنا، عید کی طرح مزارات میں عرس کے نام پر میلے لگانا، جس طرح آج کل جاہل کرتے ہیں۔جائز نہیں۔

ام المومنین عائشہؓ اور ابن عباسؓ راوی ہیں، کہ مرض (وفات) میں رسول اللہ ﷺ نے دھاری دار کمبل سے چہرہ مبارک ڈھانپ لیا، اور دم گھٹا، تو منہ سے ہٹا دیا، اور اسی حالت میں فرمایا: یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت، انہوں اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول پاک ﷺ نے اس ارشاد میں یہود و نصاری کے فعل سے مسلمانوں کو باز داشت کی، (بخاری، ومسلم، امام احمد، اور ابوداؤد طیالسی نے بھی اسامہ بن زیدؓ کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے)۔

حاکم نے ابن عباسؓ کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے، اور اس کو صحیح بھی کہا ہے، کہ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر، اور ان لوگوں پر جو قبروں پر سجدہ گاہ بناتے اور چراغ جلاتے ہیں، اللہ کی لعنت ہو۔مسلم نے جندبؓ بن عبدالملک کا قول نقل کیا ہے۔جندبؓ کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا، وفات سے پانچ رات پہلے، رسول پاک ﷺ فرما رہے تھے، ہوشیار! قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تاکید کے ساتھ تم کو اس کی ممانعت کرتا ہوں۔

هَٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ
تو تم نے جھگڑا کیا ہی تھا جس کا تمہیں کچھ علم تھا مگر ایسی بات میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تم کو کچھ
عِلْمٌ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُوْدِيًّا
بھی علم نہیں او ر اللہ جانتا ہے او رتم نہیں جانتے ۔ ابراہیم نہ تو یہود ی تھے
وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾
اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بےتعلق ہوکر ایک (اللہ) کے ہو رہے تھے اور اُسی کے فرمانبردار تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے
إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا
ابراہیم سے قرب رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جو اُن کی پیروی کرتے ہیں اور یہ پیغمبر (آخرالزماں) اور وہ لوگ جو ایمان
وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ
لائے ہیں اور اللہ مومنوں کا کارساز ہے ۔ (اے اہل اسلام) بعضے اہل کتاب اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ تم کو گمراہ
وَمَا يُضِلُّوْنَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ
کردیں مگر یہ (تم کو کیا گمراہ کریں گے) اپنے آپ کو ہی گمراہ کر رہے ہیں اور نہیں جانتے ۔ اے اہل کتاب تم اللہ کی آیتوں
بِآيٰتِ اللّٰهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰٓأَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ
سے کیوں انکار کرتے ہو اور تم (تورات کو) مانتے تو ہو ۔ اے اہل کتاب تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ خلط ملط کیوں کرتے ہو
بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ
اور حق کو کیوں چھپاتے ہو اور تم جانتے بھی ہو ۔ اور اہل کتاب ایک دوسرے سے کہتے ہیں
الْكِتَابِ آمِنُوْا بِالَّذِيْٓ أُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ
کہ جو (کتاب) مومنوں پر نازل ہوئی ہے اُس پر دن کے شروع میں تو ایمان لے آیا کرو

وَاكْفُرُوْآ اٰخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْآ اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ

اور اُس کے آخر میں انکار کر دیا کروتا کہ وہ (اسلام سے) برگشتہ ہو جائیں۔اور اپنے دین کے پیرو کے سوا کسی اور کے قائل نہ ہونا

قُلْ إِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ أَنْ يُّؤْتٰى أَحَدٌ مِّثْلَ مَآ أُوْتِيْتُمْ

(اے پیغمبر) کہہ دو کہ ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے (وہ یہ بھی کہتے ہیں) یہ بھی (نہ ماننا) کہ جو چیز تم کو ملی ہے ویسی کسی اور کو ملے گی

أَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

یا وہ تمہیں اللہ کے روبرو قائل معقول کرسکیں گے۔ یہ بھی کہہ دو کہ بزرگی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ

اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔(۷) وہ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے

---

(۷) طائفہ اہل کتاب سے مراد یہود ہیں، اور ''امنوا'' میں ایمان لانے سے مراد بطور نفاق اظہار ایمان ہے۔اور ''الذین امنوا'' سے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام مراد ہیں ''وجہ النھار'' سے دن کا پہلا حصہ اور ''اخر النھار'' سے دن کا اخری حصہ یعنی شام مراد ہے، یہودی اسلام کی بڑھتی ہوئی شان وشوکت دیکھ کر حسد وبغض سے جل اٹھے تھے، اور ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے، چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرنے اور اسلام کا وقار ان کے دلوں میں کم کرنے کے لئے اجتماعی منصوبہ تیار کیا، اور اس منصوبے کے کرتے دھرتے یہود کے بڑے بڑے عالم تھے، چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ صبح کے وقت ظاہری طور محض زبانی اسلام قبول کرلیا کریں، اور شام کو دین اسلام سے بیزاری کا اعلان کر دیا کریں، اور اس کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہم نے اپنی کتابوں کو دیکھا، اور اپنے علماء سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ دین (العیاذ باللہ) سچا نہیں ،اس لئے ہم نے اس کو چھوڑ کر پھر سے اپنا پہلا دین قبول کرلیا ہے، نیز وہ کہتے، سارا دن اس پیغمبر کے پاس گذارا ہے، پیغمبروں اور ولیوں کے بےادبی کے سوا اس سے اور کچھ نہیں سنا، وہ صاف کہتا ہے کہ نبی اور ولی نہ کارساز ہیں نہ حاجت روا۔اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ جب ہم اسلام کو چھوڑ کر اس کے بارے میں مذکورہ بالا ریمارکس دیں گے،

تو مسلمانوں کے دلوں میں بھی یہ خیال پیدا ہوگا، جب پہلی کتابوں کے اتنے بڑے عالم اسلام سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ دین سچا نہیں، اس طرح مسلمانوں میں بھی اسلام سے بیزاری اور برگشتگی پیدا ہو جائے گی، اور اسلام کی ترقی رک جائے گی۔لیکن اللہ تعالی، جو غیب وشہادت کا جاننے والا ہے، اس نے مسلمانوں پر یہودیوں کا یہ منصوبہ منکشف کر کے اسے ناکام بنا دیا۔

ومعنی الایة، ان الیھود قال بعضھم لبعض اظھروا الایمان بمحمد ﷺ اول النھار، ثم اکفروا به اخرہ، فانکم اذافعلتم ذلک ظھر لمن یتبعه ارتیاب فی دینه، فیرجعون عن دینه الی دینکم، ویقولون ان اھل الکتاب اعلم به منا. (قرطبی) قال الحسن والسدی تواطأ اثناعشر رجلا من احبار یھود خیبر، وقری عرنیة، وقال بعضھم لبعض ادخلوا فی دین محمد ﷺ اول النھار باللسان، دون الاعتقاد، واکفروا اخر النھار، وقولوا انا نظرنا فی کتبنا وشاورنا علماء نا، فوجدنا محمدا ﷺ لیس بذاک، وظھر لنا کذبه وبطلان دینه، فاذا فعلتم ذلک شک اصحابه فی دینھم، فقالوا انھم اھل الکتاب، وھم اعلم به، فیرجعون عن دینھم الی دینکم (روح المعانی).

﴿أَنْ يُؤْتَى أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيتُمْ﴾ یہ بھی ان منصوبہ ساز احبار یہود ہی کا قول ہیں، البتہ "قل ان الھدی ھدی اللہ" جملہ معترضہ ہے جو قول یہود کا جواب ہے، اور "ان یؤتی" جملہ استفہامیہ ہے اور ہمزہ استفہام محذوف ہے، اصل "أان یؤتی" تھا جیسا کہ ابن کثیر کی قرأت میں ہے، لیکن یہ استفہام انکاری ہے، اور "اویحاجوکم "یؤتی"، پر معطوف ہے، مطلب یہ ہے کہ یہودیوں نے آپس میں طے کیا کہ ظاہری طور پر اسلام کا اظہار تو مسلمانوں کے سامنے کر دینا، لیکن صدق دل سے اس کو نہ ماننا، اور نہ ہی اپنے دین کے متبعین کے علاوہ کسی کی یہ بات ماننا کہ تمہارے دین کی طرح کسی اور کا دین ہے، یا تمہاری کتاب کی طرح کسی اور دین والوں کے پاس بھی کوئی سچی کتاب ہے، یا یہ کہ کسی دوسرے دین والے اللہ کے پاس تم پر قیامت کے دن دلیل اور حجت سے غالب آجائیں گے۔

"قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ" یہ یہودیوں کے قول کی تردید ہے، یہودیوں نے جو یہ فرض کر رکھا تھا، کہ رسالت ونبوت بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص ہے، اس لئے ان کے علاوہ اور کسی قوم میں نہ کوئی نبی پیدا ہو سکتا ہے، اور نہ اللہ کی کوئی کتاب نازل ہو سکتی ہے، اصل میں یہودیوں کی مولویوں اور گدی نشینوں نے نبی کریم ﷺ کی تکذیب کا یہ ایک بہانہ تراشا تھا، اصل ضد تو ان کو مسئلہ توحید سے تھی، کیونکہ اس سے ان کی گدیوں اور آمدنیوں پر ضد پڑتی تھی، تو اللہ تعالی نے

الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ وَمِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهٖ إِلَيْكَ

اور اہل کتاب میں سے کوئی تو ایسا ہے کہ اگر تم اُس کے پاس (روپوں کا) ڈھیر رکھ دو تو تم کو (فورا) واپس دے دے

وَمِنْهُمْ مَّنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ

اور کوئی اس طرح کا ہے کہ اگر اُس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھو تو جب تک اُس کے سر پر ہر وقت کھڑے نہ رہو

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّيْنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللهِ

تمہیں دے ہی نہ دے۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ امیوں کے بارے میں ہم سے مواخذہ نہیں ہوگا، یہ اللہ پر محض جھوٹ

الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَإِنَّ اللهَ

بولتے ہیں اور (اس بات کو) جانتے بھی ہیں۔ ہاں جو شخص اپنے اقرار کو پورا کرے اور (اللہ سے) ڈرے تو اللہ

يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا

ڈرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ جو لوگ اللہ کے اقراروں اور اپنی قسموں (کو بیچ ڈالتے ہیں اور اُن) کے عوض تھوڑی سی

= ان کے اس خیال کا ابطال فرمایا، کہ فضل ورحمت کے خزانے جن میں رسالت ونبوت بھی شامل ہیں، سارے کے سارے اللہ کے قبضے میں ہیں، وہ ان میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے، اس کی رحمت صرف بنی اسرائیل ہی کے لئے مخصوص نہیں، اس کی رحمت نہایت وسیع اور بے پایان ہے جسے وہ اپنی رحمت کے کسی عطیہ کا مستحق سمجھتا ہے، اسے اس سے نواز دیتا ہے۔

أُولٰٓـئِکَ لَا خَلَاقَ لَهُـمْ فِـى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ

قیمت حاصل کرتے ہیں اُن کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں، اُن سے اللہ نہ کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز اُن کی طرف دیکھے گا

يَـوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَاِنَّ مِـنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَلْوٗنَ

اور نہ اُن کو پاک کرے گا اور اُن کو دردناک والا عذاب ہو گا ۔ اور ان (اہل کتاب) میں بعض ایسے ہیں

اَلْسِـنَتَهُـمْ بِـالْـكِتٰـبِ لِتَـحْسَبُـوْهُ مِـنَ الْـكِتٰـبِ وَمَـا هُـوَ

کہ کتاب (تورات) کو زبان بل دے کر پڑھتے ہیں تا کہ تم سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں کتاب میں سے ہیں۔

مِـنَ الْـكِتٰـبِ وَيَـقُـوْلُـوْنَ هُـوَ مِـنْ عِـنْـدِ اللّٰهِ وَمَـا هُـوَ مِـنْ عِـنْـدِ اللّٰهِ

حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا

وَيَـقُـوْلُـوْنَ عَـلَـى اللّٰهِ الْـكَـذِبَ وَهُـمْ يَـعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾ مَا كَـانَ لِبَشَرٍ

اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور جانتے بھی ہیں ۔ کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ اللہ تو اُسے

اَنْ يُـؤْتِيَـهُ اللّٰهُ الْـكِتٰـبَ وَالْـحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا

کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ

لِّـىْ مِـنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰـكِـنْ كُـوْنُـوْا رَبّٰـنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ

(اُس کو یہ کہنا سزاوار ہے کہ اے اہل کتاب) تم (علمائے) ربانی ہو جاؤ کیونکہ تم کتاب (اللہ)

وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ

پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو اور اس کو یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو

أَرْبَابًا ۭ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُمْ مُّسْلِمُونَ ﴿٨٠﴾

رب بنا لو۔ بھلا جب تم مسلمان ہو چکے تو کیا اُسے زیبا ہے کہ تمہیں کافر ہونے کو کہے ۔

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ

اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں پھر

جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ

تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اُس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اُس کی مدد کرنی ہوگی

قَالَ ءَ أَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ إِصْرِي ۭ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوا

اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اُس اقرار پر میرا ذمہ لیا (یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا) انہوں نے کہا (ہاں) ہم نے اقرار کیا

وَأَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِينَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ

(اللہ نے) فرمایا کہ تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ، گواہ ہوں ۔(۸) تو جو اُس کے بعد پھر جائیں وہ

---

[۸] اللہ تعالی نے اس عہد کا ذکر فرمایا جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کے پیشنگوئی کرنے کے بارے میں تمام انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا ہے، اللہ تعالی نے ہر پیغمبر سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اخرالزمان پیغمبر پر ایمان لائیں یعنی اسے اللہ کا سچا نبی مانے اور اپنی امت کو اس کی آمد کی اطلاع دے، اور انہیں حکم دے کہ اگر وہ اس کا زمانہ پائیں تو اس پر ایمان لائیں، شیخ حسین علیؒ کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد نبوت ملنے کے ساتھ ساتھ لیا گیا، یہ عہد و میثاق آپ کی سچائی کی بہت بڑی دلیل ہے، چنانچہ اہل کتاب کے سامنے پہلے اسے ہی پیش فرمایا کہ جناب محمد ﷺ وہ پیغمبر ہے جن پر ایمان لانے کا عہد تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں سے لیا گیا، سوائے اہل کتاب تورات، وانجیل میں تمہاری پیغمبروں سے بھی یہ عہد لیا جا چکا ہے، اور تورات اور انجیل پر ایمان لانے کا دعوی کر کے تم بھی اس پیغمبر پر ایمان لانے کا عہد کر چکے ہو، وہ معہود پیغمبر اب آ چکا ہے لہذا اس پر ایمان لاؤ اور ہر طریقہ سے اس کی نصرت اور مدد کرو۔

اسی مضمون کا ایک روایت علیؓ اور ابن عباسؓ سے ابن جریر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ: مـا بـعـث اللہ نبیـا من الانبیـاء

الااخذعليه الميثاق، لئن بعث اللهمحمداﷺوهو حی، ليؤمنن به وينصرنّه، وامره ان يأخذ الميثاق علی امته، لئن بعث محمدﷺوهم احياء ليؤمنن به ولينصرنّه.وفی رواية عند اللالكائی (۳/۵٦۰:)وخصُّوابميثاق اخرمن الرسالة و النبوة(كمافی سورة الاحزاب:۷) ۔یعنی علی رضی اللہ عنہ اورابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ہر نبی سے عہد لیا، کہ اس کی زندگی میں اگر اللہ اپنے نبی محمدﷺ کو بھیجے،تو اس پرفرض ہے کہ وہ آپ پر ایمان لائے اور آپﷺ کی امداد کرے اور اپنی امت کو بھی وہ یہی تلقین کردے کہ وہ بھی محمدﷺ پر ایمان لائے اور آپﷺ کی تابعداری میں لگ جائے۔جبکہ لا لکائی کی روایت میں یہ ہے کہ انبیاء سے ایک دیگر میثاق بھی لی گئی، جوکہ سورت احزاب ایت:۷میں مذکور ہے۔یہ روایت ابن جریر اورابن کثیر اورسیوطی نے خصائص کبری:۲۲/۱،میں نقل کیا ہے۔

اور یہاں پر ابن کثیر نے عمر رضی اللہ عنہ کا روایت نقل کیا ہے:ان عمربن خطاب اتی رسول اللهﷺ بنسخة من التوراة،فقال يارسول الله!هذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأووجه رسول اللهﷺ يتغير فقال ابوبكرثكلتك الثواكلٰ ماتری مابوجه رسول اللهﷺ؟فنظرعمرالی وجه رسول اللهﷺ فقال اعوذبالله من غضب الله وغضب رسوله ،رضينابالله ربا،وبالاسلام دينا، و بمحمد نبيا، فقال رسول اللهﷺو الذی نفس محمدبيده لوبدالكم موسی فاتبعتموه وتركتمونی .لضللتم عن سواء السبيل ولوكان حياوادرك نبوتی لاتبعنی.رواه الدارمی: ۱/۱۱۵،۱۱٦ا واحمد:۳/۳۸۷ ۔عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہﷺ سے فرمایا:میں نے ایک دوست قریظی یہودی سے کہا تھا کہ وہ تورات کے جامع باتیں مجھے لکھ دے تو اگر آپ فرمائیں میں انہیں پیش کروں۔نبی کریمﷺ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم دیکھتے نہیں کہ آپﷺ کے چہرہ کا کیا حال ہے؟تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں اللہ تعالی کے رب ہونے پر،اسلام کے دین ہونے پر،محمدﷺ کے رسول ہونے پر،خوش ہوں،اس وقت نبی کریمﷺ کا غصہ دور ہوا،اور فرمایا قسم ہے اس اللہ تعالی کی جس کے قبضے میں میری جان ہے،اگر موسی علیہ السلام تم میں آجائیں،اورتم ان کی تابعدرای میں لگ جاوٴ اور مجھے چھوڑ دو تو تم سب گمراہ ہوجاوٴ۔

یہاں ابن کثیر نے ایک روایت یہ بھی نقل کیا ہے؛وفی بعض الاحاديث، لوكان موسی وعيسی حيين لماوسعهماالااتباعی۔یعنی بعض احادیث میں ہے کہ اگر موسی اورعیسی علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔لیکن یہ روایت صحیح نہیں اس لئے کہ اس کی نہ کوئی حوالہ اور نہ کوئی سند ہے،تو مرزائیوں کا اس سے استدلال کرنا بے جا ہے۔اس کے بعد ابن کثیر لکھتا ہے.

فالرسول محمدﷺخاتم الانبياء دائماالی يوم الدين، وهو الامام الاعظم الذی لووجدفی ای عصروجد،لكان هو الواجب طاعته ،المقدم علی الانبياء كلهم۔یعنی محمدﷺ خاتم الانبیاء ہیں،اورامام=

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ أَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
بدکردار ہیں ۔ کیا یہ (کافر) اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں۔ حالانکہ سب آ سمان
وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّإِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ آمَنَّا بِاللّٰهِ
وزمین خوشی یا زبردستی سے اللہ کے فرمانبردار ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ۔کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے
وَمَآ أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ أُنْزِلَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ
اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اور جو صحیفے ابراہیم اور اسما عیل اور اسحاق اور یعقوب
وَالْأَسْبَاطِ وَمَآ أُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ
اور اُن کی اولاد پر اُترے اور جو کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کو رب کی طرف سے ملیں سب پر ایمان لائے

=اعظم ہیں ۔ابن کثیر نے البدایۃ والنہایہ :۱۸۰/۲،اور۲۶۵، میں اس آیت سے خضر علیہ السلام کی فوتگی کا استدلال کرتے ہوئے لکھتا ہے:**فاخذاللہ میثاق کل نبی علی ان یؤمن بمن یجئ بعدہ من الانبیاء وینصرہ، فلوکان الخضر حیافی زمانہ، لماوسعہ الااتباعہ، والاجتماع بہ، و القیام بنصرہ، ولکان من جملة من تحت لوائہ یوم بدر ،کماکان تحتھاجبرئیل وسادات من الملائکة ،وقصاری الخضرعلیہ السلام ،ان یکون نبیاوھو الحق اورسولا کما قیل ،اوملکافیماذکر ، وایاماکان ،فجبرئیل رئیس الملائکة، وموسی اشرف من الخضر، ولوکان حیالوجب علیہ الایمان بمحمد ﷺ ونصرتہ ،فکیف اذاکان الخضرولیا،کمایقولہ طوائف کثیرون، فاولی ان یدخل فی عموم البعثة واحری۔**

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتا تو ضرور رسول اللہ ﷺ سے ملتے،آ گے لکھتے ہیں:**ولم ینقل فی حدیث حسن بل ولاضعیف یعتمد،انہ جاء یوماواحدا الی رسول اللہ ﷺ،ولااجتمع بہ، وماذکرمن حدیث التعزیة فیہ، وان کان الحاکم قدرواہ ،مستدرک: ۲/۲۴۲ ـفاسنادہ ضعیف، واللہ اعلم .** یعنی تعزیہ والی حدیث صحیح نہیں۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ

ہم اُن پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اُسی (اللہ واحد) کے فرمانبردار ہیں ۔ اور جو شخص اسلام

الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٨٥﴾

کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا

كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْآ أَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ

اللہ ایسے لوگوں کو کیوں کر ہدایت دے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے اور (پہلے) اس بات کی گواہی دے چکے کہ یہ پیغمبر برحق ہیں

وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾ أُولٰٓئِكَ

اور ان کو دلائل بھی آگئے اور اللہ بے انصافوں کو ہدایت نہیں دیتا ۔ ان لوگوں کی ۔

جَزَآؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ﴿٨٧﴾

سزا یہ ہے کہ اُن پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور انسانوں کی سب کی لعنت ہو ۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا الَّذِيْنَ

ہمیشہ اس لعنت میں (گرفتار) رہیں گے، اُن سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ اُنہیں مہلت دی جائے گی ۔ ہاں جنہوں

تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ

نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی حالت درست کر لی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔ جو لوگ

كَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ

ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے، پھر کفر میں بڑھتے گئے، ایسوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہو گی اور یہ لوگ

الضَّآلُّوْنَ ﴿٩٠﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ

گمراہ ہیں ۔ جو لوگ کافر ہوئے اور کفر ہی کی حالت میں مرگئے وہ اگر (نجات حاصل کرنی چاہیں اور) بدلے میں

مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدٰى بِهٖ أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِّنْ
زمین بھر سونا دیں تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا ان لوگوں کو دردناک عذاب ہوگا اور ان کی کوئی مدد نہیں کرے گا

نّٰصِرِيْنَ ﴿٩١﴾ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ
(مومنو!) جب تک تم اُن چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کرسکو گے

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿٩٢﴾ كُلُّ الطَّعَامِ
اور جو چیز تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اُس کو جانتا ہے۔ بنی اسرائیل کیلئے (تورات کے نازل ہونے سے) پہلے کھانے کی

كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ إِسْرَآئِيْلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآئِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ
سب چیزیں حلال تھیں سوائے اُن (چیزوں) کے جو یعقوب (علیہ السلام) نے خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔

مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ قُلْ فَأْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَا إِنْ كُنْتُمْ
کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تورات لاؤ اور اُسے پڑھو (یعنی دلیل پیش کرو)۔

صٰدِقِيْنَ ﴿٩٣﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ
اگرتم سچے ہو، جو اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹے افتراء کریں تو ایسے لوگ ہی

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٩٤﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا
بے انصاف ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرما دیا پس دینِ ابراہیم (علیہ السلام) کی پیروی کرو

وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٩٥﴾ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ
جو سب سے بےتعلق ہو کر ایک (اللہ ہی) کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ پہلا گھر جو لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا تھا

لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٦﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ
وہی ہے جو مکہ میں ہے، بابرکت اور جہان کیلئے موجب ہدایت۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک

مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلّٰهِ
ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔ جوشخص اس گھر میں داخل ہوا، اس نے امن پا لیا۔
عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ
اورلوگوں پراللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ جواس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اُس کا حج کرے اور جواُس کے حکم کی تعمیل نہ کرے گا
فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ﴿٩٧﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ
تو اللہ تعالیٰ بھی اہلِ عالم سے بے نیاز ہے ۔ کہو کہ اے اہلِ کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کیوں کفر کرتے ہو
اللّٰهِ وَاللّٰهُ شَهِيدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٨﴾ قُلْ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّونَ
اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔ کہو کہ اے اہلِ کتاب! تم مومنوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے کیوں روکتے
عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
ہو؟ اور باوجودیکہ تم اس سے واقف ہو، اس میں کجی نکالتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے
تَعْمَلُونَ ﴿٩٩﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا
بے خبر نہیں ۔ مومنو! اگر تم اہل کِتاب کے کسی فریق کا کہا مان لوگے
الْكِتٰبَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمٰنِكُمْ كٰفِرِينَ ﴿١٠٠﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ
تو وہ تمہیں ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں گے ۔ اور تم کیونکر کفر کرو گے
وَأَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ آيٰتُ اللّٰهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۗ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ
جب کہ تمہیں اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور تم میں اُس کے پیغمبر موجود ہیں اور جس نے اللہ کی (رسی کو) مضبوط پکڑ لیا
فَقَدْ هُدِيَ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٠١﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
تو وہ سیدھے رستے لگ گیا ۔اے مومنو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ

حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ
اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا ۔ اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا
جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً
اور متفرق نہ ہونا اور اللہ کی اُس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے
فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ
تو اُس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی اور تم اُس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے ۔ اور تم آگ کے گھڑے
النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾
کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اُس سے بچا لیا ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ
وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے
الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا
منع کرے ۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں ۔ اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے
وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ
او راحکامِ بیّن کے آنے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے ، یہ وہ لوگ ہیں جن پر
عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ
بڑا عذاب ہو گا ۔ جس دن بہت سے منہ سفید ہوں گے اور بہت سے منہ سیاہ ۔ تو جن لوگوں کے منہ سیاہ ہوں گے
وُجُوْهُھُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ
(اُن سے اللہ فرمائے گا کہ) کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے؟ پس (اب) اس کفر کے بدلے ۔

تَكْفُرُوْنَ ﴿١٠٦﴾ وَأَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا
عذاب (کے مزے) چکھو ۔ اور جن لوگوں کے منہ سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور اُن میں
خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٧﴾ تِلْكَ آيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ
ہمیشہ رہیں گے ۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تمہیں صحت کیساتھ پڑھ کر سناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اہلِ عالم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا
ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٨﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِلَى اللّٰهِ
اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی
تُرْجَعُ الْأُمُوْرُ ﴿١٠٩﴾ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
طرف ہے۔ جتنی امتیں لوگوں میں پیدا ہوئیں تم اُن سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا
اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو اُن کیلئے بہت اچھا
لَّهُمْ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿١١٠﴾
ہوتا۔ اُن میں ایمان لانے والے بھی ہیں اور اکثر نافرمان ہیں
لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ إِلَّا أَذًى ۚ وَإِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْأَدْبَارَ
اور یہ تمہیں خفیف سی تکلیف کے سوا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے
ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١١١﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوْا إِلَّا بِحَبْلٍ
پھر اُن کو مدد بھی نہیں ملے گی ۔ یہ جہاں نظر آئیں گے ذلت اُن سے چمٹ رہی ہے بجز اس کے کہ یہ اللہ
مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ
اور (مسلمان) لوگوں کی پناہ میں آجائیں اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہیں ۔

الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ

اور ناداری اُن سے لپٹ رہی ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق

بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿١١٢﴾

قتل کر دیتے تھے، یہ اس لئے کہ یہ نافرمانی کئے جاتے اور حد سے بڑھے جاتے تھے۔

لَيْسُوْا سَوَاۗءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ

یہ بھی سب ایک جیسے نہیں ہیں ان اہلِ کتاب میں کچھ لوگ (اللہ کے حکم پر) قائم بھی ہیں جو رات کے وقت اللہ کی آیتیں پڑھتے

وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿١١٣﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

اور سجدے کرتے ہیں۔ (اور) اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے اور اچھے کام کرنے کو کہتے

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ

اور بُری باتوں سے منع کرتے اور نیکیوں پر لپکتے ہیں اور یہی لوگ

الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٤﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

نیکو کار ہیں۔ اور یہ جس طرح کی نیکی کریں گے اُس کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ

بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿١١٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِىَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ

پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ جو لوگ کافر ہیں اُن کے مال اور اولاد اللہ کے عذاب کو

مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔـا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿١١٦﴾

ہرگز نہیں ٹال سکیں گے۔ اور یہ لوگ اہلِ دوزخ ہیں کہ ہمیشہ اُسی میں رہیں گے۔

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ ھٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْھَا صِرٌّ اَصَابَتْ

یہ جو مال دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اُس کی مثال ہوا کی سی ہے جس میں سخت سردی ہو اور وہ ایسے لوگوں کی

حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوٓا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ

کھیتی پر جو اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے چلے اور اُسے تباہ کر دے اور اللہ نے اُن پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنے اوپر

يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٧﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ

ظلم کر رہے ہیں ۔مومنو! کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا رازداں نہ بنانا

لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَّدُّوْا مَا عَنِتُّمْ

یہ لوگ تمہاری خرابی میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ (جس طرح ہو) تمہیں تکلیف پہنچے

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ أَكْبَرُ

اُن کی زبانوں سے تو دُشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے اور جو (کینے) اُن کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيٰتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١١٨﴾ هٰٓأَنْتُمْ أُوْلَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ

اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تمہیں اپنی آیتیں کھول کھول کر سنا دی ہیں ۔ دیکھو تم ایسے لوگ ہو کہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہو

وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَإِذَا

حالانکہ وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے اور تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (اور وہ تمہاری کتاب کو نہیں مانتے)

لَقُوْكُمْ قَالُوْا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ

اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصے کے سبب انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١١٩﴾ إِنْ تَمْسَسْكُمْ

(اُن سے) کہہ دو کہ (بدبختو) غصے میں مر جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔ اگر تمہیں آسودگی

حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا

حاصل ہو تو اُن کو بُری لگتی ہے اور اگر رنج پہنچے تو خوش ہوتے ہیں اور اگر تم تکلیفوں کو برداشت اور (اُن سے) گناہ کشی کرتے رہو گے

لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا إِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾

تو اُن کا فریب تمہیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اُس پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ

اور جب تم صبح کو اپنے گھر سے روانہ ہو کر ایمان والوں کو لڑائی کیلئے مورچوں پر متعیّن کرنے لگے

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ إِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ

اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ اُس وقت تم میں سے دو جماعتوں نے جی چھوڑ دینا چاہا مگر اللہ تعالیٰ

وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ

اُن کا مددگار تھا اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسا رکھنا چاہیئے ۔اور اللہ نے جنگِ بدر میں بھی تمہاری مدد کی تھی

وَّأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

اور اُس وقت بھی تم بے سروسامان تھے پس اللہ سے ڈرو تاکہ شکر کرو ۔ جب تم مومنوں سے یہ کہہ

أَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ أَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

رہے تھے کہ کیا یہ کافی نہیں کہ اللہ تین ہزار فرشتے نازل کر کے تمہیں مدد دے؟

بَلٰى إِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَأْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ

ہاں اگر تم دل کو مضبوط رکھو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو اور کافر تم پر جوش کیساتھ دفعۃً حملہ کر دیں تو اللہ

بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ

پانچ ہزار فرشتے جن پر نشان ہوں گے تمہاری مدد کو بھیجے گا ۔ اور اس مدد کو تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے

إِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ

بشارت بنایا یعنی اس لئے کہ تمہارے دلوں کو اس سے تسلی حاصل ہو ورنہ مدد تو اللہ ہی کی ہے جو غالب (اور)

الْحَكِيْمِ ﴿١٢٦﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْآ أَوْ يَكْبِتَهُمْ
حکمت والا ہے ۔ اس لئے کہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک یا انہیں ذلیل و مغلوب کر دے کہ
فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿١٢٧﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ
(جیسے آئے تھے ویسے ہی) ناکام واپس جائیں ۔ (اے پیغمبر!) اس کام میں تمہارا کچھ اختیار نہیں (اب دو صورتیں ہیں)
أَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١٢٨﴾
یا تو اللہ اُن کے حال پر مہربانی کرے یا اُنہیں عذاب دے کہ یہ ظالم لوگ ہیں ۔
وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ
اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے ۔ وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب
يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٩﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا
دے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۔ اے ایمان والو! دُگنا چوگنا سود نہ کھاؤ ۔
أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٣٠﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ
اور اللہ سے ڈرو تاکہ نجات حاصل کرو ۔ اور (دوزخ کی) آگ سے بچو جو
أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿١٣١﴾ وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾
کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے ۔اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے ۔
وَسَارِعُوْا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ
اور اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے۔
أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٣﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ
اور جو (اللہ سے) ڈرنے والوں کیلئے تیار کی گئی ہے ۔ جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے ۔

وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا

اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور بُرائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں

لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ

اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور باوجودعلم کے کسی برے کام پرآڑنہیں جاتے۔

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ أُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

ایسے ہی لوگوں کا صلہ رب کی طرف سے بخشش اور باغ ہیں جن کے نیچے سے نہریں

تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ

بہہ رہی ہیں (اور) وہ اُس میں ہمیشہ بستے رہیں گےاور (اچھے) کام کرنے والوں کا بدلہ بہت اچھا ہے۔تم لوگوں سے پہلے

قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

بھی بہت سے واقعات گزر چکے ہیں تو تم زمین میں سیر کر کے دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ

انجام ہوا یہ (قرآن) لوگوں کیلئے بیانِ صریح اور اہلِ تقویٰ کیلئے ہدایت اور

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ

نصیحت ہے ۔ اور بے دِل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مؤمن ہو تو تم

إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ إِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ

ہی غالب رہو گے ، اگر تمہیں زخمِ (شکست) لگا ہے تو اُن لوگوں کو بھی ایسا زخم لگ چکا ہے

وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا

اور یہ دن ہیں کہ ہم اُن کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں اور اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو متمیز کر دے

وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

اور تم میں سے گواہ بنائے اور اللہ تعالیٰ بے انصافوں کو پسند نہیں کرتا ۔

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ

اور یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو خالص (مومن) بنا دے اور کافروں کو نابود کر دے ۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ

تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ

(بے آزمائش) جنت میں جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح ظاہر کیا ہی نہیں

وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ

اور وہ ثابت قدم رہنے والوں کو ظاہر کرے ۔ اور تم موتِ کے آنے سے پہلے

فَقَدْ رَأَيْتُمُوْهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ ۚ

اس کی تمنا کیا کرتے تھے پس تم نے اُس کو آنکھوں سے دیکھ لیا ۔ اور محمد (ﷺ) تو صرف (اللہ کے) پیغمبر ہیں

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ

اُن سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں بھلا اگر یہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟

وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو ثواب دے گا [۹]

---

[۹] میدان احد میں مسلمانوں کو جب شکست ہوئی تو شیطان نے یہ مشہور کر دیا کہ محمد ﷺ شہید ہو گئے، اس غلط بات

کی شہرت نے بعض مسلمانوں کے دل توڑ دئے، اوران کے قدم اکھڑ گئے۔لڑائی سے بددل ہوکر باگ کھڑے ہوئے اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اگلے انبیاء کی طرح یہ بھی ایک نبی ہیں، ہوسکتا ہے کہ میدان میں قتل کردیئے جائیں، لیکن کچھ اللہ کا دین جاتا نہیں رہے گا۔اسی ایت سے ابوبکرؓ نے نبیﷺ کی وفات پر دلیل پکڑی جو کہ مشہور واقعہ ہے۔امام بخاریؒ نے باب مرض النبی ﷺ ووفاته:٦/١٧، میں نقل کیا ہے:ان ابا بکرؓ اقبل علی فرس من مسکنه بالسنح حتی نزل فدخل المسجدفلم یکلم الناس، حتی دخل علی عائشةؓ، فتیمم رسول اللهﷺ وهو مغشی بثوب حبـــــرة،فکشف عن وجهه، ثم اکبّ علیه وقبّله وبکی ،ثم قال بابی انت وامی واللهلایجمع الله علیک موتتین اما الموتة اللتی کتبت علیک ،فقدمتها.ان ابابکرؓ خرج وعمرؓ یحدث الناس فقال اجلس یاعمرؓ فابی عمرؓ ان یجلس ،فاقبل الناس الیه وترکواعمرؓ،فقال ابوبکرؓ امابعد:من کان یعبدمحمداﷺ فان محمداﷺ قدمات ،ومن کان یعبدالله فان الله حیٌّ لایموت، قال الله تعالی:(وتلاهذه الایة)قال فواللهلکأن الناس لم یعلموا ان الله انزل هذه الایة حتی تلاهاابوبکرؓ، فتلقها منه الناس کلهم ،فماسمعهابشرمن الناس الاتلاها.

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جناب نبی کریمﷺ کی وفات کی خبرسنکر جناب ابوبکرالصدیقؓ گھوڑے پر سوار ہوکر مسجد میں تشریف لے گئے ،لوگوں کی حالت دیکھی بھالی ،اوربغیر کچھ کہنے سنے عائشہؓ کے گھر پر آئے ، یہاں نبی کریمﷺ پر حبری چادر ڈالی گئی تھی، آپ نے چادر کا کونہ چہرہ مبارک سے ہٹا کر بے ساختہ بوسے لے لئے ، اورروتے ہوئے فرمانے لگے، میرے ماں باپ آپﷺ پر فدا ہوں، اللہ کی قسم اللہ تعالی آپ پر دومرتبہ موت نہ لائے گا۔ جوموت آپ پر لکھ دی گئی تھی وہ آپ کو آچکی، اس کے بعداپ پھر مسجد میں آئے اور دیکھا کہ عمرؓ خطبہ سنارہے رہیں، ان سے فرمایا کہ خاموش ہوجاؤ، انہیں چپ کراکر آپ نے لوگوں سے فرمایا: جوشخص محمدﷺ کی عبادت کرتا تھا، وہ جان لے کہ محمدﷺ مرگیا، اور جوشخص اللہ کی عبادت کرتا تھاوہ خوش رہے کہ اللہ تعالی زندہ ہے اس پر موت نہیں آتی، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: لوگوں کوایسا معلوم ہونے لگا گویا یہ آیت اب اتری ہے، پھر تو ہرشخص کی زبان پر یہ آیت چڑھ گئی اورلوگوں نے یقین کرلیا کہ آپﷺ فوت ہوگئے، ابوبکرالصدیقؓ کی زبانی اس آیت کی تلاوت سن کر عمرؓ کے تو گویا قدم ٹوٹ گیا، انہیں بھی یقین ہوگیا کہ نبیﷺ اس جہاں فانی کو چھوڑ کر چل بسے۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوْتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا ؕ

اور کسی شخص میں طاقت نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے (اُس نے موت کا) وقت مقرر کر کے لکھ رکھا ہے [۱۰]

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ

اور جو شخص دنیا میں (اپنے اعمال کا) بدلہ چاہے اُس کو ہم یہیں بدلا دے دیں گے اور جو آخرت میں طالبِ ثواب ہو

نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ

اُس کو وہاں اجر عطا کریں گے اور ہم شکر گزاروں کو عنقریب (بہت اچھا) صلہ دیں گے۔ اور بہت سے نبی ہوئے ہیں

قَاتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَا أَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جن کیساتھ ہو کر اکثر اہل اللہ (اللہ کے دشمنوں سے) لڑے ہیں تو جو مصیبتیں اُن پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں

وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

اُن کے سبب اُنہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی کی، نہ (کافروں سے) دبے۔ اور اللہ تعالیٰ استقلال رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے

---

[۱۰] قال حجر بن عدى، مايمنعكم ان تعبروا الى هؤلاء العدو هذه النطفة؟ يعنى دجلة ، (ثم قرأ هذه الاية) "ما كان لنفس ان تموت الا باذن الله كتابا موجلا" ثم اقحم فرسه دجلة، فلما اقحم، اقحم الناس ،فلما رأهم العدو ،قالوا ديوان فهربوا ۔یعنی حجر بن عدی جب دشمنان دین کے مقابلہ میں جاتے ہیں اور دریائے دجلہ بیچ میں آ جاتا ہے اور لشکر اسلام ٹھٹھک کر کھڑا ہو جاتا ہے، تو آپ اس ایت کی تلاوت کر کے فرماتے ہیں کہ کوئی بھی بے اجل نہیں مرتا، آؤ اسی دجلہ میں گھوڑے ڈال دو، یہ فرما کر آپ اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیتے ہیں، آپ کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی اپنے جانوروں کو پانی میں کدا دیتے ہیں، دشمن کا خون خشک ہو جاتا ہے، اور اس پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے اور کہنے لگتے ہیں کہ یہ تو دیوانی آدمی ہیں، یہ تو پانی کی موجوں سے بھی نہیں ڈرتے، بھاگو بھاگو، چنانچہ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّآ أَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِيْٓ أَمْرِنَا
اور (اس حالت میں) اُن کے منہ سے کوئی بات نکلتی تو یہی کہ اے رب ہمارے گناہ اور زیادتیاں جو ہم اپنے کاموں میں
وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتَاهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ
کرتے رہے ہیں معاف فرما۔ اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں پر فتح عنایت فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو
الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ يٰٓاَيُّهَا
دنیا میں بھی بدلا دیا اور آخرت میں بھی بہت اچھا بدلا (دے گا) اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے
الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا
مومنو! اگر تم کافروں کا کہا مان لو گے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر (کر مرتد کر) دیں گے پھر تم بڑے
خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾
خسارے میں پڑ جاؤ گے۔ (یہ تمہارے مددگار نہیں ہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے اور وہ سب سے بہتر مددگار ہے۔
سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ أَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ
ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھا دیں گے کیونکہ یہ اللہ کیساتھ شرک کرتے ہیں جس کی اُس نے کوئی بھی
بِهٖ سُلْطَانًا وَّمَأْوَاهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ
دلیل نازل نہیں کی اور اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہ ظالموں کا بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ اور اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا (یعنی)
اللّٰهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِإِذْنِهٖ حَتّٰى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ
اُس وقت جب کہ تم کافروں کو اُس کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جو تم چاہتے تھے اللہ نے تم کو دکھا دیا اُس کے بعد
فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَآ أَرَاكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ
تم نے ہمت ہار دی اور حکمِ (پیغمبر) میں جھگڑا کرنے لگے اور اُس کی نافرمانی کی بعض تو تم میں سے دنیا کے طلبگار تھے [۱۱]

مَّنۡ يُّرِيۡدُ الدُّنۡيَا وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ‌ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمۡ عَنۡهُمۡ لِيَبۡتَلِيَكُمۡ

اور بعض آخرت کے طالب۔ اُس وقت اللہ نے تم کو اُن (کے مقابلے) سے پھیر (کر بھگا) دیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے

---

[۱۱] آیت مذکورہ میں بتایا گیا ہے کہ شروع جنگ میں اللہ تعالی نے ہمیں ان پر غالب کردیا لیکن جب تم نے بزدلی دکھائی، اور نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کی، ان کی بتلائی ہوئی جگہ سے ہٹ گئے، اور آپس میں اختلاف کرنے لگے، بعض آدمیوں نے کہا تھا کہ ہمیں یہ جگہ ہرگز نہ چھوڑنی چاہئے، لیکن بعض نے کہا کہ ہمیں فتح ہوچکی ہے اب ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں، مسلمان صاف طور پر غالب آگئے تھے، مال غنیمت آنکھوں کے سامنے موجود تھا، جب کفار نے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے، تو تم میں سے بعض نے دنیا طلبی کی اور کفار کی شکست کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ کے فرمان کا خیال نہ کرکے غنیمت کے مال کی طرف لپکے۔

گو بعض نیک نیت اور آخرت طلب بھی تھے، لیکن اس نافرمانی کی بناء پر تم غالب ہوکر مغلوب ہوگئے، تم شکست دیکھ کر گھبرا گئے اور چلا اٹھے: "قلتم انی هذا" تم نے کہا یہ مصیبت کہاں سے آگئی تو اللہ تعالی نے جواب دیا "هو من عند انفسكم" اے پیغمبر فرما دیجئے کہ یہ خود تمہاری طرف (پیغمبر کی نافرمانی کی وجہ سے ہے) اگرچہ اللہ تعالی نے "ولقد عفا عنكم" اور یقیناً اس نے تمہاری خطاء کو معاف فرمایا" فرما کر صحابہ کرام کی اس غلطی کو معاف فرمادیا" لیکن قیامت تک کے لوگوں کے لئے ایک مثال قائم کردی کہ اگر نبی ﷺ کے جانثار صحابہ بھی نبی ﷺ کے حکم کی نافرمانی کریں، تو اللہ تعالی کے بنائے ہوئے اصول کے مطابق وہ بھی عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتے۔ قارئین کرام غور فرمائیں جب صحابہ کرام جیسی مقتدر ہستیاں نبی ﷺ کی نافرمانی (حالانکہ یہ نافرمانی جان بوجھ کر نہیں کی تھی) پر اللہ تعالی کے عذاب سے نہیں بچ سکتے، تو ہم کونسے باغ کی مولی ہیں کہ ہم خلاف سنت عمل کرتے رہیں اور ہم سے مواخذہ نہ ہو، یقین جانئے موجودہ دور کے بڑے بڑے سیاسی فتنے آئے دن کے سیلاب اور زلزلے وغیرہ اسی وجہ سے آتے ہیں کہ ہم نے سنت رسول ﷺ کا دامن چھوڑ دیا۔ یہ واقعہ ۱۴ شوال ۳ھ میں کوہ احد کے دامن میں قریش مکہ کے مقابلے میں نبی ﷺ نے لشکر کی صف بندی فرمائی، عقب سے امکان تھا کہ دشمن کا رسالہ احد پہاڑ کا چکر کاٹ کر اچانک حملہ آور ہو، اس لئے آپ ﷺ نے جبل عینین (جبل الرمات) پر عبداللہ بن جبیرؓ کے تحت پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ مقرر فرمایا، اور ان کو تاکید کردی کہ میرے حکم کے بغیر =

وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ

اور اُس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے ۔ جب تم لوگ دُور بھاگے جاتے تھے

وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ

اور کسی کو پیچھے پھر کرنہیں دیکھتے تھے اور رسول اللہ تم کو تمہارے پیچھے کھڑے بُلا رہے تھے تو اللہ نے تم کوغم پر غم پہنچایا

لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا

تا کہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی یا جو مصیبت تم پر واقع ہوئی ہے اُس سے تم اندوہناک نہ ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً

سب اعمال سے خبر دار ہے۔ پھر اللہ نے غم ورنج کے بعد تم پر تسلی نازل فرمائی (یعنی) نیند کہ تم میں سے ایک جماعت پر طاری

مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ

ہو گئی اور کچھ لوگ جن کو جان کے لالے پڑ رہے تھے اللہ کے بارے میں ناحق گمان کرتے تھے

الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ

اور کہتے تھے کہ بھلا ہمارے اختیار کی کچھ بات ہے؟ تم کہہ دو کہ بیشک سب باتیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں

=اپنی جگہ ہرگز نہ چھوڑنا، خواہ ہمیں پرندے اچک لیں یا ہم کامیاب ہو جائیں۔ جب تک تم اپنی جگہ پر قائم رہو گے ہمارا پلہ بھاری رہے گا۔ جبل عینین (دو چشموں والا پہاڑ) احد کے جنوب میں وادی قنات کے جنوبی کنارے پر واقع ہے، جنگ شروع ہونے پر پہلے حملے میں قریشی فوج کے قدم اکھڑ گئے، ایک رسالہ کے سپہ سالار خالد بن ولیدؓ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے میدان سے شکست کھا کر احد پہاڑ کا چکر لگا کر جبل عینین پر آ گئے، جبل عینین پر صرف بارہ آدمی رہ گئے تھے، ان کے باقی آدمی مسلمانوں کی فتح دیکھ کر نبی کریم ﷺ کے فرمان کو چھوڑ کر اپنی مقررہ جگہ چھوڑ گئے تھے، چنانچہ خالد بن ولیدؓ کے رسالہ نے ان بارہ آدمیوں کو شہید کر کے اسلامی فوج کے عقب سے حملہ کر دیا۔

يُخْفُوْنَ فِيٓ أَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ
یہ لوگ (بہت سی باتیں) دلوں میں مخفی رکھتے تھے جو تم پر ظاہر نہیں کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہمارے بس کی بات ہوتی
شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ
تو ہم یہاں قتل ہی نہ کئے جاتے۔ کہہ دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کی تقدیر میں مارا جانا لکھا تھا وہ اپنی اپنی قتل گاہوں
الْقَتْلُ إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ
کی طرف ضرور نکل آتے۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سینوں کی باتوں کو آزمائے
مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾
اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اُس کو خالص اور صاف کر دے اور اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔
إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ إِنَّمَا
جو لوگ تم میں سے جب کہ دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں بھاگ گئے
اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ
تو اُن کے بعض افعال کے سبب شیطان نے اُن کو پھسلا دیا مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کا قصور معاف کر دیا
إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور) بردبار ہے۔[۱۲] مومنو! اُن لوگوں جیسے نہ ہونا جو کفر کرتے ہیں

---

[۱۲] واقعہ احد میں جو لغزشیں اور خطائیں بعض اصحاب کرام سے صادر ہوئیں، وہ اپنی ذات میں بڑی شدید اور سخت تھیں، جس مورچہ پر پچاس صحابہ کرام کو یہ حکم دیکر بٹھایا تھا کہ ہم پر کچھ بھی حال گذرے تم یہاں سے نہ ہٹنا، ان کی بڑی تعداد یہاں سے ہٹ گئی اگر چہ ہٹنے کا سبب انکی یہ اجتہادی غلطی سہی، کہ اب فتح ہو چکی ہے اس حکم کی تعمیل پوری ہو چکی ہے، یہاں سے نیچے آ کر سب مسلمانوں کے ساتھ مل جانا چاہئے، مگر درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی واضح ہدایات کے خلاف

تھا۔(اس سے یہ قاعدہ معلوم ہوتا ہے کہ نص صریح کے مقابلہ میں مجتہد اجتہاد نہ کریں، اور نہ یہ قابل اعتبار رہے) اسی خطاء وقصور کے نتیجہ میں جنگ کے میدان سے بھاگنے کے غلطی سرزد ہوئی، چاہے اس میں بھی اسی تاویل ہی کا سہارہ لیا گیا ہو جیسا کہ زجاج سے نقل ہے۔

بہر حال ان تمام ایات میں یہ بات بڑی وضاحت سے سامنے اگئی کہ حق تعالی کی بارگاہ میں اپنے رسول کے ساتھیوں کو محبوبیت کا وہ مقام حاصل ہے کہ اتنی بڑی عظیم خطاؤں اور لغزشوں کے باوجود ان کے ساتھ معاملہ صرف عفوودرگذر کا ہی نہیں بلکہ لطف وکرم بھی فرمایا۔یہیں سے اہل سنت والجماعت کے اس عقیدہ کی تصدیق ہوتی ہے کہ صحابہ کرام اگر چہ گناہوں سے معصوم نہیں ان سے بڑے گناہ بھی ہو سکتے ہیں اور ہوئے بھی ہیں۔لیکن اس کے باوجود امت کے لئے یہ جائز نہیں کہ ان کی طرف کسی برائی اور عیب کو منسوب کرے۔

جب اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے ان کی اتنی بڑی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کر کے ان کے ساتھ لطف وکرم کا معاملہ فرمایا اور ان کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا مقام عطا فرمایا،تو پھر کسی کو کیا حق ہے کہ ان میں سے کسی کا برائی کے ساتھ تذکرہ کرے۔یہی وجہ ہے کہ ابن عمرؓ کے سامنے ایک مرتبہ کسی نے عثمان غنی اور بعض صحابہ کرام پر غزوہ احد کے اسی واقعہ کا ذکر کر کے طعن کیا کہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے،اس پر عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جس چیز کی معافی کا اللہ تعالی نے اعلان فرما دیا اس پر طعن کرنے کا کسی کو کیا حق ہے۔(صحیح البخاری:۱۱۰/۸ مع الفتح)۔

روایت یہ ہے:**اتی ابن عمرؓ رجل فقال انی سائلک عن شیئ اتحدثنی ؟اتعلم ان عثمان فریوم احد؟فقال نعم ، قال فتعلمه تغیب عن بدرفلم یشهدها؟قال نعم ،قال فتعلم انه تخلّف عن بیعة الرضوان فلم یشهدها؟قال نعم ،قال فکّبر،قال ابن عمرؓ تعال لابیّن لک عماسئلتنی عنه، امافراره یوم احدفاشهدان اللّٰہ عفی عنه ، واماتغیّبه عن بدرفانه کان تحته بنت رسول اللّٰہ ﷺ،وکانت مریضة، فقال له النبی ﷺ،ان لک اجررجل ممن شهدبدرا، وسهمه ، واماتغیّبه عن بیعة الرضوان، فانه لوکان احداعزّببطن مکة، من عثمان لبعثه مکانه،فبعث عثمان وکانت بیعة الرضوان بعدماذهب عثمان الی مکة، فقال رسول اللّٰہ ﷺ بیده الیمنی ، هذه یدعثمان، فضرب بهاعلی یده، فقال هذه لعثمان ،وقال ابن عمرؓ اذهب بهاالان معک.(بخاری: ۲/ ۲۸۲مع الفتح: ۲/ ۱۱۰ . رقم الحدیث: ۴۰۶۶.**

اسی طرح ایک روایت خود عثمانؓ سے منقول ہے، مسند احمد: ۱/۶۸، ۵۷۔ میں ہے، کہ ولید بن عقبہؓ نے ایک مرتبہ عبدالرحمن بن عوفؓ سے کہا: اخرتم امیر المؤمنین عثمان بن عفانؓ سے اس قدر کیوں بگڑے ہوئے ہوں؟ انہوں نے کہا: ان سے کہہ دو کہ میں نے احد والے دن فرار نہیں کیا، بدر کے غزوہ میں غیر حاضر نہیں رہا، اور نہ سنت عمر ترک کی، ولید نے جا کر عثمانؓ سے یہ واقعہ بیان کیا، تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: کہ قرآن کہہ رہا ہے (**ولقد عفا الله عنهم**) یعنی احد والے دن کی اس لغزش سے اللہ تعالی نے درگذر فرمایا۔ پھر جس خطا کو اللہ نے معاف کر دیا اس پر عار دلانا کیسا؟ بدر والے دن میں رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی، اپنی بیوی، رقیہؓ کی تیمارداری میں مصروف تھا، یہاں تک کہ وہ اسی بیماری میں فوت ہوگئیں، چنانچہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں سے پورا حصہ دیا، اور ظاہر ہے کہ حصہ انہیں ملتا ہے جو موجود ہوں، پس حکماً میری موجودگی ثابت ہوئی، رہی سنت عمرؓ تو اس کی طاقت نہ مجھ میں ہے نہ عبدالرحمن میں جاؤ انہیں یہ جواب بھی پہنچا دو۔

اس لئے اہل السنّت والجماعت کے عقائد کے کتابیں سب اس پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرام کی تعظیم اور ان پر طعن واعتراض سے پرہیز واجب ہے، عقائد نسفیہ میں ہے **ويكف عن ذكر الصحابة الا بخير** یعنی واجب ہے کہ صحابہ کا ذکر بغیر خیر کے اور بھلائی کے نہ کرے۔ اور ''شرح المسامرۃ'' لابن ہمام میں ہے، **اعتقاد اهل السنة تزكية جميع الصحابة و الثناء عليهم**، یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کو عدول وثقات سمجھیں ان کا ذکر مدح وثناء کے ساتھ کریں۔ شرح مواقف میں ہے، **يجب تعظيم الصحابة كلهم و الكف عن القدح فيهم** یعنی تمام صحابہ کی تعظیم واجب ہے اور ان پر طعن واعتراض سے باز رہنا واجب ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے عقیدۂ واسطیہ میں فرمایا ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان جو اختلافات اور قتل قتال ہوئے ہیں ان میں کسی پر الزام اور اعتراض کرنے سے باز رہیں، وجہ یہ ہے کہ تاریخ میں جو روایات ان کے عیوب کے متعلق آئی ہیں، ان میں بکثرت تو جھوٹی اور غلط ہیں جو دشمنوں نے اڑائی ہیں، اور بعض وہ ہیں جن میں کمی بیشی کر کے اپنی اصلیت کے خلاف کر دی گئی ہیں، اور جو بات صحیح بھی ہے تو صحابہ کرام اس میں اجتہادی رائے کی بناء پر معذور ہیں، اور بالفرض جہاں وہ معذور بھی نہ ہوں، تو اللہ کا قانون یہ ہے کہ '' **ان الحسنات يذهبن السيئات**''۔ یعنی اعمال صالحہ سے برے اعمال کا بھی کفارہ ہوجاتا ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کے اعمال صالحہ کے برابر کسی دوسرے کے اعمال نہیں ہوسکتے، اور اللہ تعالی کے عفو وکرم کے جتنے وہ مستحق ہیں کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کسی کو یہ حق نہیں کہ انکے اعمال پر مواخذہ کرے، اور ان میں سے کسی پر طعن واعتراض کی زبان کھولے، (عقیدہ واسطیہ ملخصا)۔

وَقَالُوْا لِأَخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوْا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوْا غُزًّى
اور اُن کے (مسلمان) بھائی جب (اللہ کی راہ میں) سفر کریں (اور مرجائیں) یا جہاد کو نکلیں (اور مارے جائیں)
لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ
تو اُن کی نسبت کہتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ ان باتوں سے مقصود یہ ہے کہ اللہ اُن
قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾
لوگوں کے دلوں میں افسوس پیدا کر دے۔ اور زندگی اور موت تو اللہ ہی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے
وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ
اور اگر تم اللہ کے رستے میں مارے جاؤ یا مرجاؤ تو جو (مال ومتاع) لوگ جمع کرتے ہیں اس سے اللہ کی بخشش اور رحمت
مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾
کہیں بہتر ہے ۔ اور اگر تم مرجاؤ یا مارے جاؤ، اللہ کے حضور میں ضرور اکٹھے کئے جاؤ گے
فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ
ان پرآپ نرم دل ہیں اور اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے
لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ
تو یہ تمارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے، تو اُن کو معاف کر دو اور اُن کیلئے (اللہ سے) مغفرت مانگو
وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ
اور اپنے کاموں میں اُن سے مشورہ لیا کرو اور جب (کسی کام کا) عزمِ مصمم کرلو تو اللہ پر بھروسا رکھو بیشک اللہ تعالیٰ
يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ إِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَّخْذُلْكُمْ
بھروسا رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے ۔ اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے

فَمَنْ ذَا الَّذِىْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾
تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے۔ اور مومنوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں ۔
وَمَا كَانَ لِنَبِىٍّ اَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
اور (یہ) کبھی نہیں ہوسکتا کہ پیغمبر خیانت کرے۔ اور خیانت کرنے والوں کو قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز
ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾
(اللہ کے رُوبرُو) لاکر حاضر کرنی ہوگی، پھر ہر شخص کو اُس کے اعمال کا پورا پورا بدلا دیا جائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائے گی
اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ
بھلا جو شخص اللہ کی خوشنودی کا تابع ہو وہ اُس شخص کی طرح (مرتکبِ خیانت) ہوسکتا ہے جو اللہ کی ناخوشی میں گرفتار ہو اور
وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ
جس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔ ان لوگوں کیلئے اللہ کے ہاں (مختلف) درجے ہیں اور اللہ اُن کے سب اعمال کو
بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ
دیکھ رہا ہے ۔ اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا
اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا اور ان کو پاک کرتا اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتا ہے۔
وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ
، اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے ۔[۱۳] (بھلا یہ) کیا (بات ہے کہ) جب تم پر مصیبت واقع ہوئی

---

[۱۳] اس ایت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی تین صفتیں بیان فرمائی ہیں: یا دوسرے الفاظوں میں

انہیں رسالت کے تین فرائض کہہ لیجئے، اول یہ کہ وہ لوگوں پر اللہ کی ایتیں تلاوت کرتے ہیں اوران کے الفاظ پڑھ کران کوسناتے ہیں۔دوم یہ کہ وہ ماننے والوں کی عملی تربیت کرتے ہیں، اوراخلاق رذیلہ،عقائد باطلہ، اوراعمال سیئہ ،مثلاشرک وکفراورابائی رسم ورواج سے ان کے ظاہرو باطن کو پاک کرتے ہیں۔

سوم، یہ کہ وہ انکو کتاب اللہ کے مطالب ومعانی اوراس کے اسرارورموزسکھاتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبرﷺ کی ڈیوٹی صرف یہی نہیں تھی کہ آپ اللہ سے کتاب حاصل کرکے لوگوں کودے دیں، اورلوگ خود ہی اسے پڑھیں،سمجھیں،اوراس پرعمل کریں،جیسا کہ منکرین حدیث کا خیال ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے اعلان فرمادیا کہ اللہ کی کتاب کو پڑھکر کولوگوں سنانا، کتاب اللہ کے اسرارومعانی ان کوسمجھانا،اورکتاب اللہ کی تعلیمات کے مطابق ان کی عملی تربیت کرنا، یہ بھی پیغمبرعلیہ السلام کے فرائض میں سے ہے، اوریہ تمام فرائض اللہ تعالی نے اپ کے ذمہ لگائے ہوئے تھے،جیسا کہ قران کے اسلوب بیان سے ظاہرہورہاہے، کہ ہم نے اس رسول اللہﷺکومذکورہ بالاصفات سے متصف اورمندرجہ بالافرائض کاذمہ داربناکربھیجا۔قران کا انداز بیان اس خیال کی تردیدکرتا ہے کہ نبی کریمﷺ مذکورہ بالا کام اپنے طورپریالوگوں کی درخواست اورتفویض کی بناءپرسرانجام دیتے تھےجیسا کہ پرویزیوں کازعم ہے۔اس ایت میں جونبی کریمﷺ کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں، ان کاتعلق صحابہ کرامؓ سے براہ راست اوربلاواسطہ تھا، نبی کریمﷺ نےبنفس نفیس ان کوقران کی ایتیں پڑھ کرسنائیں، ان کوکتاب اللہ کے اسرارومعارف سمجھائے،اوران کاتزکیہ فرمایا،تواس ایت میں جس طرح نبی کریمﷺ کے فضائل ومناقب اورمحامدومحاسن بیان کئے گئے ہیں، اسی طرح اس سے صحابہ کرامؓ کی بہت بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ وہ خودنبی کریمﷺ کےتربیت یافتہ اوراخلاق رذیلہ اورافعال ذمیمہ سےمطہرومذکی تھے۔آخرمیں ’’وان کـانوامن قبل لـفی ضلال مبین،، کی جامع تعبیر سےاس ناپاک ماحول کی تصویربھی پیش فرمادی،جس میں اللہ تعالی نے اپنے اخری پیغمبرکومبعوث فرمایا آپ کی بعثت سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے،وہ زندگی کی ہرشعبے میں سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے تھے، ان کے اکثرعقائدواعمال واخلاق وشمائل اللہ کے یہاں پسندیدہ نہیں تھے،وہ لوگ انسان ہونے کے باوجوانسانیت سےکوسوں دورحیوانیت وبربریت سےقریب ترتھے، اس ناپاک ماحول کےذکرسے بعثت رسول کے احسان عظیم کی اہمیت اوربڑھ گئی ہے۔

☆

قَدْ أَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ
حالانکہ (جنگِ بدر میں) اُس سے دوچند مصیبت تمہارے ہاتھ سے اُن پر پڑ چکی ہے تو تم چلا اٹھے کہ (ہائے) آفت (ہم پر) کہاں سے آ پڑی
إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾
بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔
وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِإِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ
اور جو مصیبت تم پر دونوں جماعتوں کے مقابلے کے دن واقع ہوئی سو اللہ کے حکم سے (واقع ہوئی) اور یہ کہ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا
اللہ تعالیٰ مومنوں کو اچھی طرح ظاہر کر لے اور منافقوں کو بھی ظاہر کر لے۔ اور (جب) اُن سے کہا گیا کہ آ ؤ
قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوِ ادْفَعُوْا قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ
اللہ کے رستے میں جنگ کرو یا (کافروں کے) حملوں کو روکو تو کہنے لگے کہ اگر ہمیں لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ رہتے
هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيْمَانِ يَقُوْلُوْنَ بِأَفْوَاهِهِمْ
یہ اُس دن ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو اُن کے
مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾
دل میں نہیں ہیں اور جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اللہ اس سے خوب واقف ہے۔
اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ أَطَاعُوْنَا
یہ خود تو (جنگ سے بچ کر) بیٹھ ہی رہے تھے مگر (جنہوں نے اللہ کی راہ میں جانیں قربان کر دیں) اپنے (اُن) بھائیوں کے
مَا قُتِلُوْا قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ
بارے میں بھی کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کہا مانتے تو قتل نہ ہوتے۔ کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو اپنے اوپر سے موت کو ٹال دینا

صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا ؕ بَلْ أَحْيَآءٌ
جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے اُن کو مرے ہوئے نہ سمجھنا بلکہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں اور
عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
اُن کو رزق مل رہا ہے ۔ جو کچھ اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اُس میں خوش ہیں
وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ
اور جو لوگ اُن کے پیچھے رہ گئے اور اُن میں شامل نہیں ہو سکے اُن کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں کہ
أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾
(قیامت کے دن) اُن کو بھی نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے ۔
يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّأَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ
اور اللہ کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں اور اس سے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ
اجر ضائع نہیں کرتا ۔ جنھوں نے باوجود زخم کھانے کے اللہ اور رسول (کے حکم) کو قبول کیا
الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ
جو لوگ اُن میں نیکوکار اور پرہیزگار ہیں اُن کیلئے بڑا ثواب ہے ۔ (جب) اُن سے لوگوں نے آ کر بیان کیا
النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا وَّقَالُوْا
کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لئے (لشکر کثیر) جمع کیا ہے تو اُن سے ڈرو تو اُن کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے
حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ
کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے ۔ پھر وہ اللہ کی نعمتوں اور اُس کے فضل کیساتھ (خوش وخرم) واپس آئے

لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾

اُن کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا اور وہ اللہ کی خوشنودی کے تابع رہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے ۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ

یہ (خوف دلانے والا) تو شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، تو اگر تم مومن ہوتو اُن سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ

ڈرتے رہنا ۔ اور جولوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں اُن (کی وجہ) سے غمگین نہ ہونا

اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ

یہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکتے۔ اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں اُن کو کچھ حصہ نہ دے

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا

اور اُن کیلئے بڑا عذاب تیار ہے ۔جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر خریدا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

اللّٰهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ

اور اُن کو دردناک عذاب ہو گا ۔ ہماری دی ہوئی مہلت کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں ۔

لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

کہ یہ اُن کے حق میں اچھا ہے (نہیں بلکہ) ہم اُن کو اس لئے مہلت دیتے ہیں کہ اور گناہ کر لیں آخر کار اُن کو

مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰي مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ

ذلیل کرنے والا عذاب ہو گا ۔ (لوگو) جب تک اللہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے گا

الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَي الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ

مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو ہرگز نہیں رہنے دے گا۔ اور اللہ تم کو غیب کی باتوں سے بھی

اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ

مطلع نہیں کرے گا البتہ اللہ اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے، تو تم اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤ

وَإِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَکُمْ أَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۹﴾

اور اگر ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو تمہیں اجرِ عظیم ملے گا ۔ [۱۴]

---

[۱۴] یہ ماقبل پر معطوف ہے اور ''لیطلعکم''، میں خطاب مومنوں سے ہے بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ خطاب عام ہے مؤمنوں اور کافروں سب کو شامل ہے ''و الاول اولی '' یہ بھی سوال مقدر کا جواب ہے ۔مؤمنوں نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ انہیں کوئی علامت دی جائے جس سے وہ مؤمن اور منافق میں پہچان کرسکیں۔ان المؤمنین سألوا ان یعطوا علامة یفرقون بها بین المؤمن والمنافق فنزلت(روح المعانی) حاصل یہ کہ اللہ تعالی نہ تو ایسا کرے گا کہ مؤمنوں اور کافروں کو باہم ملا جلا رہنے دے،اور ان میں حد امتیاز قائم نہ کرے، بلکہ وہ ضرور منافقین کو مؤمنوں سے جدا کرنا چاہتا ہے،لیکن وہ ایسا نہیں کریگا، کہ تم کو غیب کا علم دے دے۔

اور تم دل کی پوشیدہ باتوں پر مطلع ہو جاؤ،اور اس طرح مؤمن اور منافق کو پہچان لیا کرو، بلکہ تمہارے لئے ایک ہی صورت ہے کہ امتحان وابتلاء اور تکلیف ومحنت کے ذریعے بطور استدلال تم مؤمن اور منافق میں امتیاز کرلو،جیسا کہ احد میں واقع ہوا''یامعشر المؤمنین، ای ما کان اللہ لیعیّن لکم المنافقین حتی تعرفوهم ولکن یظهر ذالک لکم بالتکلیف والمحنة ،وقد ظهر ذالک فی یوم احد، فان المنافقین تخلفوا واظهروا الشماتة(قرطبی).

باقی رہا اطلاع علی الغیب کے ذریعے مؤمن اور منافق میں امتیاز کرنا تو اس کے لئے اللہ تعالی اپنے بعض رسولوں کو منتخب کرتا ہے اور بذریعہ وحی ان کو اطلاع دیتا ہے۔جہاں تک آیت کے نفس مفہوم کا تعلق تھا وہ تو بیان ہو چکا،اب یہاں اہل بدعت کے ایک مغالطہ کا رد مقصود ہے،مبتدعین اس آیت سے نبی کریم ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے لئے کلی علم غیب ثابت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہاں الغیب میں الف لام استغراق کے لئے ہے،اس آیت میں غیر انبیاء سے الغیب یعنی کلی غیب کی نفی کی گئی ہے،اور پھر ''لکن'' سے برگزیدہ رسولوں کے لئے الغیب یعنی کلی غیب کو ثابت کیا گیا ہے،لیکن

یہ استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے۔

اولا،اس لئے کہ ''الف لام'' بلاشبہ استغراق کے لئے بھی آتا ہے لیکن یہ اس کا حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی ہے،اور الف لام عہد خارجی میں اصل اور حقیقت ہے علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:**التعریف لایلزم ان یکون للاستغراق بل العهدهو الاصل** (التلویح: ۱۶۰) یعنی الف لام تعریف کے لئے ضروری نہیں کہ وہ استغراق کے لئے ہو بلکہ اصل تو عہد خارجی ہے،اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی فرماتے ہیں **انما الفرق بان الجنس لایحتاج الی مؤنة المقام الخطابی بخلاف الاستغراق (حاشیه عبد الغفور: ۲)** یعنی جنس اور استغراق میں فرق باین طور ہے کہ جنس کے لئے مقام خطابی کے قرینہ کی ضرورت نہیں لیکن استغراق قرینہ کا محتاج ہوتا ہے،تو اس سے معلوم ہوا کہ استغراق میں الف لام کا استعمال مجازی ہے کیونکہ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ قرینہ کے محتاج ہمیشہ مجازی معنی ہوتے ہیں اور حقیقی معنی محتاج قرینہ نہیں ہوتے۔

اور فاضل مدقق مولانا نور محمد کہتے ہیں:**قال العلامة التفتازانی فی بعض تصانیفه انهم اختلفوا فی اللام المزیدبعدرفع الاسم بالابتداء کمافی سلام علیک، فذهب بعضهم الی انهاتعریف الجنس ازلاعهدههنا،ولاثالث لمعنی اللام باتفاق ائمة اللغة،** اس کے بعد صاحب لباب الاعراب سے نقل کیا ہے کہ **اللام لایفید الاالتعریف و الاسم لایدل الاعلی الجنس فاذن لایکون ثمه الاستغراق، نعم یصارالیه بقرینة المقام ،لاان یکون مدلول اللام .(حاشیه عبد الغفور: ۳).**

دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ الف لام باتفاق ائمہ لغت عہد خارجی اور جنس میں اصل اور حقیقت ہے اور استغراق میں اس کا استعمال مجازی اور محتاج قرینہ ہے۔ہکذافی المتن المتین وغیرہ۔جب یہ ثابت ہوگیا کہ استغراق الف لام کا مجازی استعمال ہے تو بلاقرینہ صارفہ حقیقت یعنی عہد خارجی کو چھوڑ کر استغراق مراد لینا ہرگز جائز نہیں'' **لان المجازفرع الحقیقة**'' اور مجازی معنی صرف اسی وقت مراد لئے جاتے ہیں جب حقیقت متعذر ہو:''**متی تعذر الحقیقة ارید المجاز**'' لیکن یہاں تو حقیقی معنی متعذر نہیں ہیں بلکہ ممکن اور عین مراد ہیں۔

ثانیا،اس ایت میں الف کو استغراق پر محمول کرنا ویسے بھی مقام کے مناسب نہیں، کیونکہ مقام تو عہد خارجی کا مقتضی ہے اس لئے کہ سوال تو غیب کے ایک خاص معاملہ کی بات کے بارے میں تھا،یعنی اللہ تعالی ہمیں صاف صاف بتادے کہ فلاں فلاں شخص منافق ہے،یعنی انکے دلوں میں نفاق ہے،اس لئے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ ہرگز نہیں

ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس غیب پر مطلع فرمادے، البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسول کو اس غیب کی اطلاع دیدے، اس لئے ''الـغیـب'' میں الف لام عہد خارجی کے لئے ہے، اور اس سے وہ مخصوص غیب مراد ہے یعنی منافقوں کی نشاندہی بذریعہ وحی الٰہی۔

ثالثا، تمام مفسرین نے یہاں ''الــغـیــب'' سے بعض علم غیب مراد لیا ہے، ما کان اور ما یکون اور جمیع مغیبات کا کلی اور تفصیلی علم کسی نے بھی مراد نہیں لیا، تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ الف لام استغراق کے لئے نہیں، چنانچہ علامہ قاضی بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: **ولـکـن اللہ یجتبی من رسله من یشاء ،فیـوحی الیه ویخبره بـعـض الـمغیبات.** (بیضاوی)۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے، تو اس کی طرف وحی کرتا ہے، اور اسے بعض مغیبات کی خبر دیتا ہے۔ امام بغوی فرماتے ہیں: **ولـکـن اللہ یـجتبـی مـن رسلـه من یشاء فیـطـلـعه علی بعض علم الغیب** (معالم) لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے، تو اسے بعض علم غیب پر مطلع فرمادیتا ہے، اور علامہ ابن صفی لکھتے ہیں: **ولـکـن اللہ یـجتبـی مـن رسله من یشاء فیـخبره ببـعض المغیبات** (جامع البیان) اور مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: **فیـطلعه علی البعض من علوم الـغیب احیانا.** (تفسیر مظهری) یعنی اللہ تعالیٰ جن کو رسول منتخب کرتا ہے اسے بعض غیوب کی اطلاع دیتا ہے، اور وہ بھی احیانا یعنی کبھی کبھی۔

رابعا، اگر یہاں تمام قواعد عربیت اور اصول تفسیر کے خلاف لام استغراق کے لئے مان لیا جائے اور یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ نبی کریم ﷺ کو ما کان و ما یکون کا علم کلی اور تفصیلی علم غیب تھا تو اس سے مذکورہ بالا خرابیوں کے علاوہ قران مجید کی ان بہت سی آیتوں کی تکذیب لازم آئے گی، جن میں نہایت صراحت سے نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے کلی علم غیب کی نفی کی گئی ہے مثلا: التوبہ: ۴۳، ۱۰۱، ۱۰۷۔ التحریم: (۱)۔ مندرجہ بالا آیتیں سورۂ ال عمران کے بعد نازل شدہ سورتوں کی ہیں، اور ان میں رسول اللہ ﷺ سے کلی علم غیب کی صاف صاف نفی ہوتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ اس صورت کی اس آیت میں ''الغیب'' کا الف لام استغراق کے لئے نہیں ہے، اور نہ ہی یہاں ''الغیب'' سے ما کان و ما یکون کا کلی علم غیب مراد ہے۔ بلکہ الف لام یہاں عہد کے لئے ہے۔ اور الغیب سے احد میں بے وفائی کرنے والے منافقین کی پہچان مراد ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ

جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے

مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ

اس میں اپنی کنجوسی کو اپنے لئے بہتر خیال نہ کرے بلکہ وہ ان کے لئے نہایت بدتر ہے۔

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلِلّٰهِ

وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اسکا طوق بنا کر اُن کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔

مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝١٨٠

اور آسمانوں اور زمین کا وارث اللہ تعالیٰ ہی ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ کو معلوم ہے ۔

لَّقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ سَنَكْتُبُ مَا

اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم امیر ہیں، یہ جو کہتے ہیں ہم اُس کو لکھ لیں گے

قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ

اور پیغمبروں کو جو یہ ناحق قتل کرتے رہے ہیں اُس کو بھی (قلمبند کر رکھیں گے) اور (قیامت کے روز) کہیں گے کہ عذاب

الْحَرِيْقِ ۝١٨١ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

(آتش) سوزاں کے مزے چکھتے رہو۔ یہ اُن کاموں کی سزا ہے جو تمہارے ہاتھ آگے بھیجتے رہے ہیں اور اللہ تو بندوں

لِّلْعَبِيْدِ ۝١٨٢ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ

پر مطلق ظلم نہیں کرتا ۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں حکم بھیجا ہے کہ جب تک کوئی پیغمبر

حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَ

ہمارے پاس ایسی نیاز لے کر نہ آئے جس کو آگ آ کر کھا جائے تب تک ہم اُس پر ایمان نہ لائیں گے (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو

كُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ إِنْ
کہ مجھ سے پہلے کئی پیغمبر تمہارے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے اور وہ (معجزہ) بھی لائے جو تم کہتے ہو تو اگر سچے ہو تو تم
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَإِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ
نے اُن کو قتل کیوں کیا؟ ۔ پھر اگر یہ لوگ تم کو سچا نہ سمجھیں تو تم سے پہلے بہت سے پیغمبر
جَآءُوْا بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ
کھلی ہوئی نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آ چکے ہیں اور لوگوں نے اُن کو بھی سچا نہیں سمجھا۔ ہر نفس کو موت کا مزہ
وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ
چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، تو جو شخص آتش جہنم سے دُور رکھا گیا
وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾
اور جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے ۔
لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ
تمہارے مال و جان میں تمہاری آزمائش کی جائے گی اور تم اہلِ کتاب سے اور اُن لوگوں سے جو مشرک
مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْآ أَذًى كَثِيْرًا ؕ وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ
ہیں بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے، تو اگر صبر اور پرہیزگاری کرتے رہو گے تو
ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ
یہ بڑی ہمت کے کام ہیں ۔ اور جب اللہ نے اُن لوگوں سے جن کو کتاب عنایت کی گئی تھی اِقرار لیا کہ (جو کچھ اس میں لکھا
لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهُ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا
ہے) اُسے صاف صاف بیان کرتے رہنا اور اس کو نہ چھپانا تو انہوں نے اس کو پسِ پشت ڈال دیا

بِهٖ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿١٨٧﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ

اوراس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کی۔ یہ جو کچھ حاصل کرتے ہیں بُرا ہے۔ جولوگ اپنے (ناپسند) کاموں سے خوش

يَفْرَحُوْنَ بِمَآ أَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ أَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا

ہوتے ہیں اور (پسندیدہ کام) جو کرتے نہیں اُن کیلئے چاہتے ہیں کہ اُن کی تعریف کی جائے

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿١٨٨﴾

اُن کی نسبت خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے۔ اور انہیں دردناک عذاب ہو گا ۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٨٩﴾

بیشک آسمانوں اورزمین کی بادشاہی اللہ ہی کیلئے ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۔

إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ

بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں

لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ

عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں ۔ جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے

وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

اورآسمان اورزمین کی پیدائش میں غور کرتے (اور کہتے) ہیں کہ اے رب! تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا

سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ رَبَّنَآ إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ

تو پاک ہے تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچانا ۔اے رب جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا

فَقَدْ أَخْزَيْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾ رَبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا

اُسے رُسوا کیا اورظالموں کا کوئی مددگار نہیں ۔ اے رب! ہم نے ایک ندا کرنے والے کو سنا کہ

يُّنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ آمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا
ایمان کیلئے پکار رہا تھا (یعنی) اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے، اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما
وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا
اور ہماری برائیوں کو ہم سے محو کر اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کیساتھ اٹھا۔اے اللہ تونے جن جن چیزوں کے ہم سے اپنے
عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾
پیغمبروں کے ذریعے وعدے کئے ہیں وہ ہمیں عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا۔ کچھ شک نہیں کہ تو خلافِ وعدہ نہیں کرتا
فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَا اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى
تو اُن کے رب نے اُن کی دعا قبول کرلی (اور فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو، مرد ہو یا عورت، ضائع نہیں کرتا۔
بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ
تم ایک دوسرے کی جنس ہو۔ تو جولوگ میرے لئے وطن چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے
وَاُوْذُوْا فِىْ سَبِيْلِىْ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ
اور ستائے گئے۔ اور لڑے اور قتل کئے گئے، میں اُن کے گناہ دُور کر دوں گا ۔
وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ
اور اُن کو جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں اللہ کے ہاں سے بدلا ہے ۔
وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِى
اور اللہ کے ہاں اچھا بدلا ہے ۔تجھ کو کافروں کے شہر میں چلنا پھرنا دھوکہ نہ دے
الْبِلَادِ ﴿١٩٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾ لٰكِنِ
یہ تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے لیکن

الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

جولوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے

نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ

یہ اللہ کے ہاں مہمانی ہے اور جو اللہ کے ہاں ہیں وہ نیک بندوں کے لئے بدر جہا بہتر ہے اور اوران اہل کتاب میں بعض ایسے بھی

لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ

ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور جو چیز تمہاری طرف اوران کی طرف نازل کی گئی ہے اس پر بھی اللہ کے سامنے عاجزی کرنے والے ہیں

لَا يَشْتَرُوْنَ بِآيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اللہ کے ایتوں پر تھوڑا سا مول نہیں لیتے یہی ہے جن کے لئے ان کے رب کے ہاں بدلہ ہے

إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا

بیشک اللہ تعالی جلد حساب لینے والا ہے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو تلقین صبر کرواور مقابلہ کے وقت

وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

مضبوط رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ۔[۱۵]

---

[۱۱۵] یہ آیت اس سورت کی اخری ایت ہے، مسلمانوں کے لئے چند اہم وصیتوں پر مشتمل ہے، گویا پوری سورت کا خلاصہ ہے، اس میں تین چیزوں کی وصیت مسلمانوں کو کی گئی ہیں، صبر، مصابرہ۔ مرابطہ اور چوتھی چیز تقوی ہے، جو کہ ان تینوں کے ساتھ لازم ہے۔

صبر کے لفظی معنی روکنے اور باندھنے کے ہیں، اور اصطلاح قران وسنت میں نفس کو خلاف طبع چیزوں پر جمائے رکھنے کو صبر کہا جاتا ہے۔ جس کی تین قسمیں ہیں، ''صبر علی الطاعات''، یعنی جن کاموں کا اللہ تعالی نے اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے ان کی پابندی طبعیت پر کتنی بھی شاق ہو، اس پر نفس کو جمائے رکھنا۔

دوسرے ''صبر عن المعاصی'' یعنی جن چیزوں سے اللہ تعالی اوراس کے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے وہ نفس کے لئے کتنی ہی محبوب ولذیذ ہوں نفس کو اس سے روکنا۔ تیسرے'' صبر علی المصائب'' یعنی مصیبت اور تکلیف پر صبر کرنا، حد سے زیادہ پریشان نہ ہونا، اور سب تکلیف وراحت کو حق تعالی کی طرف سے سمجھ کر نفس کو بے قابو نہ ہونے دینا۔

''مصابرت'' اسی لفظ صبر سے ماخوذ ہے، اس کے معنی ہیں، دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا۔

''مرابطہ'' یہ لفظ ربط سے بنا ہے، جسکے اصلی معنی باندھنے کے ہیں، اوراسی وجہ سے رباط اور مرابطہ کے معنی گھوڑے باندھنے، اور جنگ کی تیاری کرنا ہے، قران کریم میں اسی معنی کے لئے آیا ہے:''ومن رباط الخیل'' (انفال: ٦٠). اصطلاح قران وحدیث میں یہ لفظ دو معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے، اول اسلامی سرحدوں کی حفاظت، جس کے لئے جنگی گھوڑے اور جنگی سامان کے ساتھ مسلح رہنا لازمی ہے، تاکہ دشمن اسلامی سرحدوں کی طرف رخ کرنے کی جرأت نہ کرے۔

دوسرے نماز جماعت کی ایسی پابندی کہ ایک نماز کے بعد ہی سے دوسرے نماز کے انتظار میں رہے، یہ دونوں چیزیں اسلام میں بڑی مقبول عبادات ہیں، جن کے فضائل بے شمار ہیں۔

ابن کثیر نے عائشہؓ سے ان اخری '١١' آیات کے شان نزول سے متعلق ایک حدیث نقل کی ہے، بحوالہ ابن حبان وغیرہ کہ عطاء ابن ابی رباح عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے حالات میں جو سب سے زیادہ عجیب چیز آپ نے دیکھی ہو، وہ ہمیں بتاؤ، اس پر عائشہؓ نے فرمایا: آپ کی کس شان کو پوچھتے ہو؟ ان کی تو ہر شان عجیب ہی تھی، ہاں ایک واقعہ عجیب سناتی ہوں، وہ یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ ایک رات میرے پاس تشریف لائے، اور لحاف میں میرے ساتھ داخل ہوگئے، پھر فرمایا، کہ اجازت دو، کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں، بستر سے اٹھے، وضوء کیا، پھر نماز کے لئے کھڑے ہوگئے، اور قیام میں اس قدر روئے کہ آپؐ کے آنسو سینہ مبارک پر بہہ گئے، پھر رکوع فرمایا، اوراس میں بھی روئے، اور پھر سجدہ کیا، اور سجدہ میں بھی اسی قدرے روئے، پھر سر اٹھایا، اور مسلسل روتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی، بلالؓ آئے، اور رسول کریم ﷺ کو اطلاع نماز دی، بلال فرماتے ہیں، کہ میں نے عرض کیا کہ نبی کریم ﷺ اس قدر کیوں گریہ فرماتے ہیں؟ اللہ تعالی نے تو آپؐ کے اگلے، پچھلے، گناہ معاف فرمادیے ہیں، آپ نے فرمایا تو کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنو؟ اور شکر میں گریہ وزاری کیوں نہ کروں، جبکہ اللہ تعالی نے آج کی شب مجھ پر یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی ہے'' ان فی خلق السموٰات و الارض ''الایة، اس کے بعد آپ نے فرمایا بڑی تباہی ہے اس شخص کے لئے جس نے ان آیتوں کو پڑھا اوران میں غور نہیں کیا۔ (شرح مشکل الاثار باب نمبر ٢٧ رقم الحدیث ٤٦١٨ ص:١٢/٣٤، ابن حبان

رقم:۶۲۰،وابوالشیخ:۱۸۶)۔بکہ بخاری،ابوداؤدوغیرہ میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہؓ کے گھر رات گزاری،رسول اللہﷺ جب آئے تھوڑی دیر تک تو آپﷺ میمونہؓ سے باتیں کرتے رہے،پھر سو گئے،جب اخری تہائی رات باقی رہ گئی،تو آپﷺ اٹھ بیٹھے اور اسمان کی طرف نگاہ کر کے یہ گیارہ ایتیں تلاوت فرمائیں،پھر کھڑے ہوئے مسواک کر کے وضوء کیا،اور گیارہ رکعات نماز ادا کی۔(الحدیث)۔

مسلم:۱/۱۵۱،اورنسائی میں ابوہریرہؓ سے'' رابطوا'' کے متعلق ایک روایت ہے جو کہ ابن کثیر نے بھی نقل کیا ہے:**عن ابی هريرةؓ عن النبیﷺ قال الااخبركم بمايمحوالله به الخطايا،ويرفع به الدرجات؟اسباغ الوضوء على المكاره وكثرة الخطا الى المساجد، وانتظار الصلاة بعد الصلاة ، فذٰلكم الرباط ، فذٰلكم الرباط ، فذٰلكم الرباط**۔رسول اللہﷺ فرماتے ہیں آ و میں تمہیں بتاؤں کہ کس چیز سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹادیتا ہے؟اور درجوں کو بڑھاتا ہے؟تکلیف ہوتے ہوئے کامل وضوء کرنا۔دور سے چل کر مسجدوں میں آنا۔ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا،یہی رباط ہے،یہی رباط ہے،یہی رباط ہے۔

جبکہ حاکم نے مستدرک:۲/۳۰۱،کتاب التفسیر میں ابوسلمہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ:قال ابوسلمه:**ياابن اخى هل تدرى فى اى شيئ نزلت هذه الاية؟'' ياايها الذين امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا''(ال عمران:۲۰۰)؟ قال قلت لا،قال:ياابن اخى انى سمعت اباهريرةؓ يقول: لم يكن فى زمان النبىﷺ غزويرابط فيه ،ولكن انتظار الصلاة بعد الصلاة ۔**

ابوسلمہ سے ایک دن ابوہریرہؓ نے پوچھا،اے میرے بھتیجے جانتے ہو اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں،آپ نے فرمایا سنو!اس وقت کوئی غزوہ نہ تھا اس طرح کہ اس میں مرابطہ تھا،یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو مسجدوں کو آباد رکھتے تھے اور نمازوں کو ٹھیک وقت پر ادا کرتے تھے۔

اور مسلم نے:۶/۵۰،میں سلمان فارسیؓ سے نقل کیا ہے:**عن رسول الله ﷺانه قال، رباط يوم وليلة خير من صيام شهر وقيامه ، وان مات جرى عليه [عمله]الذى كان يعمله ،واجرى عليه رزقه، وامن الفتان** . ایک دن،رات کی مرابطہ(جہاد کی تیاری)ایک ماہ کے کامل روزوں اور ایک ماہ کی تمام شب بیداری سے افضل ہے،اور اسی تیاری کی حالت میں موت آجائے تو جتنے اعمال صالحہ کرتا تھا سب کا ثواب پہنچتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس سے روزی پہنچائی جاتی ہے۔اور فتنوں سے امن پاتا ہے۔

ســورة النســاء (مدنية)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔

وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّنِسَآءً‌ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا پھر اُن دونوں سے کثرت سے مرد وعورت روئے زمین پر پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو

الَّذِىۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيۡبًا ‏[١]

جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتہ داری کے تعلقات کو بگاڑنے سے بچو بیشک اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے[١]

وَاٰتُوا الۡيَتٰمٰٓى اَمۡوَالَهُمۡ‌ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الۡخَبِيۡثَ بِالطَّيِّبِ‌ وَلَا تَاۡكُلُوۡۤا

اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور ناپاک کو پاک سے نہ بدلو اور ان

اَمۡوَالَهُمۡ اِلٰٓى اَمۡوَالِكُمۡ‌ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوۡبًا كَبِيۡرًا‏ [٢] وَاِنۡ

کے مال کو اپنے مال سے ملا کر نہ کھاؤ یہ بڑا گناہ ہے۔ اور اگر تم

خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِى الۡيَتٰمٰى فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ

یتیم لڑکیوں سے بے انصافی کرنے سے ڈرتے ہو تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے

---

[١] ”تساء لون“ یہ اصل میں ”تتسائلون“ تھا ایک تا، بطور تخفیف حذف کر دی گئی، باب تفاعل کا خاصہ اشتراک ہے، اس لئے ”تسـاء لـون بـه“ کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اللہ کے نام پر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو، ای یسأل

بعضکم بعضا باللہ (مدارک) و التساء ل باللہھو کقولک اسألک باللہواحلف علیک باللہواستشفع الیک باللہ (خازن)یا،تسآء لون بمعنیٰ" تسألون" مجرد ہےاور"بہ "میں باء،زائدہ ہے ،اور مطلب یہ ہے کہ جس اللہ سے تم سوال کرتے اور مانگتے ہو،اس سے ڈرو۔

"و الارحام " یہ رحم کی جمع ہےاور لفظ اللہ پر معطوف ہے۔اوراس سے مراد قطع ارحام ہے یعنی اللہ سے ڈرو اور قطع رحمی سے بھی بچو۔اتقوا الارحام ان تقطعوھا۔(مدارک،معالم،خازن)۔

تفسیر مواہب الرحمٰن میں ہے کہ:اتقوا الارحام .ان تقطعوھا، اور بچوارحام سے،ناتوں کو کاٹنے سے،یعنی آپس کا ناتہ جن حقوق کے ساتھ ہےاس کو ملائے رکھو۔ھکذافسرابن عباسؓ وعکرمہ ومجاھدوحسن وضحاک وربیع وغیرھم. گویااس میں اشارہ ہے کہ اے اہل مکہ سب سے پہلے کفر کرنے والےاورایذاء دینے والے نبیﷺ کو تم مت ہوں،اور پھر اتقاء ارحام کے حکم میں تنبیہ ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک ناتے کا ایک مرتبہ ہے۔ اورحدیث میں عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا، کہ رحم لٹکا ہوا ہے عرش الرحمٰن عزوجل سے،کہتا ہے جو مجھے ملائے رکھے،اللہ تعالی اس کو ملادے،اور جو مجھے کاٹے اللہ تعالی اس کو کاٹے۔رواہ البخاری ومسلم۔

اورقرطبی نے کہا ہے کہ امت کا اتفاق ہے کہ صلہ رحمی یعنی ناتے کا ملانا واجب ہے،اورکاٹنا حرام ہے،ایک قرأت میں جو کہ حمزہ وغیرہ کی ہے بالجر ہے بناء برینکہ عطف ہے ضمیر"بہ"پر یعنی وبالارحام اہل عرب کا دستور تھا کہ رحم کے واسطہ دیا کرتے تھے جیسا کہ ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے۔یقول اسألک باللہ وبالرحم اور یہ تقریر اولی ہے بعض مفسرین کے کلام سے کہ تفسیر میں کہا،ای یسأل بعضکم باللہ وبالرحم کیونکہ اس طرح ملا کر زمانہ جاہلیت کی قسم تھی جوشرع میں مستنکر ہے، پس اگر یوں تفسیر کی جاوے تو تقریر کا وہم ہے۔یعنی اگر یوں تفسیر کی جاوے تو یہ وہم ہوسکتا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی قسم کو مقرر وثابت رکھا۔

ابن جریر نے بھی اس تفسیر پر رد کیا ہے فرماتا ہے کہ وذلک غیرفصیح من الکلام عند العرب، لانھاتنثق بظاھرعلی مکی مخفوض الافی ضرورۃ شعروذلک لضیق الشعر،واما الکلام فلاشیء یضطر المتکلم الی اختیار المکروہ من المنطق و الردی فی الاعراب منہ۔زمخشری اور بیضاوی وغیرہ نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے یہ تفصیل اس وجہ سے کیا کہ بعض مبتدعین اس کو مجرور پڑھ کر وسیلے بدعیہ کے لئے استدلال کرتے ہیں فافہم۔

مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ

دو دو تین تین چارچار سے نکاح کرلو اگر تمہیں خطرہ ہو کہ انصاف نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرلو

مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴿۳﴾

یاجولونڈی تمہاری ملک میں ہووہی سہی یہ طریقہ بے انصافی سے بچنے کے لئے زیادہ قریب ہے۔[۲]

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا

اور عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دے دیا کرو۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ تمہیں چھوڑ دیں

فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــًٔا مَّرِیْٓــًٔا ﴿۴﴾ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ

تو اُسے ذوق وشوق سے کھالو۔اور بےعقلوں کو اُن کا مال جسے اللہ نے تم لوگوں کیلئے سبب معیشت بنایا ہے مت دو

جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا

(ہاں) اس میں سے اُن کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور اُن سے معقول باتیں

مَّعْرُوْفًا ﴿۵﴾ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰی حَتّٰٓی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ

کہتے رہو۔اور یتیموں کو بالغ ہونے آزماتے رہو پھر (بالغ ہونے پر) اگر اُن میں عقل کی پختگی دیکھو تو اُن کا

رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَا

مال اُن کے حوالے کردواوراس خوف سے کہ وہ بڑے ہوجائیں گے (یعنی بڑے ہوکرتم سے اپنا مال واپس لے لیں گے)

اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ

اس کو فضول خرچی میں اور جلدی میں نہ اڑا دینا، جو شخص آسودہ حال ہو اُس کو پرہیز کرنا چاہئے

---

[۲] عائشہؓ سے روایت ہے(اس آیت کی تفسیر کے متعلق): قالت یاابن اختی هذه الیتیمة تکون فی حجر

ولیھاتشرکہ فی مالہ، ویعجبہ مالھاوجمالھا،فیریدولیھاان یتزوجھابغیران یسقط فی صداقھا ، فیعطیھامثل مایعطیھاغیرہ ،فنھوا ان ینکحوھن الا ان یقسطوا الیھن ،ویبلغوابھن اعلی سنتھن فی الصداق،وامروا ان ینکحواماطاب لھم من النساء سواھن۔(بخاری فی التفسیر)۔

زمانہ جاھلیت میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک شخص کی تولیت میں یتیم لڑکی مثلا اس کی چچازاد بہن ہوتی ، جو وراثت میں اس کی شریک ہوتی ، وہ شخص یہ سوچ کر کہ اگر اس یتیمہ کی شادی کسی دوسرے شخص سے کرے گا تو اس کی دولت اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی ، وہ خود ہی اس لڑکی سے نکاح کر لیتا،لیکن مہراوردیگرحقوق معاشرت میں اس سے بے انصافی کرتا،اس لئے اللہ تعالی نے یتیم سے بے انصافی اوران پرظلم کرنے سے ممانعت فرمادی،اورمسلمانوں کوتلقین فرمائی کہ اگر وہ اپنی زیر کفالت یتیم لڑکیوں سے نکاح کریں،توان کی حیثیت کے مطابق ان کے مہرادا کریں،اوران کے دوسرے حقوق بھی پورے کریں۔لیکن اگرانہیں یہ ڈرہوکہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کے بعدوہ ان سے انصاف کا برتاؤنہیں کرسکیں گے، توانہیں چاہئے کہ وہ یتیم لڑکیوں سے نکاح نہ کریں، بلکہ دوسری عورتوں میں سے جوشرعاان کے نکاح میں آسکتی ہیں،ایک، دو،تین،یاچارعورتوں سےنکاح کرلیں"ماطاب " سےمراد"ماحل"،یعنی جن عورتوں سےنکاح حلال ہے،اور"من النساء" سےمرادوہ عورتیں ہیں جویتٰمیٰ کےعلاوہ ہوں۔

"واحدۃ" کاناصب اس سے پہلے محذوف ہے، ای فاختاروا واحدۃ(روح،مدارک)ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت اس صورت میں ہے کہ ان سب کےساتھ انصاف کرسکو۔لیکن اگریہ اندیشہ ہوکہ انصاف کےساتھ ان کےحقوق اداکرنے سےقاصررہوگےتوصرف ایک بیوی پرہی اکتفاءکرو۔

اور"ماملکت ایمانکم" اس کاعطف "واحدۃ" پرہے،مطلب یہ ہے کہ اگرایک ازادعورت کےبھی حقوق ادانہ کرسکوتواپنی مملوکہ لونڈیوں پرہی اکتفاءکرو۔ای ان خاف ان لایعدل فی واحدۃ فماملکت یمینہ" (قرطبی).

"ذلک" سےایک بیوی یالونڈیوں پراکتفاکرنےکی طرف اشارہ ہے "الاتعولوا ،ای ان لاتجوروا (قرطبی ،روح ،مدارک) یعنی ایک بیوی یااپنی مملوکہ لونڈیوں پراکتفاءکرناتمہارے لئےعدل وانصاف سےقریب ترہے،اورظلم وجورسےبچنےکاقریب ترین ذریعہ ہے۔

وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ

اور جو محتاج ہو وہ مناسب طور پر کچھ لے لے اور جب اُن کا مال اُن کے حوالے کرنے لگو تو

فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴿٦﴾ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ

گواہ کر لیا کرو اور حقیقت میں تو اللہ ہی حساب لینے والا کافی ہے ۔ جو مال ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ کر مریں

الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ

تھوڑا ہو یا بہت، اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی

مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَفْرُوضًا ﴿٧﴾ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ

یہ حصے (اللہ کے) مقرر کئے ہوئے ہیں ۔ اور جب میراث کی تقسیم کے وقت

أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا

رشتہ دار اور یتیم اور محتاج آ جائیں تو اُن کو بھی اُس میں کچھ دے دیا کرو اور شیریں کلامی سے پیش آیا کرو ۔

مَعْرُوفًا ﴿٨﴾ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا

اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیئے جو اپنے بعد ننھے ننھے بچے چھوڑ جائیں اور اُن کو اُن کی نسبت

عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٩﴾

خوف ہو (کہ اُن کے مرنے کے بعد اُن بیچاروں کا کیا حال ہوگا) پس چاہیئے کہ یہ لوگ اللہ سے ڈریں اور معقول بات کہیں

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ

جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں ۔ اور دوزخ میں ڈالے جائیں گے

وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿١٠﴾ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے

الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ

اور اگر اولادِ میت صرف لڑکیاں ہی ہوں (یعنی دو یا) دو سے زیادہ تو کُل ترکے میں اُن کا دو تہائی اور اگر صرف ایک لڑکی ہو

وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

تو اُس کا حصہ نصف۔ اور میت کے ماں باپ کا یعنی دونوں میں سے ہر ایک کا ترکے میں چھٹا حصہ

مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ

شرطیکہ میت کی اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی اُس کے وارث ہوں تو ایک تہائی ماں کا حصہ

فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا

اور اگر میت کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ (اور یہ تقسیم ترکہ میت کی) وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو اُس نے کی ہو

أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ

یا قرض کے (ادا ہونے کے بعد جو اُس کے ذمے ہو عمل میں آئے گی)۔ تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ دادوں اور بیٹوں

أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا

پوتوں میں سے فائدے کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے یہ حصے اللہ کے مقرر کئے ہوئے ہیں اور اللہ سب کچھ

حَكِيمًا ﴿١١﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ

جاننے والا اور حکمت والا ہے۔[٣] اور جو مال تمہاری عورتیں چھوڑ کر مریں اگر ان کی اولاد نہ ہوں تو اُس میں نصف حصہ

---

[٣] **الحقوق المتقدمة على الميراث**

شریعت کا اصول یہ ہے کہ مرنے والے کے مال سے پہلے شریعت کے مطابق اس کے کفن دفن کے اخراجات پورے کئے جائیں، جن میں نہ فضول خرچی ہو نہ کنجوسی ہو، اس کے بعد اس کے قرضے ادا کئے جائیں، اگر قرضے اتنے ہی

ہوں جتنا اس کا مال ہے یا اس سے بھی زیادہ، تو نہ کسی کو میراث ملے گی، نہ کوئی وصیت نافذ ہوگی، اور اگر قرضوں کے بعد مال بچ جائیں یا قرضے بالکل ہی نہ ہوں تو اگر اس نے کوئی وصیت کی ہو، اور وہ کسی گناہ کی وصیت نہ ہو، تو اب جو مال موجود ہے اس کے ایک تہائی میں سے اس کی وصیت نافذ ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص پورے مال کی وصیت کر دے تب بھی تہائی مال ہی میں وصیت معتبر ہوگی، تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا مناسب بھی نہیں ہے، اور وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے وصیت کرنا گناہ بھی ہے، ادائے دین کے بعد ایک تہائی میں وصیت نافذ کر کے شرعی وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے، جس کی تفصیلات فرائض کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اگر وصیت نہ کی ہو تو اداء دین کے بعد پورا مال میراث میں تقسیم ہوگا۔

''اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے میراث پانے کے باب میں'' [وہ یہ کہ] لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر (یعنی ایک لڑکا، لڑکی ایک ایک یا کئی کئی ملی جلی ہوں، تو انکے حصوں میں باہم یہ نسبت ہوگی کہ ہر لڑکے کو دوہرا اور ہر لڑکی کو اکہرا) اور اگر (اولاد میں) صرف لڑکیاں ہی ہوں، گو دو سے زیادہ ہوں، تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا، اس مال کا جو کہ میت چھوڑ مرا ہے۔ (اور اگر دو لڑکیاں ہوں، تب تو دو تہائی ملنا بہت ہی ظاہر ہے۔ کیونکہ اگر ان میں ایک لڑکی کی جگہ لڑکا ہوتا تو اس لڑکی کا حصہ باوجود یکہ بھائی سے کم ہے ایک تہائی سے نہ گھٹتا، پس جب دوسری بھی لڑکی ہے، تب تو تہائی سے کسی طرح گھٹ نہیں سکتا، اور دونوں لڑکیاں یکساں حالت میں ہیں، پس اس کا بھی ایک تہائی ہوگا۔

دونوں کا مل کر دو تہائی ہوا، البتہ تین لڑکیوں میں شبہ تھا کہ شاید ان کو تین تہائی یعنی کل مل جاوے، اس لئے فرمایا کہ گو لڑکیاں دو سے زیادہ ہوں مگر دو تہائی سے نہ بڑھے گا، اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو (کل ترکہ کا) نصف ملے گا۔ (اور پہلی صورت میں ایک ثلث بچا، اور دوسری صورت کا ایک نصف بچا، دوسرے خاص خاص اقارب کا حق ہے یا اگر کوئی نہ ہو تو پھر اسی کو دیدیا جاوے گا۔ جیسا کہ کتب فرائض میں مذکور ہے)۔

اور ماں باپ (کو میراث ملنے میں تین صورتیں ہیں، ایک صورت تو ان) کے لئے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کے لئے میت کے ترکہ میں سے چھٹا چھٹا حصہ مقرر ہے، اگر میت کے کچھ اولاد ہو (خواہ مذکر یا مؤنث، خواہ ایک یا زیادہ، اور بقیہ میراث دوسرے خاص خاص ورثہ کو ملے گی۔

اور پھر بھی بچ جاوے، تو پھر سب کو دی جاوے گی) اور اگر اس میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور صرف اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں، یہ دوسری صورت ہے اور صرف اس لئے کہا کہ بہن بھائی بھی نہ ہو جیسا آگے آتا ہے تو (اس صورت میں) اس کی ماں کا ایک تہائی ہے (اور باقی دو تہائی باپ کا، اور چونکہ صورت مفروضہ میں یہ ظاہر تھا، اس=

وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِيْنَ

اور اگر اولاد ہو تو ترکے میں تمہارا چوتھائی (لیکن یہ تقسیم) وصیت (کی تعمیل کے) بعد جو اُنہوں نے کی ہو

بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ

یا قرض کے (ادا ہونے کے بعد جو اُن کے ذمے ہو کی جائے گی)۔ اور جو مال تم (مرد) چھوڑ کر مرو اگر تمہاری اولاد نہ ہو

فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا

تو تمہاری عورتوں کا اُس میں چوتھا حصہ اور اگر اولاد ہو تو اُن کا آٹھواں حصہ (یہ حصے) تمہاری وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو تم نے کی ہو

أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً

اور ادائے قرض کے (بعد تقسیم کئے جائیں گے)۔ اور اگر ایسے مرد یا عورت کی میراث ہو جس کے نہ باپ نہ ہو بیٹا

= لئے تصریح کی حاجت نہیں ہوئی)۔ اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی بہن (کسی قسم کے) ہوں (خواہ ماں باپ دونوں میں شریک، جس کو اعیانی کہتے ہیں، خواہ صرف باپ ایک، ماں الگ الگ، جس کو علاتی کہتے ہیں، عرضیکہ کسی طرح کے بہائی بہن ایک سے زیادہ ہوں، اور اولاد نہ ہوں اور ماں باپ ہوں، اور یہ تیسری صورت ہے تو اس صورت میں اس کی ماں کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا، اور باقی باپ کو ملے گا۔ یہ سب حصے وصیت (کے قدر مال) نکال لینے کے بعد کہ میت اس کی وصیت کر جاوے، یا قرض اگر ہو تو اس کو بھی نکال لینے کے بعد تقسیم ہونگے۔ تمہارے اصول وفروع جو ہیں تم ان کے متعلق پورے طور پر یہ نہیں جان سکتے کہ ان میں کونسا شخص تم کو (دنیوی یا اخروی) نفع پہنچانے میں (باعتبار توقع کے) نزدیک تر ہے (یعنی اگر تمہاری رائے پر یہ قصہ رکھا جاتا، تو بغالب احوال تم لوگ تقسیم میں مدار ترجیح وتفضیل کا اس شخص کے نفع رسانی پر رکھتے، اور اس مدار کے تیقن کا خود کوئی طریقہ کسی کے پاس نہیں ہے۔ تو اس کا مدار تجویز ٹھہرانا ہی صحیح نہ تھا، پس جب نفع میں مدار بننے کی قابلیت نہ تھی اس لئے دوسرے مصالح اور اسرار کو گو وہ تمہارے ذہن میں نہ آویں اس حکم کا مبنی اور مدار ٹھہرا کر) یہ حکم منجانب اللہ مقرر کر دیا گیا (اور یہ امر) بالیقین (مسلم ہے کہ) اللہ تعالی بڑے علم والے اور حکمت والے ہیں۔ (پس جو حکمتیں انہوں نے اپنے علم سے اس میں مرعی رکھی ہیں وہی قابل اعتبار ہیں۔ اس لئے تمہاری رائے پر نہیں رکھا۔

أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوْا أَكْثَرَ

مگر اس کے بھائی یا بہن ہو تو اُن میں سے ہرایک کا چھٹا حصہ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں

مِنْ ذٰلِکَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصٰى بِهَآ أَوْ دَيْنٍ

تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔ (یہ حصے بھی) بعد ادائے وصیت و قرض

غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾

بشرطیکہ اُن سے میت نے کسی کا نقصان نہ کیا ہو یہ اللہ کا فرمان ہے اور اللہ تعالیٰ نہایت علم والا (اور) نہایت حلم والا ہے[۴]

---

[۴] اور تم کو آدھا ملے گا اس ترکہ کا جو تمہاری بیبیاں چھوڑ جاویں، اگر انکے کچھ اولاد نہ ہو (نہ مذکر نہ مؤنث، نہ واحد نہ کثیر) اور اگر ان بیبیوں کے کچھ اولاد ہو (خواہ تم سے ہو یا پہلے شوہر سے) تو (اس صورت میں) تم کو ان کے ترکہ سے ایک چوتھائی ملے گا۔ (لیکن ہرصورت میں یہ میراث) وصیت (کے قدر مال) نکالنے کے بعد، کہ وہ اس کی وصیت کر جائیں یا قرض (اگر ہو تو اس کے نکالنے کے بعد ملے گی) اور بیبیوں کو چوتھائی ملے گا۔ اس ترکہ کا جس کو تم چھوڑ جاؤ (خواہ وہ ایک ہو یا کئی ہوں، تو وہ چوتھائی سب میں برابر بٹ جاوے گا) اگر تمہارے کچھ اولاد نہ ہو (نہ مذکر نہ مونث نہ واحد نہ کثیر) اور اگر تمہارے کچھ اولاد ہو تو (اس صورت میں) ان کو (خواہ وہ ایک ہو یا کئی) تمہارے ترکہ سے اٹھواں حصہ ملے گا۔ (یہ بھی دو صورتیں ہیں، اور دونوں صورتوں میں بقیہ دوسرے ورثہ کو ملے گا، لیکن یہ میراث وصیت (کے قدر مال) نکالنے کے بعد کہ تم اس کی وصیت کر جاؤ، یا قرض (اگر ہو، تو اس کے بھی نکالنے کے بعد ملے گی۔

اگر کوئی میت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی خواہ وہ میت مرد ہو یا عورت ایسا ہو جس کے نہ اصول ہوں (یعنی باپ دادا) اور نہ فروع ہوں (یعنی اولاد اور بیٹے کی اولاد) اور اس (میت) کے ایک بھائی یا ایک بہن (اخیافی) ہو، تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

اور یہ لوگ اس سے (یعنی ایک سے) زیادہ ہوں (مثلاً دو ہوں یا اور زیادہ) تو وہ سب تہائی میں (برابر کے)

شریک ہونگے (اوران میں مذکر ومونث کا برابر حصہ ہے،اور بقیہ میراث دوسرے ورثہ کو،اوراگرکوئی اورنہ ہوتو پھرانہی کودی جائے گی، یہ دوصورتیں ہوئیں،اوردونوں صورتوں میں یہ میراث)وصیت(کے قدرمال) نکالنے کے بعدجس کی وصیت کردی جاوے یا(اگر) قرض(ہو،تواس کےبھی نکالنے) کے بعد(ملے گی) بشرطیکہ(وصیت کرنے والا) کسی (وارث) کوضررنہ پہنچاوے(نہ ظاہرًا نہ ارادۃً ظاہرًایہ کہ مثلاثلث سے زیادہ وصیت کرے ،تووہ وصیت میراث پرمقدم نہ ہوگی۔اورارادۃً یہ کہ رہے ثلث کے اندر،لیکن نیت یہ ہوکہ وارث کوکم ملے، یہ ظاہرًانافذ ہوجاوے گی،لیکن گناہ ہوگا) یہ (جس قدریہاں تک مذکورہوا)۔

واضح رہے کہ اس آیت میں اخیافی (ماں شریک)بہن بھائی کا حصہ بتلایا گیاہے اگرچہ قران کریم کی اس آیت میں یہ قید مذکورنہیں ہے،لیکن یہ قید بالاجماع معتبر ہے۔

سعدبن ابی وقاصؓ کی قرأت بھی اس آیت میں اس طرح ہے:وله اخ او اخت من امه،جیسا کہ علامہ قرطبی، صاحب روح المعانی،اورابوبکرجصاصؒ اوردیگرعلماءنےنقل کیاہے،گویہ قرأت متواترنہیں ہے،لیکن اجماع امت ہونے کی وجہ سے معمول بھاہے۔اوراس کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ نسآء کے اختتام پربھی کلالہ کی میراث کا ذکر کیاہے،وہاں بتایاہے کہ اگرایک بہن ہوتواس کوآدھا ملے گا،اوراگرایک بھائی ہوتواپنی بہن کے پورے مال کا وارث بنے گا،اوراگردوبہنیں ہوں تودوتہائی مال پائیں گی،اوراگرمتعدد بھائی بہن ہوں تو مذکرکومؤنث سے دوہرادیاجائیگا۔سورۃ کے اختتام پرجویہ حکم ارشادفرمایاہے،اعیانی یعنی حقیقی بہن بھائی ،اورعلاتی یعنی باپ شریک بہن بھائی کا ذکرہے،اگریہاں علاتی اورعینی بھائی بہن کوشامل کرلیاجائےتواحکام میں تعارض لازم آجائے گا۔

بعض لوگوں کویتیم پوتے کی وراثت میں کچھ شبہات لاحق ہوئے ہیں ہم ان شبہات کے جوابات تفصیل کے ساتھ ذکرکرتے ہیں:۔

(۱)پوتے کو چچا کی موجودگی میں دادا کی میراث سے حصہ نہ دیناظلم اوربےانصافی ہے۔(۲) یہ فقہاء کی غلطی ہے کہ دادا کو پوتے کاوارث بناتے ہیں،اورپوتے کودادا کاوارث نہیں بناتے ،اورحال یہ کہ نسبت ایک ہے۔(۳)پوتااپنے باپ کا قائم مقام ہے،اس کا چچاواسطہ نہیں اسکاباپ واسطہ تھا،اوروہ فوت ہوچکاہےتو چاہئے کہ پوتااپنے باپ کی طرح دادا کاوارث بن جائے۔

جوابات بالترتیب :۔

شبہ نمبر۱: شبہے کے جواب دینے سے قبل منکرین حدیث سے ایک اہم سوال یہ ہے کہ قرآن میں ایسی آیت بتلا دو، جس میں چچا کی موجودگی میں یتیم پوتے کا حصہ میراث ذکر ہو، یہ مسئلہ اتنا اہم ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ کو اپنے چچاؤں کی موجودگی میں اپنے دادا عبدالمطلب کی وراثت سے حصہ نہیں ملا تھا، تو یہ مسئلہ ضرور قران کریم میں صراحتا یا اشارۃً ذکر ہونا چاہئے تھا، لیکن کسی طریقہ سے بھی ذکر نہیں، تو کیا اللہ تعالی نے اس ظلم کو رد کرنے کی طرف توجہ نہیں کی؟ حالانکہ ﴿ و ما اللہ یرید ظلما للعباد﴾ اللہ تعالی اپنے بندوں پر ظلم کرنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے یتیم کے ساتھ ہمدردی کرنے کے دیگر بہت سارے طریقے بتلا دیئے ہیں۔

(۱) اللہ تعالی نے ہرایت میراث میں حصص میراث بیان کرنے کے ساتھ فرمایا ہے [من بعد وصیة توصون بھا او دین] یعنی اللہ تعالی نے وصیت کی طرف ترغیب دلائی، تو دادا کے لئے چاہئے کہ یتیم پوتے کے لئے 1/3 مال کی وصیت کرلے۔ ہوسکتا ہے کہ جب اس کے چچے دو ہوں، تو اس کا حصہ ان کے ساتھ برابر ہوجائیگا اور اگر چچے تین یا زیادہ ہوں تو یتیم پوتے کا حصہ وصیت کی وجہ سے ہر ایک چچا سے بھی بڑھ جائے گا۔

(۲) اگر دادا نے وصیت نہیں کی، تو چچا اس کو اپنے ساتھ میراث میں شریک کرسکتا ہے، بلکہ اپنا سارا حصہ بھی اس کو دے سکتا ہے، کیونکہ قرآن کریم میں بہت ساری آیات میں یتیموں کو مال دینے کی ترغیبات مذکور ہیں [واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتٰمی] (بقرہ:۱۷۷) [قل ماانفقتم من خیر فللوالدین والاقربین و الیتٰمی] (بقرہ:۲۱۵) ترجمہ۔ اسی طرح بہت سی ایات قران مجید میں موجود ہیں۔

(۳) اگر چچا اس کو کچھ نہ دے تو دوسرے رشتہ دار اس کے ساتھ ہمدردی کرسکتے ہیں، اور اس بات کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے [واذا حضر القسمة اولو القربیٰ والیتٰمی و المساکین فارزقوھم منه] (نساء:۸)۔ یہ تین طریقے اسلام نے اس واسطے رکھے ہیں کہ اس قسم کی حالت میں (یتیم پوتا رہ جاتا ہے) انہیں طریقوں سے اس کے ساتھ ہمدردی کرتے رہو اس کی حوصلہ افزائی ہوجائیگی۔

شبہ:۴ کا جواب: دادا کو یتیم پوتے کا وارث بنایا اور یتیم پوتے کو دادا کا وارث نہیں بنایا، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی

نے قانون وراثت (جس کے متعلق تین آیات سورت نساء میں نازل ہوئی ہیں) کی بنیاد قرب پر رکھی ہے یعنی جو شخص میت کے زیادہ نزدیک ہو، تو وہ پہلے مستحق میراث ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: [للرجال نصیب مماترک الوالدان و الاقربون وللنساء نصیب مماترک الوالدان والاقربون] (نساء:۷)

ایات کا مفہوم یہ ہے کہ توالد کے رابطہ اور اقربیت کی نسبت کے لحاظ سے میراث ملتی ہے۔ اس طرح اللہ تعالی نے میراث کی تینوں آیات میں الاقرب فالاقرب کا قانون رکھا ہے سورۂ نساء:۱۱، میں اولا اولاد کا ذکر کیا ہے پھر والدین کا ذکر فرمایا ہے، یہ اقرب فالاقرب پر مبنی ہے، اور سورۂ نساء۱۲، میں خاوند اور بیوی کی میراث کا ذکر فرمایا، جو کہ توالد کے بعد اقرب نسبت ہے، اور سورۂ نساء:۱۷۶، میں اعیانی اور علاتی بھائیوں کی میراث کا تذکرہ فرمایا اس میں بھی اعیانی علاتی پر مقدم ہیں یہ بھی الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر ہے۔

اس بنیاد پر یتیم کا چچا، دادا کے زیادہ قریب ہے، کیونکہ وہ اس کا بیٹا ہے، اور یتیم اس کی بنسبت دور ہے، کیونکہ وہ باپ کے واسطے سے پوتا بنا ہے اور باپ کے مرنے سے پوتا بیٹا نہیں بن سکتا بلکہ وہی پوتا ہی ہے تو اس وجہ سے چچا کی موجودگی میں اس کا بھتیجا وارث نہیں بن سکتا، اگر ایسی صورت میں یتیم کو میراث میں حصہ دار بنایا جائے (جبکہ اس کے لئے کوئی شرعی دلیل بھی نہیں) تو یہ دادا کا اپنے بیٹے پر ظلم کے مترادف ہوگا۔ اور دادا کو یتیم پوتے کا وارث اس وجہ سے بنایا جاتا ہے کہ دادا یتیم پوتے کے لئے اقرب ہے چچا ابعد ہے کیونکہ چچا دادا کی وساطت سے چچا بنا ہے۔

شبہ:۳

پوتا قائم مقام بن گیا؟

یہ قائم مقامی کا اصول حافظ اسلم اور پرویز کے خود ساختہ اصول میں سے ہیں، اس کے لئے قران کریم میں کوئی ماخذ نہیں، اور نہ وہ پیش کر سکتے ہیں، بلکہ یہ تو عقلی تقاضا کے بھی خلاف ہے، وہ یہ کہ پوتا اپنے دادا کے باپ کی وساطت سے قریب تھا جب باپ اس کے دادا سے پہلے فوت ہوا، تو اب اس کو واسطہ نہیں کہا جا سکتا، یہ حقیقت سے چشم پوشی ہے، اگر کوئی اعتراض میں مثال پیش کرے، کہ کسی کا باپ فوت ہوا ہو، اور وہ دادا زندہ ہو تو دادا باپ کی جگہ پر قائم ہوتا ہے، لیکن جواب یہ ہے کہ اس صورت میں دادا اقربیت کی وجہ سے وارث ہے قائم مقامی کے اصول کے تحت وارث نہیں، اور یتیم پوتے کے مسئلہ میں اقرب [چچا] موجود ہے تو یہاں قائم مقامی کے اصول کار آمد نہیں۔

تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ
یہ (تمام احکام) اللہ کی حدیں ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرے گا
یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَذٰلِکَ الْفَوْزُ
اللہ تعالیٰ اُس کو جنتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی
الْعَظِیْمُ ۝ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا
کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اُس کی حدوں سے نکل جائے گا اُس کو اللہ دوزخ میں
خٰلِدًا فِیْھَا وَلَہٗ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ۝ ﴿۱۴﴾ وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ مِنْ نِّسَآئِکُمْ
ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اُس کو ذلت کا عذاب ہوگا۔ مسلمانو! تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں
فَاسْتَشْھِدُوْا عَلَیْھِنَّ اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ فَاِنْ شَھِدُوْا فَاَمْسِکُوْھُنَّ فِی الْبُیُوْتِ
اُن پر اپنے لوگوں میں سے چار آدمیوں کی شہادت لو۔ اگر وہ گواہی دیں تو اُن عورتوں کو گھروں میں بند رکھو
حَتّٰی یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا ۝ ﴿۱۵﴾
یہاں تک کہ موت اُن کا کام تمام کر دے یا اللہ اُن کیلئے کوئی اور سبیل (پیدا) کر دے۔
وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِھَا مِنْکُمْ فَاٰذُوْھُمَا فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْھُمَا
اور جو دو مرد تم میں سے بدکاری کریں تو اُن کو ایذا دو پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نیکوکار ہو جائیں تو اُن کا پیچھا چھوڑ دو
اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَۃُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیْنَ
بیشک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا (اور) مہربان ہے[۵] اللہ انہیں لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو

---

[۵] ان آیات میں ایسے مردوں اور عورتوں کے بارے میں سزا تجویز کی گئی ہے جن سے فاحشہ یعنی زنا کا صدور

ہوجائے ، پہلی آیت میں فرمایا کہ ، جن عورتوں سے ایسی حرکت سرزد ہوجائے تو اس کے ثبوت کے لئے چار گواہ مرد طلب کئے جائیں ، یعنی جن حکام کے پاس یہ معاملہ پیش کیا جائے ثبوت زنا کے لئے وہ چار گواہ طلب کریں ، جو شہادت کی اہلیت رکھتے ہوں ، اور گواہی بھی مردوں کی ضروری ہے ، اس سلسلہ میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ، زنا کے گواہوں میں شریعت نے دوطرح سے سختی کی ہے۔

چونکہ یہ معاملہ بہت اہم ہے جس سے عزت اور عفت مجروح ہوتی ہے ، اور خاندانوں کے ننگ و عار کا مسئلہ سامنے آجاتا ہے ، اولاً تو یہ شرط لگائی کہ مرد ہی گواہ ہوں ، عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہیں کیا گیا ، ثانیاً چار مردوں کا ہونا ضروری قرار دیا ، ظاہر ہے کہ یہ شرط بہت سخت ہے جس کا وجود میں آنا شاذ و نادر ہی ہوسکتا ہے ، یہ سختی اس لئے اختیار کی گئی کہ عورت کا شوہر یا اس کی والدہ یا بیوی بہن ذاتی پرخاش کی وجہ سے خواہ مخواہ الزام نہ لگائیں ، یا دوسرے بدخواہ لوگ دشمنی کی وجہ سے الزام اور تہمت لگانے کی جرأت نہ کرسکیں ، کیونکہ اگر چار افراد سے کم لوگ زنا کی گواہی دیں تو ان کی گواہی نامعتبر ہے ایسی صورت میں مدعی اور گواہ سب جھوٹے قرار دئے جاتے ہیں ، اور ایک مسلمان پر الزام لگانے کی وجہ سے ان پر حد قذف جاری کردی جاتی ہے۔

سورت نور میں واضح طور پر ارشاد فرمایا: **لولا جاؤ علیه باربعة شهداء فان لم یأتوا بالشهداء فاولئک عندالله هم الكاذبون**" کہ جو لوگ چار گواہ نہ لاسکے وہ جھوٹے ہیں۔ بعض علماء نے چار گواہوں کی ضرورت کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ اس معاملہ میں چونکہ دو افراد ملوث ہوتے ہیں۔ مرد ، اور عورت ، تو گویا کہ یہ ایک ہی معاملہ تقدیرا دو معاملوں کے حکم میں ہے ، اور ہر ایک معاملہ دو گواہوں کا تقاضا کرتا ہے ، لہٰذا اس کے لئے چار گواہ ضروری ہونگے۔ آیت کے اخر میں فرمایا: کہ اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے تعرض مت کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سزا دینے کے بعد اگر انہوں نے توبہ کرلی تو پھر انہیں ملامت مت کرو ، اور مزید سزا مت دو ، یہ مطلب نہیں کہ توبہ سے سزا بھی معاف ہوگئی اسلئے کہ یہ توبہ سزا کے بعد مذکور ہے ، جیسا کہ "فاء" کی تفریع سے ظاہر ہے ، ہاں اگر توبہ نہ کی ہو ، تو سزا کے بعد بھی ملامت کرسکتے ہیں قرآن کریم کی ان دو آیتوں میں زنا کے لئے کوئی متعین حد بیان نہیں کی گئی بلکہ صرف اتنا کہا گیا ہے کہ ان کو تکلیف پہنچاؤ اور زنا کار عورتوں کو گھروں میں بند کردو۔ تکلیف پہنچانے کا بھی کوئی خاص طریقہ نہیں بتلایا گیا ، اور حکام کے صوابدید پر اس کو چھوڑ دیا گیا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہاں ایذاء دینے کے معنی یہ ہیں کہ ان کو زبان سے عار دلائی جائے ، اور شرمندہ کیا جائے ، اور ہاتھ سے بھی جوتے وغیرہ کے ذریعہ ان کی مرمت کی جائے۔ ابن

عباسؓ کا یہ قول بھی بطور تمثیل کے معلوم ہوتا ہے۔اصل بات وہی ہے کہ یہ معاملہ حکام کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

نزول کے اعتبار سے قران کریم کی ان دو آیاتوں کی ترتیب یہ ہے کہ شروع میں تو ان کو ایذاء دینے کا حکم نازل ہوا،اوراس کے بعد خاص طور سے عورتوں کے لئے یہ حکم بیان کیا گیا کہ ان کو گھروں میں محبوس رکھا جائے ، یہاں تک کہ وہ عورت مر جائے یا اس کی زندگی ہی میں آنے والا حکم آ جائے گا تو بطور حد کے اسی کو نافذ کر دیا جائے گا۔

چنانچہ بعد میں وہ سبیل بیان کر دی گئی جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا تھا،ابن عباسؓ ' سبیل ' کی تفسیر فرماتے ہیں 'یعنی الرجم للثیب و الجلد للبکر '' کہ شادی شدہ کے حق میں زنا کی حد اس کو سنگسار کر دینا ہے اور غیر شادی شدہ کے لئے اس کو کوڑے مارنا (بخاری کتاب التفسیر) مرفوع احادیث میں بھی اس 'سبیـــــل '' کا بیان رسول کریم ﷺ سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہے،اور شادی شدہ ،غیر شادی شدہ ہر ایک کے لئے الگ الگ حکم بیان کیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے ماعز بن مالکؓ اور قبیلہ ازد کی ایک عورت پر زنا کی حد جاری فرمائی تھی۔اور یہ دونوں چونکہ شادی شدہ تھے،اس لئے ان کو سنگسار کر دیا گیا تھا، نیز ایک یہودی کو بھی زنا کی وجہ سے رجم کیا گیا تھا،اوراس کے حق میں یہ فیصلہ تورات کے حکم پر کیا گیا تھا۔

غیر شادی شدہ کا حکم خود قرآن کریم کی سورت نور (۲) میں مذکور ہے:**الـزانية و الـزاني فاجلدوا كل واحد مـنهمامائة جلدة** '' زنا کار عورت اور زنا کار مرد میں سے ہر ایک کو سو [۱۰۰] کوڑے مارو۔شروع میں رجم کے حکم کے لئے قران کریم کی آیت بھی نازل کی گئی تھی لیکن بعد میں اس کی تلاوت منسوخ کر دی گئی، البتہ حکم باقی رکھا گیا۔عمرؓ کا ارشاد ہے:**ان اللہ بـعـث مـحـمـدابالحق و انزل عليه الكتاب فكان ممانزل اللہ تعالى اية الرجم،رجم رسـول اللہ ﷺ ورجمنابعده،و الرجم في كتاب الله حق على من زنى اذااحصن من الرجال و النساء الـحـديـث**[**بـخـاري رقم: ٦٨٣٠ و مسلم:رقم: ١٦٩١**] یعنی اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا،اوران پر کتاب بھی نازل کر دی، جو کچھ وحی اللہ تعالی نے نازل فرمائی، اس میں رجم کی ایت بھی تھی، رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا،اورہم نے بھی ان کے بعد رجم کیا،رجم کا حکم اس شخص کے لئے ثابت ہے ، جو زنا کرے ،اوروہ شادی شدہ ہو خواہ مرد ہو یا عورت۔

خلاصہ یہ کہ،ان آیات میں جو حبس فی البیوت اور ایذا کا حکم ہے، وہ شرعی حد نازل ہونے پر منسوخ ہو گیا،اوراب حد زنا سو [۱۰۰] کوڑے یا رجم پر عمل کرنا لازم ہوگا،مزید تفصیل ان شاء اللہ سورۂ نور کی تفسیر میں بیان ہوگی۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں: کہ میرے نزدیک ''الـذان یـأتیـانها '' کا مصداق وہ لوگ ہیں ، جو غیر فطری طریقہ پر قضاء شہوت کرتے ہیں ،یعنی مرد استلذ اذ بالمثل کے مرتکب ہوتے ہیں ،قاضی صاحب کے علاوہ دیگر علماء نے بھی اسی قول کو لیا ہے،الفاظ قران میں چونکہ لفظ ''الـذان یـاتیـانها' ' موصول اور صلہ دونوں مذکر کے الفاظ ہیں ،اس لئے ان علماء کا یہ قول بعید نہیں ہے، گو جن علماء نے زانی اور زانیہ مراد لیا ہے انہوں نے بطور تغلیب مذکر کا یہ صیغہ زانیہ کے لئے بھی شامل رکھا ہے، تاہم موقع کی مناسبت سے استلذ اذ بالمثل کی حرمت وشدت اور اس کی جزاء وتعزیر کا ذکر اس جگہ بے جانہ ہوگا، احادیث واثار سے اس سلسلہ میں جو کچھ ثابت ہوتا ہے اس میں سے بطور نمونہ کچھ نقل کیا جاتا ہے:

عـن ابـی هــريـرةؓ ان رسول اللهﷺقال لعن اللهسبعة من خلقه من فوق سبع سمواٰته وردَّدَ اللـعـنةعـلـی واحـدمنهم ثلاثا،ولعن كل واحدمنهم لعنة تكفيه،قال ملعون من عمل عمل قوم لوط ، مـلـعـون من عمل عمل قوم لوط،ملعون من عمل عمل قوم لوط .[الترغيب و الترهيب: ٣/ ٢٤٨، مـجمع الزوائد: ٦/ ٢٧٢] ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے اپنی مخلوق میں سے سات قسم کے لوگوں پر سات اسمانوں کے اوپر سے لعنت بھیجی ہے، اوران سات میں سے صرف ایک پر تین دفعہ لعنت بھیجی ہے ،اور باقی پر ایک دفعہ،فرمایا ملعون ہے وہ شخص جو قوم لوط والا عمل کرتا ہے،ملعون ہے وہ شخص جو قوم لوط والا عمل کرتا ہے،ملعون ہے وہ شخص جو قوم لوط والا عمل کرتا ہے۔

وعـن ابـی هـريرةؓ عن النبیﷺ قال:اربعة يصبحون فی غضب الله ويمسون فی سخط الله قـلـت مـن هـم يارسول الله؟قال المتشبهون من الرجال بالنساء و المتشبهات من النساء بالرجال و الذی يأتی البهيمة و الذی يأتی الرجال [ترغيب والترهيب :٣/ ٢٤٩ وشعب الايمان:رقم:٥٣٨٥ ۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ چار آدمی صبح کے وقت اللہ تعالی کے غضب میں ہوتے ہیں،اور شام کو بھی اللہ تعالی ان سے ناراض ہوتے ہیں، میں نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ مرد جو عورتوں کی طرح بنتے ہیں ،اور وہ عورتیں جو مردوں کی طرح بنتی ہیں،اور وہ شخص جو چوپایہ کے ساتھ غیر فطری حرکت کرتا ہے، اور وہ مرد جو مرد سے قضاء شہوت کرتا ہے۔

وعـن ابن عباسؓ قال قال رسول اللهﷺمن وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل و الـمـفـعول به .[ابو داد،رقم: ٤٤٦٢،وترمذی:رقم١٤٥٦ ،وترغيب:٣/ ٢٥٠]. ابن عباسؓ سے روایت

ہے فرمایا: کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جسکو تم قوم لوط کی طرح غیر فطری حرکت کرتا ہوا دیکھ لو، تو فاعل اور مفعول دونوں کو مار ڈالو۔

حافظ زکی الدین نے الترغیب والترہیب میں لکھا ہے کہ چار خلفاء عبداللہ بن زبیر اور ہشام بن عبدالملکؒ نے اپنے زمانوں میں غیر فطری حرکت والوں کو آگ میں جلا ڈالا تھا۔

اس سلسلہ میں انہوں نے محمد بن المنکدرؒ کی روایت سے ایک واقعہ بھی لکھا ہے، کہ خالد بن ولیدؓ نے ابوبکرؓ کو خط لکھا کہ یہاں عرب کے ایک علاقہ میں ایک مرد ہے جس کے ساتھ عورت والا کام کیا جاتا ہے، ابوبکرؓ نے اس سلسلہ میں صحابہ کرام کو جمع کیا، اور ان میں علیؓ بھی تشریف لائے، علیؓ نے فرمایا: کہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کا ارتکاب سوائے ایک قوم کے کسی نے نہیں کیا، اور اللہ جل شانہ نے اس قوم کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ آپ سب کو معلوم ہے، میری رائے ہے کہ اسے آگ میں جلا دیا جائے، دوسرے صحابہ کرام نے اس پر اتفاق کرلیا، اور ابوبکرؓ نے اسے آگ میں جلا دینے کا حکم دیدیا۔

مذکورہ روایات میں قوم لوط کے عمل کا حوالہ بار بار آیا ہے، لوط علیہ السلام جس قوم کی طرف مبعوث کئے گئے تھے وہ قوم کفر وشرک کے علاوہ اس بدترین اور غیر فطری حرکت کی بھی عادی تھی، اور جب لوط علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ کا ان پر اثر نہ ہوا، تو اللہ جل شانہ کے حکم سے فرشتوں نے اس قوم کی بستیوں کو زمین سے اٹھالیا اور اوندھا کر کے زمین پر پھینک دیا، جس کا ذکر سورۂ اعراف میں آئے گا۔ انشاءاللہ۔

مندرجہ بالا روایات **استلذاذ بالجنس** سے متعلق تھیں، روایات میں عورتوں کے ساتھ غیر فطری فعل کرنے پر بھی شدید ترین وعید آئی ہیں۔

عن ابن عباسؓ قال: إن رسول اللهﷺ قال لاينظر الله عزوجل الى رجل اتى رجلا او امرأةً فى دبرها [ترمذى: رقم: ١١٦٥، نسائى: باب عشرة النساء الخ: ص ١١٥، و الترغيب و الترهيب: ٣/ ٢٥٢] ابن عباسؓ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جل شانہ اس مرد کی طرف رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے، جو مرد یا عورت کیساتھ غیر فطری فعل کرے۔

عن خزيمة بن ثابتؓ قال قال رسول اللهﷺ ان الله لايستحى من الحق، ثلاث مرات، لاتأتوا النساء فى ادبارهن [ابن ماجه: رقم: ١٩٢٤، نسائى باب عشرة النساء ص: ١٠٣، ١٠٦] . خزیمہ بن ثابتؓ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ جل شانہ حق بیان کرنے میں شرم نہیں کرتے، یہ الفاظ =

يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَأُوْلٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ
نادانی سے بُری حرکت کر بیٹھتے ہیں پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں پس ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ مہربانی کرتا ہے
عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝١٧ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ
اور وہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) بُرے کام کرتے رہے ہیں
السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ
یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کی موت آ موجود ہو تو اُس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ اُن کی

= آپ نے تین دفعہ ارشاد فرمائے، پھر فرمایا: عورتوں کے پاس غیر فطری طریقہ سے مت آیا کرو۔

وعن ابی هریرة ان رسول اللهﷺ قال: ملعون من اتی امرأةً فی دبرها [ابوداود رقم: ٢١٦٢، احمد ٢/٤٤٤، الترغیب و الترهیب: ٣/٢٥٤] ابوہریرہؓ سے روایت ہے: کہ رسول اللہﷺ کا ارشاد ہے، وہ شخص ملعون ہے، جو غیر فطری طریقہ سے بیوی کے ساتھ جماع کرتا ہے۔

وعنه ان رسول اللهﷺ قال من اتی حائضا او امرأة فی دبرها او کاهنا فصدقه فقد کفر بما انزل علی محمدﷺ [ابوداود: رقم: ٣٩٠٤، وترمذی: رقم ١٣٥، الترغیب و الترهیب: ٣/٢٥٤] ابوہریرہؓ ہی سے روایت ہے: کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: جو شخص حیض کی حالت میں بیوی کے ساتھ جماع کرتا ہے، یا غیر فطری طریقہ سے اس کے ساتھ جماع کرتا ہے، یا کسی کاہن کے پاس جاتا ہے، اور غیب سے متعلق اس کی خبر کی تصدیق کرتا ہے، تو ایسے لوگ اس دین سے منکر ہو گئی جو محمدﷺ پر نازل ہوا۔

اس قبیح فعل کے لئے کسی معین حد کے مقرر کرنے میں تو فقہاء کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے، تاہم اس کے لئے شدید سے شدید سزائیں منقول ہیں، مثلاً آگ میں جلا دینا، دیوار گرا کر کچل دینا، اونچی جگہ سے گرا کر سنگسار کر دینا، تلوار سے قتل کر دینا وغیرہ۔

وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا ﴿١٨﴾

جو کفر کی حالت میں مریں۔ ایسے لوگوں کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۔

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۚ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

مومنو! تم کو جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور (دیکھنا) اس نیت سے کہ جو کچھ تم نے اُن کو دیا ہے اُس میں

لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوْهُنَّ إِلَّا أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوْهُنَّ

سے کچھ لے لو انہیں (گھروں میں) مت روک رکھنا۔ ہاں اگر وہ کھلے طور پر بدکاری کی مرتکب ہوں (تو روکنا نامناسب نہیں)

بِالْمَعْرُوْفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ

اور اُن کیساتھ اچھی طرح سے رہو سہو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو یقین کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی

خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿١٩﴾ وَإِنْ أَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّآتَيْتُمْ

بھلائی پیدا کر دے ۔ اور اگر تم ایک عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت کرنی چاہو

إِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿٢٠﴾

اور پہلی عورت کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اُس میں سے کچھ مت لینا۔[٦]

---

[٦] ایک دفعہ عمر فاروقؓ نے منبر نبوی پر کھڑے ہو کر فرمایا: لوگو! تم نے نکاح کے لئے کیوں زیادہ مہر باندھنے شروع کر دیئے ہیں؟ رسول ﷺ اور آپؐ کے اصحاب نے تو تقریباً چار سو درہم مہر باندھا ہے، اگر یہ زیادتی تقوی اور کرامت کے لحاظ سے بہتر ہوتی تو تم اس کی طرف سبقت نہ لیجاتے (یعنی نبی ﷺ خود یہ کام کرتے) خبردار، آج سے میں، یہ نہ سنوں کہ کسی نے چار سو درہم سے زیادہ کا مہر مقرر کیا ہے، یہ فرما کر آپؓ نیچے اتر آئے، تو ایک قریشی عورت سامنے آئی اور کہنے لگی امیر المؤمنین! کیا آپ نے چار سو درہم سے زیادہ کے مہر سے لوگوں کو منع فرما دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، اس نے کہا، کیا آپ نے اللہ کا کلام جو اس نے نازل فرمایا ہے نہیں سنا، عمرؓ نے کہا وہ کیا؟ تو اس عورت نے کہا، سنیئے: اللہ تبارک=

وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ

بھلاتم ناجائزطور پراورصریح ظلم سے اپنامال اُس سے واپس لوگے؟ اورتم دیا ہوامال کیونکرواپس لے سکتے ہوجب کہ تم ایک دوسرے کیساتھ صحبت کرچکے ہواوروہ تم سے عہد

وَّأَخَذْنَ مِنْكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٢١﴾ وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم

واثق بھی لے چکی ہیں ۔ اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو اُن سے نکاح مت کرنا

مِّنَ النِّسَآءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَّسَآءَ سَبِيلًا ﴿٢٢﴾

مگرجو ہو چکا (سو ہو چکا) یہ نہایت بے حیائی اور ناخوشی کی بات تھی اور بہت بُرا دستور تھا ۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ

تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں

وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِي أَرْضَعْنَكُمْ

اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور وہ مائیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو

وَأَخَوٰتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِي فِي

اوررضاعی بہنیں اورساسیں حرام کردی گئی ہیں اورجن عورتوں سےتم مباشرت کرچکے ہواُن کی لڑکیاں جنہیں تم پرورش کرتے ہو

حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ الّٰتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ

(وہ بھی تم پرحرام ہیں) ہاں اگراُن کیساتھ تم نے مباشرت نہ کی ہوتو (اُن کی لڑکیوں کیساتھ نکاح کر لینے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں

=وتعالی فرماتا ہے: اوراسی آیت کوتلاوت فرمائی۔عمرؓ نے فرمایا:یااللہ مجھے معاف فرما،عمرؓ سے تو ہر شخص زیادہ سمجھدار ہے، پھرآپ واپس چلے گئے،اوراسی وقت منبر پر کھڑے ہوکرلوگوں سے فرمایا:اے لوگو!میں نے تمہیں چارسودرہم سے زیادہ کے مہر سے روک دیا تھا،لیکن اب کہتا ہوں جوشخص اپنے مال میں سے مہر میں جتنا چاہے دے۔اپنی خوشی سے جتنا مہر مقررکرنا چاہے،کرے،میں نہیں روکتا۔(سنن کبری للبیھقی:۲۳۳/۲،والھروی:۲۳۷/۲)۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ أَبْنَآئِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا

اور تمہارے صُلبی بیٹوں کی عورتیں بھی اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی (حرام ہے)

بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٣﴾

مگر جو ہو چکا (بیشک اللہ بخشنے والا (اور) رحم والا ہے ۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

اور شوہر والی عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر وہ جو (اسیر ہو کر لونڈیوں کے طور پر) تمہارے قبضے میں آ جائیں

كِتَابَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ

(یہ حکم) اللہ نے تمہیں لکھ دیا ہے اور ان کے سوا اور عورتیں تم کو حلال ہیں۔ اس طرح سے کہ مال خرچ کر کے

مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ

اُن سے نکاح کر لو بشرطیکہ مقصود عفت قائم رکھنا ہو نہ شہوت رانی۔ تو جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو

فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهٖ

اُن کا مہر جو مقرر کیا ہوا ادا کر دو اور اگر مقرر کرنے کے بعد آپس کی رضامندی سے مہر میں کمی بیشی کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں

مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٢٤﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ

بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے ۔اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں سے

مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَّنكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ

نکاح کرنے کا مقدور نہ رکھے تو مومن لونڈیوں میں ہی جو تمہارے قبضے میں آ گئی ہوں

مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ

(نکاح کر لے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔

فَانْكِحُوْهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

تو ان لونڈیوں کیساتھ اُن کے مالکوں کی اجازت حاصل کر کے نکاح کر لو اور دستور کے مطابق اُن کا مہر بھی ادا کر دو

مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسَافِحٰتٍ وَلَا مُتَّخِذٰتِ أَخْدَانٍ فَإِذَا أُحْصِنَّ

بشرطیکہ عفیفہ ہوں۔ نہ ایسی کہ کھلم کھلا بدکاری کریں اور نہ درپردہ دوستی کرنا چاہیں۔ پھر اگر نکاح میں آ کر

فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ

بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں تو جو سزا آزاد عورتوں کیلئے ہے اُس کی آدھی اُن کو (دی جائے)۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ

یہ اجازت اس شخص کو ہے جسے گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو۔ اور اگر صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہت اچھا ہے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ (اپنی آیتیں) تم سے کھول کھول کر بیان فرمائے اور تمہیں اگلے لوگوں

مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ أَنْ يَّتُوْبَ

کے طریقے بتائے اور تم پر مہربانی کرے اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔ اور اللہ تو چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی کرے

عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾

اور جو لوگ اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے رستے سے بھٹک کر دُور جا پڑو۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ أَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کردے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

إِلَّآ أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ

ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ ہو جائے تو وہ جائز ہے) اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ

کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر مہربان ہے۔ اور جو تعدی و ظلم سے ایسا کرے گا

نُصْلِيْهِ نَارًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾

ہم اُس کو عنقریب جہنم میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے

إِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ

اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب کرو گے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف

عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ

کر دیں گے اور تمہیں عزت کے مکانوں میں داخل کریں گے۔[۷] اور جس چیز میں

---

[۷] ایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں، کچھ کبیرہ، یعنی بڑے گناہ، اور کچھ صغیرہ، یعنی چھوٹے گناہ، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی شخص ہمت کر کے کبیرہ گناہوں سے بچ جائے تو اللہ تعالی کا وعدہ ہے کہ ان کے صغیرہ گناہوں کو وہ خود معاف فرما دیں گے۔ کبیرہ گناہوں سے بچنے میں یہ بھی داخل ہے کہ تمام فرائض وواجبات کو ادا کرے، کیونکہ فرض وواجب کا ترک کرنا خود ایک کبیرہ گناہ ہے، تو حاصل یہ ہوا کہ جو شخص اس کا اہتمام پورا کرے کہ تمام فرائض وواجبات ادا کرے، اور تمام کبیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو بچا لے، تو حق تعالی اس کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ کر دیں گے۔ اعمال صالحہ صغائر کا کفارہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اعمال صالحہ کو صغیرہ گناہوں کا کفارہ بنا کر اس کا حساب بیباق کر دیں گے، اور بجائے عذاب کے ثواب اور بجائے جہنم کے جنت نصیب ہو گی۔ جیسے احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ جب کوئی شخص نماز کے لئے وضوء کرتا ہے تو ہر عضو کے دھونے کے ساتھ ساتھ گناہوں کا کفارہ ہو گیا چہرہ دھویا تو آنکھ، کان، ناک وغیرہ کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا، کلی کر لی تو زبان کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا، پاؤں دھوئے تو پاؤں کے گناہ دھل گئے، پھر جب وہ

مسجد کی طرف چلتا ہے تو ہر قدم پر گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ایت سے معلوم ہوا کہ وضوء نماز وغیرہ اعمال صالحہ کے ذریعہ گناہوں کا کفارہ ہونا جو روایات حدیث میں مذکور ہے اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، اور کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے، اور صغیرہ کے یہ شرط ہے کہ آدمی ہمت اور کوشش کر کے کبیرہ گناہوں سے بچ گیا ہو معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کبیرہ گناہوں میں مبتلا رہتے ہوئے وضوء اور نماز ادا کرتا رہے تو محض وضوء نماز یا دوسرے اعمال صالحہ سے اس کے صغیرہ گناہوں کا بھی کفارہ نہیں ہوگا، اور کبیرہ تو اپنی جگہ ہیں، اس لئے کبیرہ گناہوں کا ایک بہت بڑا اضرر خود ان گناہوں کا وجود ہے جس پر قران وحدیث کی شدید وعیدیں آئی ہیں اور وہ بغیر سچی توبہ کے معاف نہیں ہوتے، اس کے علاوہ دوسری محرومی یہ بھی ہے کہ ان کی وجہ سے چھوٹے گناہ بھی معاف نہیں ہونگے اور یہ شخص محشر میں کبائر وصغائر کے بوجھ میں لدا حاضر ہوگا اور کوئی اس وقت اس کا بوجھ ہلکا نہ کر سکے گا۔

آیت میں کبائر کا لفظ آیا ہے اس لئے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ گناہ کبیرہ کسے کہتے ہیں اور وہ کل کتنے ہیں؟ اور صغیرہ گناہ کی کیا تعریف ہے اور اس کی تعداد کیا ہے؟

علماء امت نے اس مسئلہ پر مختلف انداز میں مستقل مستقل کتابیں لکھی ہیں: کبیرہ گناہ اور صغیرہ کی تقسیم اور ان کی تعریفات سے پہلے یہ خوب سمجھ لیجئے کہ مطلق گناہ نام ہے ہر ایسے کام کا جو اللہ تعالی کے حکم ومرضی کے خلاف ہو، اسی سے اپ کو یہ اندازہ بھی ہو جائے گا کہ اصطلاح میں جس گناہ کو صغیرہ یعنی چھوٹا کہا جاتا ہے درحقیقت وہ بھی چھوٹا نہیں اللہ تعالی کی نافرمانی اور اس کی مرضی کی مخالفت ہر حالت میں نہایت سخت وشدید جرم ہے۔اسی حیثیت سے امام الحرمین اور بہت سے علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی کی ہر نافرمانی اور اس کی مرضی کی مخالفت کبیرہ ہی ہے، کبیرہ اور صغیرہ کا فرق صرف گناہوں کے باہمی مقابلہ اور موازنہ کی وجہ سے کہا جاتا ہے، اسی معنی میں عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ " کل ما نهى عنه فهو كبيرة" (مصنف عبدالرزاق رقم:۱۹۷۰۲، معجم کبیر للطبرانی:۱۴۷۰۹، ۱۴۷۱۱) یعنی جس کام سے شریعت اسلام میں منع کیا گیا ہے وہ سب کبیرہ ہیں۔ گناہ کبیرہ کی تعریف قران وحدیث اور اقوال سلف کی تشریحات کے ماتحت یہ ہے کہ جس گناہ پر قرآن میں کوئی شرعی حد یعنی سزا دنیا میں مقرر کی گئی ہے یا جس پر لعنت کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، یا جس پر جہنم وغیرہ کی وعید آئی ہے، وہ سب گناہ کبیرہ ہیں (ابن کثیر)، اسی طرح ہر وہ گناہ بھی کبیرہ میں داخل ہوگا جس کے مفاسد اور نتائج بد کسی کبیرہ گناہ کی برابر یا اس سے زائد ہوں، اسی طرح جو گناہ صغیرہ جرأت وبیباکی کے ساتھ کیا جائے یا جس پر مداومت کی جائے تو وہ بھی کبیرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ابن عباسؓ کے سامنے کسی نے کبیرہ گناہوں کی تعداد سات ۷ بتلائی، تو آپ نے فرمایا: سات سو کہا جائے تو زیادہ مناسب ہیں (ابن کثیر)۔=

اللّٰهُ بِهٖ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبُوۡا

اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اُس کی ہوس مت کرو۔ مردوں کو اُن کاموں کا ثواب ہے جو اُنہوں نے کئے

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبۡنَ وَاسۡـئَلُوا اللّٰهَ مِنۡ فَضۡلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

اور عورتوں کو اُن کاموں کا ثواب ہے جو اُنہوں نے کئے اور اللہ سے۔ اُس کا فضل (وکرم) مانگتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ

بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلۡنَا مَوَالِىَ مِمَّا تَرَكَ الۡوَالِدٰنِ

تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔ اور جو مال ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ مریں تو (حقداروں میں تقسیم کردو کہ) ہم نے ہر ایک

وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ عَقَدَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ فَاٰتُوۡهُمۡ نَصِيۡبَهُمۡ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى

کے حقدار مقرر کر دیئے ہیں اور جن لوگوں سے تم عہد کر چکے ہو اُن کو بھی اُن کا حصہ دو بیشک اللہ تعالیٰ

كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدًا ﴿۳۳﴾ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوۡنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ

ہر چیز پر حاضر ہے۔ مرد عورتوں پر حاکم و مسلط ہیں اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے

= ابن حجر مکی نے اپنی کتاب الزواجر میں ان تمام گناہوں کی فہرست اور ہر ایک کی مکمل تشریح بیان فرمائی ہے، جو مذکور الصدر تعریف کی رو سے کبائر میں داخل ہیں، ان کی اس کتاب میں کبائر کی تعداد چار سو سٹاسٹ (٤٦٧) تک پہنچی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ بعض نے بڑے بڑے ابواب معصیت کو شمار کرنے پر اکتفاء کیا ہے، تو تعداد کم لکھی ہے، بعض نے ان کی تفصیلات اور انواع و اقسام کو پورا لکھا تو تعداد زیادہ ہوگئی (مثلا امام ذہبی) اس لئے یہ کوئی تعارض واختلاف نہیں ہے، رسول کریم ﷺ نے مختلف مقامات میں بہت سے گناہوں کا کبیرہ ہونا بیان فرمایا، اور حالات کی مناسبت سے کہیں تین، کہیں چھ، کہیں سات، کہیں ان سے بھی زیادہ بیان فرمائے ہیں، اسی سے علماء امت نے یہ سمجھا کہ کسی عدد میں انحصار کرنا مقصود نہیں ہے، بلکہ مواقع اور حالات کے مناسب جتنا سمجھا گیا اتنا بیان کر دیا گیا۔

بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوْا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ

اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں، تو جو نیک بیویاں ہیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں

حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ

اور اُن کے پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں (مال وآبرو کی) خبرداری کرتی ہیں اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی

فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ

کرنے لگی ہیں تو (پہلے) اُن کو (زبانی) سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر اُن کیساتھ سونا ترک کردو۔ اگر اس پر بھی باز نہ آئیں

وَاضْرِبُوْهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا

تو زدوکوب کرو اور اگر فرمانبردار ہو جائیں تو پھر اُن کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈ و بیشک اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ (اور)

كَبِيْرًا ﴿٣٤﴾ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهٖ

جلیل القدر ہے [۸] اور اگر تمہیں معلوم ہو کہ میاں بیوی میں اَن بن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک

---

[۸] ''قوام'' کی لغوی تشریح، قوام مفرد ہے اس کی جمع '' قوامون'' ہے جس کا معنی (۱) المتکفل بالامر یعنی کام کی ذمہ داری لینے والے کو کہتے ہیں (۲) القوی علی القیام بالامر یعنی کام قائم کرنے پر قوت رکھتا ہے، یہ باب نصر ینصر سے قام یقوم قوماً و قومته و قیاما و قامه بالامر ہے یعنی تولاہ اس کام کا والی بنا اور سربراہ ہوا، و علی الامر یعنی راقبــه و دام وثبــت یعنی نگرانی اور ہمیشہ ثابت رہا (منجد) قوام اسم مبالغہ ہے جو صفت کی آخری ڈگری ہے اس کے بعد صفت کا کوئی درجہ نہیں ہوتا اور لغوی معنی سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مرد سربراہ اور ہمیشہ کا نگران ہے۔ قوام کا اردو ترجمہ معتبر اور ثقہ علمائے کرام کی جماعت سے ملاحظہ فرمائیں،

(۱) شاہ رفیع الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ''مرد قائم رہنے والے یعنی حاکم ہیں اور عورتوں کے سبب اس کے کہ بزرگی دی اللہ تعالیٰ نے بعض ان کے، کو اوپر بعض کے، اور بسبب اس کے کہ خرچ کرتے ہیں مالوں اپنے سے''۔=

وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَآ إِنْ يُّرِيدَا إِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللهُ بَيْنَهُمَا
منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔ وہ اگر صلح کرا دینی چاہیں گے تو اللہ اُن میں موافقت پیدا کر دے گا۔
إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴿٣٥﴾ وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا
یقیناً اللہ پورے علم والا پوری خبر والا ہے ،اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ ۔
وَّبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي
اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایوں۔
الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ
اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کیساتھ

=(۲) شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں ''مرد قائم رہنے والے ہیں یعنی حاکم ہیں اوپر عورتوں کے، بسبب اس کے کہ بزرگی دی اللہ تعالیٰ نے بعض ان کے، کو اوپر بعض کے، اور بسبب اس کے کہ خرچ کرتے ہیں مالوں اپنے سے۔

(۳) ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں ''امراء علیها غالباً علیهن ''یعنی مرد عورتوں پر صاحب امر ہیں۔

(۴) ابن کثیرؒ لکھتے ہیں ''الحاکم علیها ''یعنی مرد عورت پر حاکم ہے اور سردار ہے جو اسے درست اور ٹھیک ٹھاک رکھنے والا ہے، اس لئے مرد عورتوں سے افضل ہے وجہ اول یہ ہے کہ نبوت مردوں میں رہی اور اسی طرح شرعی طور پر خلیفہ بھی مرد ہی ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد بخاری شریف کی حدیث نقل کرتے ہیں ''وہ لوگ کبھی نجات نہیں پاسکتے جو اپنا والی کسی عورت کو بنائیں۔ وجہ دوم یہ ہے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں جو کتاب وسنت سے ان کے ذمہ ہیں۔ وجہ سوم یہ ہے کہ مرد کو عورت پر فی نفسہ و باعتبار نفع کے اور حاجت براری کے درجہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ، **وللرجال علیهن درجة** ۔

(۵) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو مردوں کی اطاعت کرنی پڑے گی۔

(٦) امام ماوردیؒ اپنی مشہور تصنیف ''الاحکام السلطانیه ''میں لکھتے ہیں کہ ''اسلامی ریاست کی امارت بھی عورت کے سپرد نہیں کی جاسکتی۔

أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴿٣٦﴾

احسان کرو کہ اللہ تعالیٰ (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ

جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں اور جو (مال) اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اسے چھپا چھپا کے رکھیں

فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٣٧﴾ وَالَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ

اور ہم نے ناشکروں کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور خرچ بھی کریں تو (اللہ کیلئے نہیں بلکہ)

رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ

لوگوں کے دکھانے کو اور ایمان نہ اللہ پر لائیں نہ روزِ آخرت پر (ایسے لوگوں کا ساتھی شیطان ہے) اور جس کا ساتھی شیطان

لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ﴿٣٨﴾ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

ہوا تو (کچھ شک نہیں کہ) وہ بُرا ساتھی ہے۔ اور اگر یہ لوگ اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان لاتے

وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيمًا ﴿٣٩﴾

اور جو کچھ اللہ نے اُن کو دیا تھا اُس میں سے خرچ کرتے تو اُن کا کیا نقصان ہوتا اور اللہ اُن کو خوب جانتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا

اللہ کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کرتا۔ اور اگر نیکی (کی) ہو گی تو اُس کو دوچند کر دے گا۔

وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٤٠﴾ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ

اور اپنے ہاں سے اجرِ عظیم بخشے گا۔ بھلا اُس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے

وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾

اور تمہیں اُن لوگوں کا گواہ طلب کریں گے ۔ (۹)

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا

اُس روز کافر اور پیغمبر کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش

الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾

اُن کو زمین میں مدفون کر کے مٹی برابر کر دی جاتی اور اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے ۔

---

(۹) ابن جریر وابن کثیر وغیرہ نے اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ ابن مسعودؓ کی یہ روایت نقل کی ہے، کہ: عن عبداللہ بن مسعودؓ، فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلاءِ شَهِيْدا، قال: قال رسول اللہ ﷺ شهيدا عليهم مادمت فيهم، فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم، وانت على كل شيئ شهيد. دوسری سند سے نقل کیا ہے کہ: ان النبی ﷺ قال لابن مسعود، اقرأ علیّ، قال، اقرأ عليك وعليك انزل؟ قال انی احب ان اسمعه من غيری، قال فقرأ ابن مسعود، النساء: حتى بلغ: هذه الاية: قال استعبر النبی ﷺ، وكف ابن مسعودؓ. (بخاری:۴۵۸۲، مسلم:۲۴۷، ترمذی:۳۰۲۵، احمد:۱/۳۸۰)۔

اس کے بعد ابن جریر نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں، ان النبی ﷺ قال: شهيدا عليهم مادمت فيهم فلما (فاذا) توفيتني كنت انت الرقيب عليهم وانت على كل شيئ شهيد. یعنی بخاری وغیرہ نے یہ روایت نقل کیا ہے کہ ابن مسعودؓ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے کچھ قرآن پڑھ کر سناؤ، ابن مسعودؓ نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو پڑھ کر کیا سناؤں گا؟ آپ پر تو قرآن اترا ہے، فرمایا: ہاں لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ دوسرے سے سنوں، پس میں نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کی، پڑھتے پڑھتے جب میں نے یہ آیت تلاوت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا بس کرو، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسوں جاری تھے۔ اور پھر آپؐ نے فرمایا: کہ جب تک میں زندہ تھا تو اسی حالت کی گواہی دوں گا، پھر سورۂ مائدہ: والی: ۱۱۷، آیت تلاوت کی۔

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا

مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ

تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا وَإِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى

اور جنابت کی حالت میں بھی جب تک کہ غسل (نہ) کر لو ۔اوراگرتم بیمار ہوں

أَوْ عَلٰى سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ

یا بحالتِ سفر راستے میں چلے جا رہے ہو (اور پانی نہ ملنے کے سبب غسل نہ کر سکو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لو) اور اگر تم میں سے

تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ

کوئی بیت الخلاء سے ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہمبستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی لو اور منہ اور ہاتھوں کا مسح

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ

(کر کے تیمّم) کر لو بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ بھلا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے

الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلَالَةَ وَيُرِيْدُوْنَ أَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾

حصہ دیا گیا تھا کہ وہ گمراہی کو خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی رستے سے بھٹک جاؤ ۔

وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَآئِكُمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾

اور اللہ تمہارے دشمنوں سے خوب واقف ہے۔ اور اللہ ہی کافی کارساز اور کافی مددگار ہے ۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا

اور یہ جو یہودی ہیں ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ کلمات کو اُن کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا

وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ

اور نہیں مانا اور سنئے اور نہ سنوائے جاؤ اور زبان کو مروڑ کر اور دین میں طعن کی راہ سے (تم سے گفتگو کے وقت)

وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا

راعنا کہتے ہیں اور اگر (یوں) کہتے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور (صرف) اِسْمع اور (راعنا کی جگہ) اُنْظُرْنا (کہتے)

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ

تو اُن کے حق میں بہتر ہوتا اور بات بھی بہت درست ہوتی لیکن اللہ نے اُن کے کفر کے سبب اُن پر لعنت کر رکھی ہے

فَلَا يُؤْمِنُوْنَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿٤٦﴾ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ

پس نہیں ایمان لاتے مگر تھوڑے ۔ اے کتاب والو!

آمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا

قبل اس کے کہ ہم لوگوں کے مونہوں کو بگاڑ کر اُن کو پیٹھ کی طرف پھیر دیں

عَلٰٓى أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحٰبَ السَّبْتِ

یا اُن پر اس طرح لعنت کریں جس طرح ہفتے والوں پر کی تھی ہماری نازل کی ہوئی کتاب پر جو تمہاری کتاب کی بھی تصدیق

وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿٤٧﴾ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ

کرتی ہے ایمان لے آؤ اور اللہ نے جو حکم فرمایا سو (سمجھ لو کہ) ہو چکا ۔ اللہ تعالیٰ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا

اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس نے اللہ کا شریک مقرر کیا اُس نے

عَظِيْمًا ﴿٤٨﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ أَنْفُسَهُمْ

بڑا بہتان باندھا ۔ کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں (نہیں)

بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٤٩﴾

بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے پاکیزہ کرتا ہے اور اُن پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں ہو گا ۔

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾

دیکھو یہ اللہ پر کیسا جھوٹ باندھتے ہیں اور یہی گناہ صریح کافی ہے ۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ

بھلا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے حصہ دیا گیا ہے کہ بتوں

وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ أَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا

اور شیطان کو مانتے ہیں اور کفار کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں کی نسبت سیدھے

سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ

رستے پر ہیں ۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے تو تم اُس کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے

نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ أَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ

کیا اُن کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے کہ لوگوں کو تل برابر بھی نہ دیں گے ۔

نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ أَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهٖ

یا جو اللہ نے اُن لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے اُس کا حسد کرتے ہیں،

فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾

تو ہم نے خاندانِ ابراہیم کو کتاب اوردانائی عطا فرمائی تھی اور سلطنت عظیم بھی بخشی تھی

فَمِنْهُمْ مَّنْ آمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾

پھر لوگوں میں سے کسی نے تو اُس کتاب کو مانا اور کوئی اُس سے رکا رہا تو اُن نہ ماننے والوں کو دوزخ کی جلتی ہوئی آگ کافی ہے

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِآيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ

جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اُن کو ہم عنقریب آگ میں داخل کریں گے، جب اُن کی کھالیں جل جائیں گی

بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا

تو ہم اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ عذاب (کامزہ) چکھتے رہیں بیشک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے

حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن کو ہم جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا لَّهُمْ فِيْهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ

نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہاں ان کیلئے پاک بیویاں ہیں ۔

وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى

اور اُن کو ہم گھنے سائے میں داخل کریں گے ۔اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں

أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ

اُن کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو اللہ تعالیٰ تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے

بِهٖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾ يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوا اللّٰهَ

بیشک اللہ سنتا اور دیکھتا ہے ۔ مومنو! اللہ تعالی اور اس کے

وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ

رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں[۱۰] اُن کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو

---

[۱۰] بعض مفسرین نے "اولـــو الامـــر" سے مراد علمائے کرام لیا ہے، تو اس تفسیر کی وجہ سے بعض اس سے علماء کی تقلید کو ثابت کرتا ہے، یعنی اللہ تعالی نے "اولو الامر" (علماء) کی اطاعت کا حکم دیگر مسلمانوں کو تقلید کرنے پر مامور کیا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے، اگر اس آیت پر غور کیا جائے تو مختلف وجوہات کی بناء پر اس سے تقلید کا رد ثابت ہوتا ہے، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس آیت میں ''اولو الامر'' کے ساتھ لفظ ''اطیعوا'' کو مستقل استعمال نہ کرنا، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اولو الامر کی بات کو اللہ تعالی اور اس کے رسول کے حکم کے تحت مانا جائے گا، نہ کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول کی مخالفت میں ان کی مستقل اطاعت کی جائے گی، اگر ''اولو الامر'' کی اطاعت مستقل جائز قرار پائی تو پھر نبی ﷺ کی اطاعت میں اور اولو الامر کی اطاعت میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا، کیونکہ مطلقا اولو الامر کی اطاعت سے دونوں میں باہم فرق مٹ جاتا ہے۔ سب سے پہلے احناف نے اولو الامر کی اطاعت کو مطلقاً اور مستقلاً جائز قرار دیکر اور آحادیث میں تاویلات کر کے اس فرق کو مٹایا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آیت میں اولو الامر سے مراد حکام المسلمین (حاکم وقت) ہیں کیونکہ معروفات میں حاکم وقت کا حکم ماننا ضروری ہوتا ہے۔ اگر بالفرض علماء کو بھی اس میں داخل کیا جائے تو ''لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق'' الحدیث، کے تحت ہی میں ان کی بات مانی جائے گی۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو پھر تلفیق میں واقع ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ کیونکہ علماء کی ہر بات میں بتقاضہ بشریت خطاء کا احتمال پایا جاتا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے'' اولو الامر ''جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے، کہ تمام علماء کی بات مانو لیکن مقلد تو صرف ایک عالم کی بات کو اپنے لئے دین میں حجت سمجھتا ہے، اس طرح مقلدین نے سب سے پہلے ایک عالم کی تابعداری کر کے اس آیت کی مخالفت کی ہے،

چوتھی وجہ یہ ہے علماء کے اقوال کو صرف دلیل کی بنیاد پر مانا جائے گا، بغیر دلیل کے اقوال سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، اور رفع اختلاف کے لئے کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے گا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ الاية. اس آیت میں اللہ تعالی نے متنازع فیہ مسائل کو کتاب وسنت پر پیش کرنے کا حکم دیا ہے، اور ایسا کرنے والوں کو مومن قرار دیا ہے۔

فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ

تو اگر اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اُس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ

خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلًا ﴿٥٩﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ

بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے ۔ کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں۔

أَنَّهُمْ آمَنُوْا بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ

کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں اُن سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں

أَنْ يَّتَحَاكَمُوْا إِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ أُمِرُوْا أَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ

کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش کے پاس لیجا کر فیصلہ کرائیں حالانکہ اُن کو حکم دیا گیا تھا کہ اُس سے اعتقاد نہ رکھیں ۔

وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ أَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيْدًا ﴿٦٠﴾ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ

اور شیطان (تو یہ) چاہتا ہے کہ اُن کو بہکا کر رستے سے دُور ڈال دے ۔اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ

تَعَالَوْا إِلٰى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُوْلِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ

جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اُس کی طرف (رجوع کرو) اور پیغمبر کی طرف آ ؤ تو تم منافقوں کو دیکھتے ہو کہ تم سے اعراض

صُدُوْدًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ

کرتے اور رُکے جاتے ہیں ۔تو کیسی بات ہے کہ جب اُن کے اعمال (کی شامت) سے اُن پر کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے

ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿٦٢﴾

تو تمہارے پاس بھاگے آتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ واللہ ہمارا مقصود تو بھلائی اور موافقت تھا۔

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ

ان لوگوں کے دلوں میں جو جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ اُس کو خوب جانتا ہے تم ان (کی باتوں) کا کچھ خیال نہ کرو اور انہیں نصیحت کرو

وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ

اوران سے ایسی باتیں کہو جوان کے دلوں پر اثر کر جائیں۔اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے

بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ

مطابق اس کا حکم مانا جائے۔اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے،اگر تمہارے پاس آتے اوراللہ سے بخشش مانگتے

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

اور رسول (اللہ علیہ وسلم) بھی ان کیلئے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے ۔[۱۱]

---

[۱۱] اس ایت کے تحت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں: یہ ایت اگرچہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا، کہ جو شخص رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوجائے اورآپ علیہ وسلم اس کے لئے دعائے مغفرت کردیں،اس کی مغفرت ضرور ہوجائے گی،لیکن اس کا یہ قول سراسر آیات قرانی واحادیث نبوی سے مخالف ہے، بطور مثال سورۂ توبہ کی ایت:۸۰،۱۱۳،ملاحظہ فرمائیں۔(پھر آگے لکھتا ہے) اوررسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری جیسے آپ علیہ وسلم کی حیات دنیوی کے زمانہ میں ہوسکتی تھی،اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔معارف القران:۴۵۹/۲۔

اور تفسیر نعیمی:۱۲۹، میں کچھ یوں لکھتا ہے:اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہ الٰہی میں رسول اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اورآپ ؐ کی شفاعت کاربراری کا ذریعہ ہے سیدعالم علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضہ اقدس پر حاضر ہوا،اورروضہ شریفہ کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اورعرض کرنے لگا یارسول اللہ جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ پر نازل ہوا،اس میں یہ آیت بھی ہے:﴿ولو انهم اذظلموا﴾الاية، میں نے بیشک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا،تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے،اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی،اس سے چند مسائل معلوم ہوے۔

مسئلہ: اللہ تعالی کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لئے اس کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔

مسئلہ: قبر پر حاجت کے لئے جانا بھی ''جاؤک'' میں داخل اور خیر القرون کا معمول ہے۔

مسئلہ: بعد وفات مقبولان حق کو ''یا'' کے ساتھ نداء کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: مقبولان حق مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعاء سے حاجت روائی ہوتی ہے۔

تو ہم ان جیسے لوگوں کو جواب میں کہتے ہیں، کہ یہ تفسیر صحیح نہیں، اس لئے کہ ایت کو سیاق سباق سے کاٹ کر یہ تفسیر کی گئی ہے۔ اگر یہ ایت ہم اور بعد کے امتیوں کو عام ہے تو: صحابہ کرام نے اسے عام سمجھ کر استسقاء کے موقع پر نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر پر جا کر آپ ﷺ سے دعا کیوں نہ کرائی؟ بیان جواز کے لئے ایک بار تو دعا کروا ہی لیتے، مگر صحابہ تابعین وتبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، اور نہ ہی یہ کسی امام کا مذہب ہے۔ جس طرح یہ ایت عام ہے اسی طرح ایت: **فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ و الرسول، سورۃالنساء: ۵۹** ۔ اور وہ آیت جو اس کے بعد ہے یعنی: ۶۵، کے الفاظ بھی عام ہے، اور ہم عصر اور بعد کے امتیوں کو شامل ہیں، اس میں بھی تخصیص نہیں، تو پھر ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے فیصلے حاکموں اور قاضیوں کی بجائے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست قبر اطہر پر جا کر چکایا کریں، اگر ان کا اللہ اور روز اخرت پر ایمان ہے۔

ایت کریمہ کی بلا دلیل تعمیم کا قول اور دوسری ایت میں تخصیص کا کیا مطلب؟، کیا آپ ﷺ شرعی فیصلہ کرنے کے لئے ہم عصر اور بعد کے امتیوں کے لئے یکساں رحمت نہیں؟ کوئی مومن اس بات کی جرأت نہیں کرسکتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اس کا قائل ہو جائے کہ آپ ﷺ بعد کے امتیوں کے لئے رحمت نہیں، پس وجہ فرق کیا ہے کہ ایک ایت کو عموم پر رکھا اور دوسری میں تخصیص کر دی؟ جبکہ تنازع کا فیصلہ اہم ہے بنسبت استغفار کے، کیونکہ یہ موقوف علیہ ہے۔

اس نادرست تفسیر کو دیکھ کر کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے، کہ قبر نبی ﷺ کے پاس جا کر ان سے مختلف فیہ مسائل کے بارے میں پوچھو، وہ ضرور جواب عنایت کریں گے، اس لئے کہ دین کو مفصل بیان کرنا ان کا فرض منصبی بھی ہے، تو کیا یہ استدلال درست ہے؟ بالفاظ دیگر، **استشفاع بدعاء الرسول** ﷺ، **تحکیم الی ذات الرسول** ﷺ پر مبنی ہے، اور یہ اس کا ثمرہ اور نتیجہ ہے، اور جب تحکیم الی ذات الرسول موت کے بعد نہیں تو استشفاع بدعاء الرسول ﷺ کیسے؟۔

بعض علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ مذکورہ آیت کریمہ میں لفظ ''**جاؤک**'' ہے، نہ کہ ''**جاؤو اقبرک**''، یعنی لفظ ''**جاؤوک**'' حیاۃ سے متعلق ہے۔ اور حیاۃ دنیوی و بعد الممات کے احکام میں فرق ظاہر ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

(عـن قيس بن سعدؓقال:اتيت الحيرة فرأيتم يسجدون لمرزبان لهم،فقلت لَرسول اللهﷺ احق ّان يسـجـدلـه، فاتيت رسول اللهﷺفقلت انى اتيتُ الحيرة،فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم، فـانـت احـق بـان يُسـجـدلـک ؟فـقـال لـى:ارأيـت لومـررت بقبـرى،اكنـت تسجدلـه؟فقلـت لا،فـقـال:لاتـفـعلوا،لوكنت امراحدا ان يسجد لاحد،لامرت النساء ان يسجدن لازواجهن لماجعل اللهلهم عليهن من حق۔ابوداود:رقم:۲۱۴۰،حاکم:۲/۱۸۷،ارواء:۷/۵۷،۵۸۔

یعنی قیس بن سعدؓ سے روایت ہے کہا، میں حیرہ آیا،وہاں میں نے لوگوں کو اپنے سرداروں کوسجدہ کرتے دیکھا، میں نے کہا (اپنے دل میں) کہ رسول اللہﷺ زیادہ حق دار ہیں، کہ آپﷺ کوسجدہ کیا جاوے، میں رسول اللہﷺ کے پاس آیا میں نے عرض کی کہ میں حیرہ گیا، وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سرداروں کوسجدہ کرتے تھے، آپﷺ سجدہ کے زیادہ لائق ہیں، آپؐ نے فرمایا: مجھ کو اس بات کی خبر دے، اگر تو میری قبر سے گذرے، تو اس کوسجدہ کروگے؟ میں نے کہا نہیں، فرمایا: اگر میں سجدہ کرنے کا حکم کرتا، تو سب سے پہلے عورتوں کو حکم کرتا، کہ وہ اپنے خاوندوں کوسجدہ کریں، اس لئے کہ اللہ تعالی نے عورتوں پر مردوں کا حق رکھا ہے (اس حدیث نے یہ واضح کیا کہ انسان صرف اپنے خالق ہی کے سامنے سجدہ ریز ہوسکتی ہے، کسی مخلوق کے سامنے نہیں جھک سکتی، خواہ وہ مخلوق کتنی ہی باعظمت و بافضیلت ذات کیوں نہ ہو)۔

بعض علمانے یہ جواب بھی کیا ہے، کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے، جیسا کہ حدیث ابی ہریرہؓ میں ہے: کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا ہے :اذامـات الانسـان انقطع عنه عمله، الحديث رواه مسـلـم:رقم: ۱۶۳۱، ومشكوٰة:رقم: ۲۰۱، كتاب العلم ۔یعنی جب آدمی مرجاتا ہے اس کے عمل منقطع ہوجاتا ہے۔ایک جواب ملاعلی قاریؒ نے مرقات:۱۱/۲۳۶، میں اس حدیث کے ضمن میں، جو کہ عقبہؓ سے مروی ہے: صـلـى رسـول اللهﷺ عـلـى قتـلـى احـدبعدثمان سنين كالمؤدع للاحياء و الاموات. الحديث . یعنی رسول اللہﷺ نے احد کے شہداء پر نماز پڑھی آٹھ برس بعد، مانند زندوں اور مردوں کو رخصت کرنے والے کے . متـفـق عليـه. [خ:۴۰۹۳م:۲۳۸۲]۔کیا ہے، اى استـغـفـرلهـم ،واستـغـفـاره لهم كالوداع للاحياء و الاموات، اما الاحيـاء فبـخـروجه من بينهم ، واما الاموات فبانقطاع دعائه، واستغفاره لهم ۔یعنی رسول اللہﷺ وفات کے بعد کسی کے لئے دعا اور استغفار نہیں کرسکتا۔

اس سے زیادہ مصرح اورمنہ توڑ جواب حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں موجود ہے: جو کہ بخاری نے: حدیث

نمبر:٥٦٦٦، میں نقل کیا ہے:عن عائشة رضی الله عنها انها قالت: وارأساه، فقال رسول اللهﷺ ذاک لو کان واناحی فاستغفرلکِ وادعولکِ ،فقالت، عائشة واثکلیاه، والله انی لاظنک تحب موتی ، لو کان ذاک لظللت اخریومک معرّسا ببعض ازواجک، فقالﷺ بل اناوارأساه، لقدهممت اواردت، ان ارسل الی ابی بکروابنه، فاعهد ان یقول القائلون اویتمنی المتمنون، ثم قلت یابی اللهویدفع المومنون اویدفع اللهویأبی المومنون . عائشہؓ سے روایت ہے، کہ انہوں نے ایک دن رسول کریمﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے اپنے سردرد کی شدت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ہائے میرا سر پھٹا جارہا ہے ،رسول کریمﷺ نے یہ سن کرفرمایاعائشہؓ وہ (تمہاری موت) اگرایسی صورت میں آئی کہ میں زندہ رہا،تو تمہارے لئے سیئات سے مغفرت وبخشش کی دعامانگوں گا۔اورتمہارے (درجات ومراتب کی بلندی) کے لئے بھی دعا کروں گا،عائشہؓ بولیں،ہائے میرے درد کی مصیبت، اللہ کی قسم میراتو خیال ہے کہ آپﷺ میری موت کو پسند فرماتے ہیں؟ اگرایسا ہوا کہ میں مرگئی،تو آپﷺ اسی دن کے آخری حصہ میں اپنی کسی بیوی کے ساتھ شب باشی فرمائیں گے۔

نبی کریمﷺ نے فرمایا: عائشہؓ (چھوڑ واس بات کواورسنو) میرا قصد تھا، یا آپﷺ نے یہ فرمایا کہ میرا ارادہ تھا، کہ میں (تمہارے والد) ابوبکرؓ اور ان کے بیٹے (یعنی تمہارے عزیز بھائی عبد الرحمن) بلا بھیجوں،اوران کے حق میں وصیت کردوں، تا کہ پھر کہنے والے کچھ نہ کہیں، یا آپ نے یہ فرمایا کہ تا کہ متمنی لوگ ابوبکرؓ کے بجائے خود اپنے لئے یا کسی اور کے لئے خلافت کی تمنا کا اظہار نہ کریں۔ پھر میں نے اپنے دل میں کہا خود اللہ تعالی (ابوبکرؓ کے علاوہ کسی دوسرے کی خلافت کو) منظور نہیں کرے گا ،اور مسلمان بھی مدافعت کریں گے۔ یا آپﷺ نے یوں فرمایا: کہ خود اللہ تعالی مدافعت کرے گا اور مسلمان بھی نہیں مانیں گے۔

اورشاہ اسحاق نے مسائل اربعین:٤٣، میں مسئلہ :٤٠، میں رقمطراز ہیں: وحق آن است کہ انکارفقہاء عام است، ازآنکہ استمد اداز قبورانبیاء کنندیا ازقبور غیرایشان ہمہ جائزنیست، چنانچہ ازعبارت دیگر کتب فقہاء کہ درین جواب ایرادکردہ میشود واضح خواہد گردید۔ اورحق یہ ہے کہ فقہاء کا انکار عام ہے استمد ادخواہ، انبیاء علیہم السلام کی قبروں سے ہوخواہ غیرانبیاء کی قبروں سے سب ناجائز ہے، جیسا کہ فقہاء کرام کی دوسری کتابوں کے حوالوں سے جو ہم اسی سوال کے جواب میں ذکر کریں گے واضح ہوجائے گا۔

بعض علماء عمرؓ کی حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اگرآیت کا معنی یہ ہے تو عمرؓ نے اس پرعمل کیوں نہیں

کیا؟اورعباسؓ کے دعا کا وسیلہ اللہ تعالی کے دربار میں پیش کیا، یہ روایت بخاری نے:۱۰۱۰۔اور۳۷۱۰، میں نقل کیا ہے، بلکہ صاحب نشر المرجان والالکھتاہے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس بات پر صحابہ کرام کا اجماع سکوتی منعقد ہوا، کہ رسول اللہ ﷺ انتقال کے بعد عالم برزخ میں دعا واستغفار نہیں فرماتے۔مزید تفصیل کے لئے الصارم المنکی:۲۶۵، ملاحظہ کیجئے۔

تکمیل فائدہ کے لئے اب ہم روایت اعرابی نقل کرتے ہیں: جوکہ تفسیر قرطبی، وابن کثیر، نفحۃ الیمن وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔اورامام بیھقی نے شعب الایمان:۶/۶۰، میں نقل کیا ہے کہ:اخبرنا ابو علی الروذباری ،حدثنا عمرو بن محمد بن عمرو بن الحسین بن بقیة املاءً ،حدثنا شکر الھروی ،حدثنا یزید الرقاشی، عن محمد بن روح بن یزید البصری، حدثنی ابو حرب الھلالی، قال: حج اعرابی فلما جاء الی باب مسجد رسول اللہ اناخ راحلته فعلقھا،ثم دخل المسجد،حتی اتی القبر،ووقف بحذاوجه رسول اللہ ﷺ فقال، بابی انت وامی، یارسول اللہ جئتک مثقلا بالذنوب والخطایا،یامستشفعا بک علی ربک ،لانه قال فی محکم کتابه : وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا أَنفُسَهُمْ جَآؤُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيماً ﴿۶۴﴾ قدجئتک بابی انت وامی مثقلا بالذنوب والخطایا،استشفع بک علی ربک ان یغفرلی ذنوبی، وان تشفع فیّ ،ثم اقبل فی عرض الناس ویقول:

یاخیرمن دفنت فی التراب اعظمه فطاب من طیبه الابقاع والاکم

نفسی الفداء بقبرانت ساکنه فیه العفاف وفیه الجودو الکرم

جبکہ ابن عساکرؒ نے اتحاف الزائر:۵۴،۵۵، میں اورابن النعمان نے مصباح الظلام:۲۱، میں نقل کیا ہے اورابن الجوزی نے کتاب المثیر ،میں یہ الفاظ زیادہ نقل کئے ہیں:ثم استغفر، وانصرف، فرقدت فرأیت النبی ﷺ فی نومی وھو یقول ، الحق الرجل فبشرہ ان اللہ قدغفرله بشفاعته، فاستیقظت فخرجت اطلبه فلم اجده ۔ابوحرب ہلالی کہتا ہے، کہ ایک اعرابی فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مسجد نبوی میں حاضر ہوا اور کہا" السلام علیکم یارسول اللہ" میں نے قران کریم کی یہ ایت سنی،اورآپؐ کے پاس آیا ہوں،تا کہ آپ کے سامنے اپنے گناہوں کا استغفار کروں اورآپ کی شفاعت طلب کروں پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

جن جن کی ہڈیاں میدانوں میں دفن کی گئی ہیں ☆ اوران کی خوشبو سے وہ میدان اور ٹیلے مہک اٹھے ہیں

اے ان تمام میں سے بہترین ہستی ☆ میری جان اس قبر پر سے صدقے ہو جس کا ساکن تو ہے

جس میں پارسائی وسخاوت اور کرم ہے، پھر اعرابی تو لوٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی خواب میں دیکھتا ہوں کہ رسول ﷺ مجھ سے فرما رہے ہیں، جا، اس اعرابی کو خوشخبری سنا کہ اللہ نے اس کے گناہ معاف فرما دیئے۔

اس واقعہ کی نقل میں اضطراب ہے، بعض عتبی سے نقل کرتے ہیں، اور بعض ابو حرب الہلالی سے، اور بعض علیؓ سے، بہر حال اس واقعہ کی کوئی صحیح سند نہیں ہے۔ جبکہ اعرابی بھی مجہول ہے۔ ابو حرب ہلالی بھی مجہول ہے، یزید رقاشی ضعیف ہے، عمر بن محمد مجہول ہے۔ اتحاف الزائر کی سند میں دو راوی (۱) ابو العباس اور (۲) محمد بن زہیر مجہول ہیں، اور مصباح الظلام کی سند میں مجاہیل ہیں، اور یہ ابو شبل تک سند ہے، جو کہ امام مالکؒ کا شاگرد ہے۔

اس وجہ سے صارم المنکی والے لکھتے ہیں، کہ اس واقعہ کی تکذیب کے لئے یہ کافی ہے کہ بعض اس کو عتبی سے تو بعض ابو شبل سے، اور بعض ابو حرب ہلالی، جبکہ بعض علیؓ کو منسوب کرتے ہیں، کہ انہوں نے یہ ماجرا اپنے آنکھوں سے دیکھا ہے۔

اور وہ روایت جو علیؓ کو منسوب ہے، جو کہ قرطبی وغیرہ نے نقل کیا ہے، تو کتاب صیانۃ الانسان: ۲۴۸، میں ہے کہ یہ خبر منکر اور موضوع ہے اور مختلق مصنوع ہے، اس میں ہیثم متروک کذاب ہے، اور مزید تفصیل کے لئے کتاب الصارم المنکی: ۲۵۲، ۲۶۴، ۳۲۱۔۳۱۴، اور فتح المنان: ۳۵۱، اور کتاب التوصل: ۲۷۴، اور صیانۃ الانسان: ۲۴۷، اقتضاء الصراط المستقیم ملاحظہ کیجئے۔

اور اس واقعہ کو عز بن جماعۃ نے ہدایت السالک: ۱۳۸۳/۳، میں سبل الہدی و الرشاد: ۳۸۰/۱۲، وفاء الوفاء: ۱۳۶۱/۴، اور ابن قدامہ نے المغنی، نووی نے کتاب الایضاح اور شرح مجموع المہذب، ماوردی نے الحاوی الکبیر، کتاب الحج میں بلفظ ''یروی'' نقل کیا ہے جس کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں۔

بعض مبتدعین اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو کہ مسند بزار نے: ۳۰۸/۵، میں نقل کیا ہے، کہ

حدثنا یوسف بن موسی، قال اخبرنا عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی رواد، عن سفیان عن عبداللہ بن السائب عن زاذان عن عبداللہ، عن النبی ﷺ قال: ان للہ ملائکۃ سیاحین یبلغونی عن امتی السلام، قال وقال رسول اللہ ﷺ حیاتی خیر لکم تحدثون ونحدث لکم، ووفاتی خیر لکم تعرض علّی اعمالکم، فما رأیت من خیر حمدت اللہ، وما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم۔

ہیثمی نے مجمع الزوائد:۵۹۵/۸،اور کشف الاستار:۳۹۷/۱،وعجلونی،الکشف:۴۴۲/۱، میں اس کونقل کیا ہے۔کہ میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے،تم بیان کرتے ہواور تمہیں میں بھی بیان کروں گا۔اور جب میں وفات ہوجاؤں،تو میری وفات بھی تمہاری لئے بہتر ہے،تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہونگے،جب میں بہتر دیکھوں تو میں اللہ کا شکرادا کروں گا، اور جب میں اس کے سوادیکھوں تو میں تمہارے لئے اللہ سے استغفار مانگوں گا۔

یہ حدیث صحیح نہیں،بزاراس کے اخر میں فرماتا ہے کہ **وهذا الحديث اخره لانعلمه يروى عن عبدالله الامن هذا الوجه،بهذاالاسناد**،اس میں ایک راوی ہے جس کا نام عبدالمجید بن عبدالعزیز ہے،اوروہ اس زیادۃ پر متفرد ہے۔ابن حبان نے **كتاب المجروحين** :۱۵۲/۲، میں لکھا ہے: کہ یہ منکرالحدیث تھا۔اورابن ابی حاتم نے جرح وتعدیل:۶۴/۶،میں اس کے متعلق لکھا ہے کہ : **كان الحميدى يتكلم فيه، وليس بالقوى**،جبکہ **تهذيب الكمال**: ۲۷۴/۱۸، اورتہذیب التہذیب:۳۸۲/۶،میں اس کے متعلق لکھا ہے "**صدوق يخطئ**"اور بعض نے اس کا توثیق بھی کیا ہے۔

وہ اس وجہ سے کہ مسلم نے اس کا ذکر متابعت میں کیا ہے، نہ کہ اصلاً،اوراس وجہ سے حافظ ہیثمیؒ کو مجمع الزوائد: ۵۹۵/۸،اورسیوطیؒ کو خصائص کبری:۲۸۱/۲، میں مغالطہ ہوکراس روایت کی تصحیح کیا ہے۔اس روایت کا ایک دوسرا سند بھی ہے جوکہ ابن عدی نے :۵۳۳/۳،اورعروس الاجزاء:۳۹/۲، میں انسؓ سے نقل کیا ہے۔لیکن ابن عدی نے روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند میں خراش بن عبداللہ ہے اوروہ مجہول ہے معلوم نہیں۔بلکہ اس میں عدوی جو ہے اس کے متعلق لکھتا ہے **و العدوى هذا كنانتهمه بوضع الحديث ، وظاهر الامرفى الكذب.**

جبکہ اس روایت کومسند الفردوس نے بھی:۲۱۹/۲، میں نقل کیا ہے،اس کے حاشیہ"تسدید القوس"میں حافظ ابن حجر لکھتا ہے،اس کی سند میں خراش بن عبداللہ اورعدوی ہے لہٰذا روایت ساقط الاعتبار ہے۔اوراس روایت کو اسمٰعیل قاضی نے:فضل الصلوٰۃ:۱۲۵،۱۲۶، میں نقل کیا ہے جوکہ بکر بن عبداللہ سے نقل ہے،اوراسی سند سے مسند حارثی:۸۸۴/۲،(بغیۃ الباحث) نے بھی نقل کیا ہے۔اورطبقات ابن سعد:۳۴۷/۲، میں بکر بن عبداللہ المزنی سے منقول ہے لیکن یہ مرسل ہے۔اگرچہ روات ثقہ ہیں۔وسلسلہ ضعیفہ:۴۰۶/۲۔

حاصل یہ ہوا کہ یہ روایت تمام سندوں سے ضعیف ہے،بعض نے اس کو حسن یا صحیح لغیرہ کہا ہے لیکن مذکورہ صحیح روایت۔ اوروہ روایت جوکہ ابن جریر وغیرہ نے تفسیر سورۃ النساء:۴۱، میں اوروہ حدیث جو سورۃ مائدہ :۱۱۷، میں نقل

کیا گیا ہے، کے مقابلے میں، بنابرقول اول منکر، اور بنابرقول ثانی شاذ ہے۔اور عمل کیلئے درست نہیں،خصوصا باب عقیدہ میں ایسے روایات ساقط الاعتبار ہوتے ہیں۔

مذکورہ تحقیق سے ابن حجر اور قرطبی کا جو وہم تھا وہ بھی ختم ہوا۔ابن حجر کو،سورۂ نساء:۴۱، والی آیت میں جو حدیث وارد ہے اس کے بعض طرق میں (جو کہ طبرانی وغیرہ نے نقل کیا ہے) یہ الفاظ ہے (اسی وجہ سے اس کو یہ اشکال لاحق ہوا ہے) : ان النبی ﷺ: اتاهم فی بنی ظفر ومعه ابن مسعودؓ وناس من اصحابه ،فامر قاراًفقرأ،فاتی علی هذه الاية ۴۱،فبكی حتی ضرب لحياه ووجنتاه فقال:يارب،هذاعلى من انابين ظهريه فكيف بمن لم أره. واخرج ابن المبارك فی الزهد: ۲/۴۲، من طريق سعيدبن المسيبؒ قال:ليس من يوم الاتعرض فيه على النبی ﷺ امته غدوة وعشية، فيعرفهم بسيماهم واعمالهم.فلذلک يشهد عليهم .ففی هذ المرسل مايرفع الاشكال الذی تضمنه حديث ابن فضالة، والله اعلم.فتح الباری: ۱۰/۱۲۲ . یعنی محمد بن فضالہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی ظفر کے پاس رسول اللہ ﷺ آئے ،اور اس صخرہ پر بیٹھ گئے۔جواب تک ان کے محلے میں ہے۔آپؐ کے ساتھ ابن مسعودؓ،معاذ بن جبلؓ،اور دیگر صحابہ کرامؓ بھی تھے۔آپؐ نے ایک قاری سے فرمایا:قرآن پڑھو،وہ پڑھتے پڑھتے جب اس آیت (فکیف) تک پہنچے،تو آپؐ اس قدر روئے کہ دونوں رخسار اور داڑھی تر ہوگئی،اور عرض کرنے لگے کہ یارب جو موجود ہیں ان پر تو خیر میری گواہی ہوگی،لیکن جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہی نہیں ان کی بابت کیسے؟۔

اور یہی اشکال قرطبی نے کتاب التذکرۃ:۳۳۹، میں نقل کیا ہے۔تو ابن کثیر:۲/۲۶۹،سورۂ نساء:۴۲، میں،اس کا جواب دیتا ہے کہ:واما،ماذكره ابوعبدالله القرطبی فی التذكرة حيث قال:باب ماجاء فی شهادة النبی ﷺ علی امته:قال:اخبرناابن مبارک ،اخبرنا رجل من الانصار،عن المنهال بن عمرو، حدثه انه سمع سعيدبن المسيب يقول:ليس من يوم الاتعرض فيه علی النبی ﷺ امته غدوة وعشية،فيعرفهم باسمائهم،واعمالهم ،فلذلک يشهدعليهم يقول الله تعالى:فكيف اذاجئنا من كل امة بشهيد وجئنابک علی هولاء شهيدا،فانه اثروفيه انقطاع،فان فيه رجلامبهمالم يسم،وهومن كلام سعيدبن المسيب لم يرفعه۔

یعنی ابوعبداللہ قرطبی نے اپنی کتاب ''التذکرہ'' میں باب باندھا ہے، کہ نبی اکرم ﷺ کی اپنی امت پر شہادت=

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ
تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں ۔
ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿٦٥﴾
اور جو فیصلہ تم کردو اُس سے اپنے دل میں تنگی محسوس نہ کریں بلکہ اُس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔[١٢]

= کے بارے میں کیا آیا ہے۔اس میں سعید بن مسیّب کا یہ قول ذکر کیا ہے، کہ ہر دن صبح شام نبی اکرم ﷺ پر آپ ﷺ کی امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں،مع ناموں کے، پس آپ ؐ قیامت کے دن ان سب پر گواہی دیں گے۔پھر یہی آیت تلاوت فرمائی،لیکن اولاتو یہ سعید بن مسیّب کا اپنا قول ہے۔دوسرے یہ کہ اس کے سند میں انقطاع ہے۔تیسرا یہ کہ،اس میں ایک راوی مبہم ہے جس کا نام ہی نہیں۔چوتھا یہ کہ یہ حدیث مرفوع کر کے بیان ہی نہیں کرتے۔اخیر میں روح المعانی کا عبارت نقل کرتے ہوئے اس بحث کو ختم کرتے ہیں:امام آلوسی اپنی تفسیر:٦/١٢٥، میں ایت الوسیلہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:**اما اذا کان المطلوب منه میتا او غائبا فلا یستریب عالم انه (ای طلب الدعاء)** غیر جائز،**وانه من البدع اللتی لم یفعلها احد من السلف.** اور جس کسی سے بھی خواہ وہ میت ہو یا غائب، دعاء مانگی جاتی ہے،تو اس کی ناجائز ہونے میں کسی عالم کا شک نہیں،اوران بدعات میں سے ہے جس کا وجود سلف صالحین کے دور میں نہیں تھا۔

[١٢] اس ایت میں رسول کریم ﷺ کی عظمت اور علو مرتبت کے اظہار کے ساتھ آپ ؐ کی اطاعت جو بے شمار آیات قرآنیہ سے ثابت ہے،اس کی واضح تشریح بیان فرمائی ہے۔اس ایت میں قسم کھا کر حق تعالی جل شانہ نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک مومن یا مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ نبی کریم ﷺ کو ٹھنڈے دل سے پوری طرح تسلیم نہ کرے، کہ اس کے دل میں بھی اس فیصلہ سے کوئی تنگی نہ پائی جائے۔مفسرین نے فرمایا کہ ارشاد قرآنی پر عمل نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک کے ساتھ مخصوص نہیں۔آپ ؐ کے بعد آپ ؐ کی شریعت مطہرہ کا فیصلہ خود آپ ﷺ ہی کا فیصلہ ہے،اس لئے یہ حکم قیامت تک اس طرح جاری ہے، کہ آپ ؐ کے زمانہ مبارک میں خود بلاواسطہ آپ ؐ سے رجوع کیا جائے،اور آپ ؐ کے بعد آپ ؐ کی شریعت کی طرف رجوع کیا جائے۔جو درحقیقت آپ ؐ ہی کی طرف رجوع ہے۔بخاری نے: کتاب التفسیر:٦/٥٨ میں اس ایت کے متعلق یہ واقعہ ذکر کیا ہے: کہ زبیر ؓ کا کسی شخص سے نالیوں سے باغ میں پانی لینے کے بارے میں جھگڑا پڑا،تو رسول پاک ﷺ نے

فرمایا زبیر! تم پلالو پھر پانی کو انصاری کے باغ میں جانے دو، اس پر انصاری نے کہا ہاں، یارسول اللہ ﷺ یہ تو آپ کی پھوپھی کے لڑکے ہیں، یہ سن کر آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا، اور فرمایا زبیر! تم پانی پلاؤ، پھر پانی کو روکے رکھو، یہاں تک کہ باغ کی دیواروں تک پہنچ جائے، پھر اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو، پہلے تو نبی کریم ﷺ نے ایک ایسی صورت نکالی تھی کہ جس میں زبیرؓ کو تکلیف نہ ہو، اور انصاری کو کشادگی ہو جائے۔ لیکن جب انصاری نے اسے اپنے حق میں بہتر نہ سمجھا تو رسول پاک ﷺ نے زبیر کو ان کا پورا حق دلوایا۔ زبیرؓ فرماتے ہیں جہاں تک میرا خیال ہے یہ ایت (فلا وربک ، الخ) اسی بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تفسیر بحر محیط میں ہے کہ اس ایت سے یہ مسئلہ نکلا کہ لفظ: ﴿فیما شجر﴾ صرف معاملات اور حقوق کے ساتھ متعلق نہیں، عقائد، نظریات، اور دوسرے نظری مسائل کو بھی حاوی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کام رسول اللہ ﷺ سے قولا یا عملا ثابت ہو اس کے کرنے سے دل میں تنگی محسوس کرنا بھی ضعف ایمان کی علامت ہے۔ ایت سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ رسول پاک ﷺ امت کے صرف مصلح اور اخلاقی رہبر ہی نہیں تھے بلکہ وہ ایک عادل حاکم بھی تھے۔ پھر حاکم بھی اس شان کے، کہ آپ ﷺ کے فیصلہ کو ایمان وکفر کا معیار قرار دیا گیا۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض کہ جب بھی کسی مسئلہ میں باہم اختلاف کی نوبت آئے تو باہم جھگڑتے رہنے کے بجائے دونوں فریق رسول پاک ﷺ کی طرف اور آپ کے بعد آپ کی شریعت کی طرف رجوع کر کے مسئلہ کا حل تلاش کریں۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں صحیح سند کے ساتھ شعبی سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک یہودی اور منافق کا کسی چیز کے متعلق جھگڑا ہو گیا، یہودی نے منافق سے کہا کہ محمد ﷺ کے پاس یہ مقدمہ لے چلو، جو وہ فیصلہ کر دیں وہ مجھے منظور ہے، کیونکہ یہودی یہ جانتا تھا کہ آپ ﷺ رشوت لے کر فیصلہ نہیں کرتے، منافق نے کہا نہیں، یہودیوں کے حکام کے پاس چلو ان سے فیصلہ کرائیں گے، کیونکہ منافق جانتا تھا کہ یہود کے علماء وحکام رشوت لے کر حق کو ناحق کر دیتے ہیں، آخر کار وہ اپنا جھگڑا لے کر دربار محمدی ﷺ میں آئے، آپ نے فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا، لیکن منافق اس پر راضی نہ ہوا، اور کہنے لگا ہمیں یہ فیصلہ عمر فاروقؓ سے کرانا چاہئے، اس کا خیال تھا کہ عمرؓ یہودیوں پر بہت سخت ہیں، وہ ضرور میرے حق میں فیصلہ کریں گے، چنانچہ جب یہ دونوں عمرؓ کے پاس گئے، اور اپنا مقدمہ سنایا، تو یہودی نے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ محمد ﷺ نے اس مقدمے کا فیصلہ میرے حق میں کیا ہے، عمرؓ نے یہ سن کر کہا، اچھا تم دونوں ٹھہرو میں ابھی تمہارا فیصلہ کئے دیتا ہوں، عمرؓ اندر گئے، تھوڑی دیر میں تلوار تانے آ گئے، اور منافق کی گردن اڑا دی، اور فرمایا: ھذا قضاء من لم یرض بقضاء رسول اللہ ﷺ، یعنی جو شخص رسول اللہ کے فیصلے سے راضی نہ ہو اس کا یہی فیصلہ ہے۔ اب مقتول کے وارثوں نے عمرؓ کے خلاف قصاص کا دعوی کر دیا، لیکن اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرما کر عمرؓ کے فیصلے کو درست قرار دیا۔

وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ

اوراگر ہم انہیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرڈالو یا اپنے گھر چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے ہی ایسا کرتے ،

إِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ

اور اگر یہ اُس نصیحت پر کاربند ہوتے جو ان کو کی جاتی ہے تو ان کے حق میں بہتر اور (دین میں) زیادہ

تَثْبِيْتًا ﴿٦٦﴾ وَإِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٦٧﴾

ثابت قدمی کا موجب ہوتا ۔ اور ہم ان کو اپنے ہاں سے اجرِ عظیم بھی عطا فرماتے ۔

وَلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿٦٨﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ

اور سیدھا رستہ بھی دکھاتے ۔ اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) اُن لوگوں

مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ

کیساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید ۔

وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ

اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے

وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا

اور اللہ جاننے والا کافی ہے ۔مومنو! (جہاد کیلئے) ہتھیار لے لیا کرو پھر یا تو جماعت جماعت ہو کر نکلا کرو

ثُبَاتٍ أَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿٧١﴾ وَإِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ فَإِنْ أَصَابَتْكُمْ

یا سب اکٹھے کوچ کیا کرو ۔ اور تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے کہ (عمدًا) دیر لگاتا ہے پھر اگر تم پر کوئی

مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾

مصیبت پڑ جائے تو کہتا ہے کہ اللہ نے مجھ پر بڑی مہربانی کی کہ میں ان میں موجود نہ تھا

وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَأَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ
اور اگر اللہ تم پر فضل کرے تو اسی طرح سے کہ گویا تم میں اس میں دوستی تھی ہی نہیں (افسوس کرتا اور) کہتا ہے کہ کاش میں بھی

يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
ان کیساتھ ہوتا تو مقصدِ عظیم حاصل کرتا۔ تو جو لوگ آخرت (کو خریدتے اور اُس) کے بدلے دنیا کی زندگی کو بیچنا چاہتے ہیں

الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ
اُن کو چاہئیے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر شہید ہو جائے

أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ
یا غلبہ پائے تو ہم عنقریب اُس کو بڑا ثواب دیں گے ۔ اور تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی راہ میں

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ
اور اُن بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے ۔

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا
جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں اس شہر سے، جس کے رہنے والے ظالم ہیں، نکال کر کہیں اور لے جا

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾
اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما ۔

اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ
جو مومن ہیں وہ تو اللہ کیلئے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ بتوں کیلئے لڑتے ہیں

الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْا أَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾
سو تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو (اور ڈرو مت) کیونکہ شیطان کا داؤ کمزور ہوتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

بھلاتم نے اُن لوگوں کونہیں دیکھا جن کو (پہلے یہ) حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رہو[۱۳] اور نماز پڑھتے

مسئلہ رفع الیدین۔

[۱۳] اس آیت کریمہ کا تفسیر تمام مفسرین نے یہ کیا ہے کہ کف الید سے مراد یہاں جنگ سے روکنا ہے اور اس کا تائید اسی سورۃ کا [۹۱] آیت ہے جبکہ مستدرک [۳۰۷/۲] اور نسائی نے [مجتبیٰ: ۲/۶، کبریٰ: ۲۶۵/۴] میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا واقعہ سبب نزول نقل فرمایا ہے، جو کہ اس تفسیر کو مزید تقویت دیتا ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور آپ کے ساتھی مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے ہیں، اور کہتے ہیں اے نبی اللہ! ہم کفر کی حالت میں ذی عزت تھے، آج اسلام کی حالت میں ذلیل سمجھے جانے لگے (مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ کی حکم برداری ضروری ہے، اور آپ ﷺ مقابلہ سے منع کرتے ہیں، جس سے کفار کی جرأت بڑھ گئی ہے، اور وہ ہمیں ذلیل کرنے لگے ہیں، تو آپ ﷺ ہمیں مقابلہ کی اجازت کیوں نہ دیں) لیکن آپ ﷺ نے جواب دیا مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ ہم درگزر کریں، خبردار کافروں سے جنگ نہ کرنا۔ پھر مدینہ کی ہجرت ہوئی اور یہاں جہاد کے احکام نازل ہوئے، تو لوگ رکنے لگے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن کثیر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بعض مفسرین نے منافقوں کا ذکر کیا ہے تفصیل کے لئے مواہب الرحمٰن، کبیر اور روح المعانی دیکھیں، حاصل یہ ہے کہ کسی بھی تفسیر نے ''کف الید'' سے عدم رفع الیدین کے لئے استدلال نہیں کیا، مگر بعض متعصّب مقلدین اس آیت سے عدم رفع الیدین کے لئے استدلال کرتے ہیں، قاضی عیاض نے اکمال المعلم: [۳۴۴/۲]، محمد بن خلیفۃ الأبّی نے اکمال اکمال المعلم: [۳۲۲/۲] میں اور محمد بن یوسف السنوسی نے مکمل اکمال الاکمال [۳۲۲/۲] میں لکھا ہے کہ: **وقد ذکر ابن القصار هٰذا الحدیث حجة فی النهی عن رفع الایدی فی الصلاة علیٰ روایة المنع من ذالک جملة، وذکر ان فی ذالک نزلت هٰذه الایة، والمفسرون فی سبب نزول الآیة علیٰ غیر هذا.** حاصل یہ ہے کہ ابن قصار نے جمھور مفسرین سے خلاف کرتے ہوئے اس آیت سے عدم رفع الیدین کے لئے استدلال کیا ہے، ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ اس صاحب کو منہ توڑ جواب دیں۔ مذکورہ حوالہ جات سے یہ معلوم ہوا کہ بعض متعصبین اس آیت کی طرح ایک حدیث سے جو کہ

جابر بن سمرہؓ سے منقول ہے، سے عدم رفع الیدین کے لئے استدلال کرتے ہیں، تو ہم دونوں مستدلات سے یکجا جواب دیتے ہیں، وہ حدیث یہ ہے ,,عن جابر بن سمرةؓ قال خرج علینا رسول الله ﷺ فقال: مالی اراکم رافعی ایدیکم ، کأنها اذناب خیل شمس، اسکنوا فی الصلاة:[مسلم : ۱/۱۸۱ ،رقم ۴۳۰، ۱۲۱] یعنی رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، اور فرمایا، میں تمہیں ہاتھ اٹھائے ہوئے اس طرح دیکھتا ہوں جیسے شریر گھوڑوں کی دمیں ہوتی ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔ تو اس حدیث سے پہلا جواب وہ ہے، جو کہ آیت سے ہم نے کیا، جیسا کہ آیت کا وہ معنیٰ نہیں تھا، اور قرآن کریم نے خود اس کا وضاحت کیا، اسی طرح یہ حدیث خود بخود بیناؤں کے لئے وضاحت کرتا ہے، یہ حدیث امام مسلم نے ؛رقم ۱۲۱، ۴۳۰ ، پر درج ذیل طریقہ سے نقل کیا ہے۔ جابرؓ فرماتا ہے، ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے ،تو ختم نماز پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا، تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے؟ تم اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرتے ہو، جیسے شریر گھوڑوں کی دمیں ہوتی ہیں۔ تم میں سے جب کوئی نماز پڑھے تو اپنے بھائی کی طرف منہ کر کے صرف زبان سے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہے، اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔ تو اس سے خود بخود معنیٰ حدیث ظاہر ہوئی۔ لہٰذا اس حدیث کے ساتھ استدلال بالکلیہ مردود ہے یہی جواب امام بخاری جزء رفع الیدین :ص:۱۰۰، میں بیان فرماتا ہے۔

بعض لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ حقیقت میں یہ حدیثیں دو ہیں، ایک تو مذکورہ ہے، جس میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، الحدیث۔ جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ ہم نماز میں مشغول تھے، اور رسول اللہ ﷺ نکل آئے، جسکے الفاظ ایسے ہیں، دخل رسول الله ﷺ ،وفی روایة خرج علینا رسول الله ﷺ ۔اور ساتھ ساتھ یہ دھوکہ بھی دیتے ہیں، کہ اس حدیث کا حوالہ مسند احمد پر دیتے ہیں، حالانکہ یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، نسائی، جبکہ ان کے امام ،امام طحاوی نے بھی نقل کیا ہے۔ یہ دجل اس لئے کرتے ہیں، کہ امام مسلم اور امام ابوداؤد اور امام نسائی نے ان دونوں احادیثوں کو ایک ہی باب میں نقل کئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں احادیث کے الفاظ میں اگر چہ فرق ہے لیکن معنیٰ ایک ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس حدیث کا تعلق بوقت سلام رفع الیدین سے ہے، اس لئے کہ امام مسلم نے ان حدیثوں پر باب باندھا ہے: باب الامر بالسکون فی الصلاة، والنهی عن الاشارة بالید ،ووضعها عند السلام. اور ابوداؤد نے لکھا ہے، باب فی السلام، امام نسائی نے سنن کبریٰ :۲/۳۳، میں لکھا ہے، السلام بالاید ی فی الصلاة، اور اسی طرح مجتبیٰ :۳/۴، میں اور امام طحاوی نے اس روایۃ کو مشکل الاثار :۱۵/۱۶۸، میں، باب النبی ﷺ حامل امامةؓ فی

الصلاۃ اور معانی الاثار : ۵۸۷/۱ :باب الاشارۃ فی الصلاۃ، میں نقل کیا ہے، جبکہ اس باب میں لکھتا ہے:

فلما امر رسول اللہ ﷺ بالسکو ن فی الصلاۃ، و کا ن رد السلام بالاشار ۃفیه خرو ج من ذالک ، الخ ،اور ایسی عبارت مشکل الاثار میں بھی لکھا ہے۔امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں اس حدیث پر ایسا عنوان لکھا ہے :بـا ب کـراھت الاماء بالید عندالتسلیم ، جبکہ حنفیوں کے امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ نے کتاب الحجۃ :۱۴۳/۱، میں اس حدیث پر ایسا عنوان ذکر کیا ہے :باب التشھدو السلام علیٰ النبی ﷺ ،اور علی المتقی نے کنز العمال :۳۴۰/۷، میں لکھا ہے،باب منع الاشارۃ بالید وقت الصلاۃ ،ان علماء کے عنوانات سے یہ واضح ہوا کہ حدیث کا معنیٰ کیا ہے۔ اور امام نووی شرح مہذب :۴۳۰/۳، میں ایسوں کے متعلق فرماتا ہے ,,و اما حدیث جابربن سمرۃؓ فاحتجاجھم من اعجب الاشیاء، واقبح انوا ع الجھالة بالسنة ،لان الحدیث لم یر د فی رفع الایدی فی الرکو ع والرفع منه، ولکنھم کانو یرفعون ایدیھم فی حالة السلام من الصلاۃ، ویشیرون بھا الیٰ الجانبین، یریدون بذالک السلام علی من عن الجانبین ،وھذاالاخلاف فیه بین اھل الحدیث ومن له ادنیٰ اختلا ط بالحدیث ۔اور ابن حبان اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد دوسرا عنوان لکھتا ہے،بـاب ذکـر الخبر المقتضی للفظةالمختصرۃالتی تقد م ذکرنالھا بأن القوم انما امروا بالسکون فی الصلاۃ عند الاشارۃ بالتسلیم دون رفع الیدین عند الرکو ع . بطور، ارخاء العنان ،اگر یہ آیت اور حدیث عدم رفع الیدین پر دلیل ہے،تو ہم عند الرکوع اور رکعتین سے اٹھنے کے وقت نہیں کرینگے،لیکن متدلین کو چاہیئے کہ وہ تکبیر تحریمہ، وتر،اور عیدین میں نہ کریں،اگر مذکورہ رفع الیدین اس حدیث کے ساتھ منسوخ ہے،تو درج بالا تینوں رفع الیدین بطریق اولیٰ ممنوع ،منسوخ ہیں۔جو ان کا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہوگا،اگر ان مواضع کی تخصیص دوسرے احادیث کے ساتھ ہیں تو رکوع والے رفع الیدین کی تخصیص بھی متواتر احادیث کے ساتھ ہے۔

ان میں بعض کہتے ہیں کہ ہم لفظ ’’اسکنوا فی الصلاۃ‘‘ سے استدلال کرتے ہیں، کہ نماز میں اصل سکون اور حرکات نہ کرنا ہے،تو اس کا بھی جواب وہی ہے،مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ رکوع ،سجود،اور قعدے بھی نہ کریں،اس لئے کہ امر مطلق ہے۔اور اُبی وسنوسی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ وھی التی لاتستقر عند النخس وتشیر بذنبھا الی الیمین والشمال ،اور یہی معنی امام ابوالعباس قرطبی نے مفھم میں بھی کیا ہے،جبکہ اس حدیث کی بعض طرق میں ہے۔یمنا وشمالا[مسلم وبزار:۲۰۴/۱۰]۔اور مبارکپوری شرح مسلم میں لکھتا ہے،لو کان فیه الانکار علیٰ رفع الیدین

قبل الرکوع وبعده، لکان فیه تقبیح بعد تشریع بلاتقدیم النهی، وھو غیر معقول ۔مذکورہ تفصیل سے واضح ہوا کہ اس آیت کریمہ اور حدیث کا مسئلہ رفع الیدین سے دور کا تعلق بھی نہیں، مسئلہ مذکورہ اگرچہ علماء کرام کے درمیان اختلافی ہے لیکن اثبات رفع الیدین کی متعلق جو روایات ہیں، وہ زیادہ، اصح اور قوی ہیں، جبکہ اس کے راوی بھی وہ صحابہ کرام ہیں جو کہ افقہ تھے، اس دعوی کی اثبات کے لئے ہم جانبین کے دلائل پیش کرتے ہیں، جبکہ نتیجہ آپ خود بخود اخذ کرینگے۔ پہلے ہم مثبتین کے روایات نقل کرتے ہیں۔ چونکہ اس باب میں عبداللہ بن عمرؓ کا روایت زیادہ پیش پیش ہے، اس لئے ہم اس کو اولا ذکر کرتے ہیں:

,,عن ابن عمرؓ ان رسول اللهﷺ کان یرفع یدیه حذو منکبیه اذا افتتح الصلوٰة، واذا کبر للرکوع، واذا رفع رأسه من الرکوع رفعهما، وقال سمع الله لمن حمده ربنا لک الحمد، وکان لایفعل ذالک فی السجود:[بخاری مع الفتح :٢/٢١٩، مسلم : ١/٢٩٣، ابوداؤد : ١/٢٧٦، ترمذی :٢/١٥٩، ابن ماجة :رقم :٨٥٨، سنن نسائی :٢/١٣١، مسند احمد :٨/١٤٥، وغیره]۔ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہﷺ جب نماز کو شروع کرتے، تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے، اسی طرح جب رکوع کی تکبیر کہتے، جب رکوع سے سر اٹھاتے، تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھاتے، اور سمع الله لمن حمده ربنالک الحمد کہتے، اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کرتے تھے۔

ا۔ عبداللہ بن عمرؓ سے یہ روایت مختلف طرق سے نقل کی گئی ہے، مذکورہ سند سب سے زیادہ معتمد اور صحیح ہے۔بعض نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت مسند حمیدی میں اس طرح ہے,,حدثنا الحمیدی قال ثنا الزھری قال اخبرنی سالم بن عبد الله عن ابیه قال رأیت رسول الله ﷺاذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حذو منکبیه ،واذا اراد ان یر کع وبعد ما یرفع رأسه من الرکوع، فلایرفع ،ولا بین سجدتین۔

تو اس کا جواب یہ ہے، کہ اس نسخہ میں متنازعہ عبارت محرف ہے، اس لئے کہ یہ عبارت مسند حمیدی کے تمام قلمی نسخوں میں اسی طرح موجود نہیں، بلکہ کچھ یوں ہے کہ: رأیت رسول اللهﷺ اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حذو منکبیه، واذا اراد ان یرکع، وبعد ما یر فع رأسه من الرکوع ،ولایرفع بین السجدتین. یہ عبارت نسخہ ظاہریہ کی ہے، جس کو شک ہو تو مسند حمیدی کی قلمی نسخہ کا عکس (جامعہ کی مکتبہ) میں ملاحظہ فرمائیں، اور یہی نسخہ جس میں مذکورہ بالا عبارت ہے اس کے محقق حبیب الرحمان اعظمی نے خود بعض مقامات پر اعتراف کیا ہے، کہ اس نسخہ میں تحریفات ہیں۔اور خود یہ سند بھی آپ

ملاحظہ کیجئے کہ اس میں حمیدی نے یہ حدیث زہری سے نقل کیا ہے اور دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے، جو جواب یہ لوگ کرتے ہیں وہی ہمارا جواب ہے۔اور کتاب المستخرج لابی نعیم الاصبھانی : ۱۲/۲ ، میں اسی سند کے ساتھ یہ روایت منقول ہے، جو کہ نسخہ ظاہر یہ کی موافق ہے، اور اسی طرح مسند ابی عوانہ میں بھی یہ روایت محرف اور غلط پیش کیا ہے کہ:قال رأیت رسول اللہ ﷺ اذاافتتح الصلاۃ رفع یدیہ حتیٰ یحاذی بھما،وقال بعضھم :حذو منکبیہ، واذا ارادأن یرکع ،وبعد مایرفع رأسہ من الرکوع لایرفعھما:[۲/ ۹۹] ۔اس نسخہ سے حرف واو گرائی گئی ہے،اس لئے کہ مسند ابی عوانۃ کے قلمی نسخوں میں موجود ہے،جبکہ ابوعوانہ نے اس حدیث پر جو عنوان لکھا ہے وہ بھی اسی پر شاہد ہے کہ:بیان رفع الیدین فی افتتاح الصلوٰۃ قبل التکبیر بحذاء منکبیہ، وللرکوع، ولرفع رأسہ من الرکوع، وانہ لایرفع بین السجدتین ۔

دیگر جواب یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کے پہلے علماء مثلاً امام طحاوی، زیلعی ،وغیرہ نے عدم رفع الیدین کے حق میں یہ روایت پیش نہیں کیا۔

بعض یہ روایت پیش کرتے ہیں جو کہ مدونۃ الکبری:۶۹/۱، میں ابن عمرؓ سے منقول ہے:ابن وھب عن مالک بن انسؒ عن ابن شھاب عن سالم بن عبداللہ عن ابیہ ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح التکبیر للصلاۃ ۔عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رفع الیدین اپنے کاندھوں کے برابر اس وقت کرتے تھے جب نماز شروع کرتے تھے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مختصر ہے،اس میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کا ذکر نہیں ۔جبکہ یہی روایت امام مالکؒ نے مؤطا:۱۳۳،رقم ۵۹، پر نقل کیا ہے، اور التمہید :۲۱۰/۹، میں بھی اسی طرح ہے۔جبکہ عدم ذکر نفی ذکر (عدم وجود) کے لئے مستلزم نہیں ہوتا۔

بعض یہ روایت نقل کرتے ہیں:۔عن عبداللہ بن عون الخراز ثنا مالک عن الزھری عن سالم عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ کان یرفع یدیہ اذاافتتح الصلوٰۃ ثم لایعود ۔عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ رفع الیدین اس وقت کرتے تھے، جب نماز شروع کرتے ، پھر رفع الیدین کرنے کے لئے نہ لوٹتے تھے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کے ساتھ استدلال کرنا باطل ومردود ہے، جیسے کہ امام ابو محمد عبداللہ بن یوسف الزیلعی نصب الرایہ:[۴۷۹/۱] میںؒ فرماتے ہیں:ھذاباطل موضوع ،ولایجوزان یذکر الا علی سبیل

القـدح، فـقـد روينـا بـالاسـانيـد الصحيحة عن مالک بخلاف هذا، ولم يذكر الدارقطنى هذا فى غرائب حديث مالک۔

یہ (روایت) باطل، موضوع ہے، اس کا ذکر سوائے اسے برا کہنے کے جائز نہیں ہے، تحقیق یہ ہے کہ صحیح اسانید کے ساتھ امام مالکؒ سے اس کے خلاف (رفع الیدین) ہم تک روایت کیا گیا ہے۔اور مختصر الخلافیات: [۳۸۵/۱] میں ابن ابی لیلیٰ سے ابن عمر کی یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ,,ابـن ابـی لیلیٰ عن نافع عن ابن عمرؓ (رفعه قال) ترفع الایدی فی سبعة مواطن، عندافتتاح الصلاة ،واستقبال البیت، والصفا والمروة، والوقفین، والجمرتین۔

رفع الیدین سات مقامات پر کیا جا تا ہے ابتداء نماز کے وقت، بیت اللہ کی زیارت کے وقت، صفا اور مروہ پہاڑی پر قیام کے وقت، وقوف عرفہ اور مزدلفہ کے وقت، رمی الجمار کے وقت۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے اس کی سند میں ابن ابی لیلیٰ ہے، جس کے متعلق مختصر الخلافیات: [۳۸۶/۱] میں امام حاکم سے نقل کرتا ہے، تـفـرد ابـن ابـی لیلـیٰ بروایته، وقد اتفق اهل الحدیث علی ترک الاحتجاج بروایته، مزید تفصیل حدیث ابن عباسؓ میں آئیگا۔

بعض لوگ ایک روایت کتاب اخبار الفقہاء والمحد ثین سے نقل کرتے ہیں، اس کتاب کے :ص: ۲۱۴ : میں عثمان بن سوادۃ کے متعلق لکھتا ہے کہ ,,وکـان یـحـدث بـحـدیـث رواه مسـنـد ا فـی رفع الیدین،وهو من غـرائـب الـحـدیـث، واراه مـن شـواذهـا ،حـدثـنی عثمان بن محمد قال قال لی عبیدالله بن یحیٰ ،حـدثـنـی عثـمان بن سـوادة ابن عباد عن حفص بن میسرة عن زید بن اسلم عن عبدالله بن عمرؓ قـال کـنا مع رسول الله ﷺ بمکة، نرفع ایدینا فی بدأ الصـــلاة،وفی داخل الصلاة عند الرکوع ، فـلـمـا هـاجر النبیﷺ الی المدینة ترک رفع الیدین فی داخل الصلاة عند الرکوع، وثبت علیٰ رفع الیدین فی بدء الصلاة .الخ.

ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھے، تو ہم رفع الیدین کرتے تھے نماز کی ابتداء میں، اور نماز کے اندر رکوع کے وقت، اور جب نبی ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، تو نبی ﷺ نے نماز کے اندر رکوع والا رفع الیدین چھوڑ دیا، اور ابتداء کی رفع الیدین پر آپ ﷺ ثابت رہے، حتی کہ آپ ﷺ وفات پائے۔اس حدیث کا جواب خود اس کتاب میں موجود ہے، لیکن عربی میں ایک مثال مشہور ہے کہ " صـاحـب الـغرض مجنون "اور پشتو میں بھی ایک مثال ہے کہ: صاحب غرض اندھا ہوتا ہے، یعنی اس کتاب والے نے لکھا ہے کہ یہ غریب حدیثوں میں سے ہے،

اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ شاذ روایتوں میں سے ہے، مزید تفصیل کے لئے ماہنامہ الحدیث نمبر[۱۱] ملاحظہ کیجئے۔

ایک روایت مجاہد سے منقول ہے کہ ,, **ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد قال صلیت خلف ابن عمرؓ فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولیٰ من الصلوٰة** ،، کہ میں نے ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی، تو وہ صرف تکبیر اولیٰ میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے، کہ امام بخاری نے اس حدیث کے متعلق یحیٰ بن معین کا قول نقل کیا ہے کہ: **حدیث ابی بکر عن حصین انما هو توهم لا اصل له** ۔یعنی ابوبکر کی حصین سے روایت اس کا وہم ہے اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے ۔بعض علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کا مرکزی کردار ابوبکر بن عیاش ہے، اور وہ متکلم فیہ ہے، جبکہ خود نصب الرایہ :۱/۴۰۹، میں یہ تصریح موجود ہے، کہ ابوبکر بن عیاش آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے ۔یہ روایت محمد بن الحسن نے مؤطا:۹۲، میں نقل کیا ہے اس سند سے ,,**اخبرنا محمدبن ابان بن صالح عن عبد العزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمرؓ یرفع یدیه حذاء اذنیه فی اول تکبیرة افتتاح الصلوٰة، ولم یرفعهمافیما سوی ذالک**۔

تو اس میں محمد بن ابان راوی ہے جو کہ باتفاق علماء ضعیف ہے ۔جبکہ امام بخاری اس روایت سے جوابات کرتے ہوئے یہ بھی نقل کرتا ہے، کہ مجاہد خود رفع الیدین کرتے تھے، اب احناف اپنی قاعدہ کو یاد رکھیں۔

عبداللہ بن عمرؓ سے ایک روایت مشہور ہے کہ آپؓ جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور بعد، رفع الیدین نہیں کرتا تو اسے کنکریوں سے مارتے تھے ۔یہ روایت مسند حمیدی:۲/۲۷۷، میں نقل ہے کہ ,, **حدثنا الحمیدی قال ثنا الولید بن مسلم قال سمعت زید بن واقد یحدث عن نافع، ان عبدالله بن عمرؓ کان اذاابصر رجلا یصلی لایرفع یدیه کلما خفض ورفع ،حصبه حتی یرفع یدیه**،، اس کو امام بخاری نے جزء رفع الیدین:[۵۳] میں اور ابن عبد البر نے تمہید :[۹/۲۲۴] میں اور مسائل امام احمد (روایت عبداللہ)[۷۰] میں اور دارقطنی نے :[۱/۲۸۹] میں اور حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث :۲۱۸، میں اور سہمی نے تاریخ جرجان :[۴۳۳] میں نقل کیا ہے ۔اب ناظرین خود سوچیں کہ عبداللہ بن عمرؓ سے کونسی روایت صحیح ہے۔

(۲) روایت مالک بن حویرثؓ:۔**عن ابی قلابة انه رأی مالک ابن حویرثؓ اذا صلی کبر ورفع یدیه ، واذا راد ان یرکع رفع یدیه، واذا رفع رأسه من الرکوع رفع یدیه ،وحدث ان رسول الله ﷺ صنع هٰکذا**۔[صحیح البخاری:۱/۱۰۲، مسلم:۱/۲۹۳، ترمذی مع التحفہ :۲/۱۱۰۔ابوداؤد:۱/۲۸۵، نسائی:۲/۱۸۲، ۱۹۴، ابن ماجۃ:

۱/۴٦۵، مسند احمد:۲۴/۱٦٦] ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ مالک بن حویرثؓ جب نماز پڑھتے، تو تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے، اور جب رکوع کرتے تو رفع الیدین کرتے، اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے، اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔

(۳) روایت وائل بن حجرؓ:۔عن وائل بن حجرؓ انه رای النبیﷺ رفع یدیه حین دخل فی الصلوٰة کبّر، وصف همام حیال اذنیه، ثم التحف بثوبه، ثم وضع یده الیمنی علی الیسری، فلما اراد ان یرکع اخرج یدیه من الثوب، ثم رفعهما، ثم کبر فرکع، فلما قال سمع الله لمن حمده رفع یدیه، فلما سجد سجد بین کفیه. مسلم:رقم: ۴/۴۰۱،[ابو داؤد: ۱/۲۷٦، سنن نسائی: ۲/۱۲٦، سنن کبری مع الجوهر النقی: ۲/۱۷، معرفة السنن والاثار: ۱/۵۴۳، مصنف ابن ابی شیبة: ۱/۲۳۵، دار قطنی: ۱/۳۹۳، جزء رفع الیدین: ص: ۲۰، ۸۳، ۱۴۵، التمهید لابن عبد البر: ۹/۲۲۷]. وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نماز میں داخل ہوئے جب تکبیر کہی رفع الیدین کیا، ہمام نے کانوں تک بیان کیا، پھر کپڑا لپیٹ لیا، اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ دیا، اور جب رکوع کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں ہاتھ کپڑے سے نکالے اور رفع الیدین کیا، پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا، اور سمع الله لمن حمده کہا، (یعنی رکوع سے کھڑے ہوئے) تو رفع الیدین کیا، پس جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔

اس روایت کے بارے میں مسند امام اعظم نے یہ اعتراض کیا ہے کہ: ,,وفی روایة، ذکر عنده وائل حجرؓ انه رای النبی ﷺ رفع یدیه عند الرکوع، وعند السجود، فقال هو اعرابی، لایعرف الاسلام، لم یصل مع النبی الا صلوٰة واحدة۔ یعنی اس حدیث پر ان کے دو اعتراض ہیں (۱) وائلؓ اعرابی یعنی بدو تھے (۲) انہوں نے نبی ﷺ کو صرف ایک مرتبہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کے جواب میں ہم ان کے مختصر احوال ذکر کرتے ہیں۔ آپ یمن کے عظماء میں سے تھے، اور بادشاہوں کی اولادوں میں سے تھے، رسول اللہ ﷺ نے آپ کے آنے سے تین دن پہلے آپ کی بشارت دی تھی، ۹ھ میں جو وفود نبی ﷺ کے پاس آئے تھے، ان میں وائلؓ کی آمد کا ذکر ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ: ۵/۷۱، میں کیا ہے، اس سے اگلے سال یعنی [۱۰] ہجری میں آپ دوبارہ آئے تھے، صحیح ابن حبان: [۳/۱٦۸] باقی صحابہ کرامؓ کا مقام بہت بلند ہے، اور کسی کی دفاع کا محتاج نہیں۔

(۴) روایت ابی حمید الساعدیؓ:۔قال عبد الحمید بن جعفر حدثنا محمد بن عمرو بن عطاء قال

سمعت اباحمید الساعدیؓ فی عشرة من اصحاب النبی ﷺ ،فیھم ابو قتادةؓ ،فقال ابو حمید انی اعلمکم بصلاة رسول اللہ ﷺ، قالوا لم ؟فو اللہ ماکنت اکثرلہ تبعا ولا اقدمنا لہ صحبة ؟قال بلی، قالوا فاعرض، قال کان رسول اللہ ﷺ اذا قام الیٰ الصلوٰة کبّر، ثم رفع یدیہ حتیٰ یحاذی بھما منکبیہ ،ویقیم کل عظم فی موضعہ ،ثم یقرأ ،ثم یرفع یدیہ حتیٰ یحاذی بھما منکبیہ، ثم یرکع ویضع راحتیہ علیٰ رکبتیہ ،معتدلا لایصوّب رأسہ، ولایقنع بہ (ثم یرفع رأسہ فیہ)یقول سمع اللہ لمن حمدہ، ویرفع یدیہ حتیٰ یحاذی بھما منکبیہ (قال زبیر :فذکر الحدیث ثم قال)ثم اذا قام من الرکعتین رفع یدیہ حتیٰ یحاذی بھما منکبیہ ،کما صنع عند افتتاح الصلوٰة (قال زبیر :ثم ذکر الحدیث وفیہ)فقالوا صدقت، ھٰکذا کان یصلی النبی ﷺ :[ابو داؤد: ۱/ ۲۷۸ ،سنن الترمذی : ۱/ ۶۷ ،سنن الکبریٰ للبیھقی مع الجوھر النقی : ۲/ ۷۲،معرفة السنن والاثار : ۱/ ۵۴۴ ،مصنف ابن ابی شیبة: ۱/ ۲۳۵ ،جزء رفع الیدین :۳۷]۔

عبدالحمید بن جعفر نے کہا میں نے محمد بن عمرو بن عطاء سے سنا،اس نے کہا: میں نے ابوحمید الساعدی سے دس صحابہ کرامؓ میں سنا جن میں ابوقتادہؓ بھی تھے ،ابوحمید الساعدیؓ نے کہا ،میں تم میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں ۔انھوں نے کہا: آپ نہ تو ہم سے پہلے مسلمان ہوئے ،نہ ہم سے زیادہ آپ ﷺ کی صحبت اختیار کی ہے (اور نہ ہم سے زیادہ ان کی اتباع کی ہے)ابوحمید نے کہا: یہ بات ٹھیک ہے،تو انھوں نے کہا،اچھا پھر پیش کریں،ابوحمیدؓ نے فرمایا جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے ،اوراپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے ،اور ہر جوڑ اپنی جگہ پر ٹھہر جاتی ،پھر قرأت کرتے ،پھر اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے ،پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے ،رکوع میں نہ سر اونچا رکھتے نہ نیچا، پھر سر اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ،اوردونوں ہاتھ کندہوں تک اٹھاتے ۔۔۔۔پھر جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے ،تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھاتے ،دس کے دس صحابہ کرامؓ نے کہا سچ ہے نبی ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔

(۵) روایت علیؓ:۔قال سلیمان بن داؤد الھاشمی اخبرنا عبدالرحمٰن بن ابی الزناد عن موسیٰ بن عقبة عن عبداللہ بن الفضل الھاشمی اخبرنا عبدالرحمٰن الاعرج عن عبیداللہ ابن ابی رافع عن علی ابن ابی طالبؓ عن النبی ﷺ انہ کان اذا قام الی الصلوٰة المکتوبة کبّر، ورفع یدیہ حذو منکبیہ،

ویصنع مثل ذالک اذا قضیٰ قراته، واراد ان یرکع ،ویصنعه اذا رفع من الرکوع ،ولایرفع یدیه فی شیء من صلاته وهو قاعد ،واذا قام من السجدتین رفع یدیه کذالک وکبر :[ابوداؤد : ۱/ ۲۸۵ ،ترمذی مع التحفة: ۹/ ۳۵۳. وقال الترمذی بعدنقل هذاالحدیث بطوله ...هذا عندنا مثل حدیث الزهری عن سالم عن ابیه:۳۵۵/۹،بخاری فی رفع الیدین:۳۹،والسنن الکبریٰ:۲/۷۴،۶۷، معرفة السنن :۵۴۶/۱،ابن ماجۃ :۴۶۸/۱،سنن کبری :۲/۷۴،الاوسط لابن المنذر :۳/۱۳۷،دارقطنی :۳۹۰/۱،جزء رفع الیدین:۴۲،مسنداحمد:۱۲۳/۲]۔

جبکہ ابن ابی حاتم نے علیؓ سے نقل کیا ہے کہ فرشتے بھی رفع الیدین کرتے ہیں:حدثنا وهب بن ابراهیم حدثنااسرائیل بن حاتم المروزی حدثنامقاتل بن حبان عن الاصبغ بن نباته عن علی بن ابی طالبؓ قال لمانزلت هذه السورة علی النبی ﷺ،﴿انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر﴾قال رسول الله ﷺ یاجبرئیل ماهذه النحیرة التی امرنی بهاربی؟فقال لیست بنحیرة، ولکنه یأمرک اذا تحرمت للصلوٰة ارفع یدیک، اذاکبرت واذارکعت واذارفعت رأسک من الرکوع واذا سجدت فانها صلوتنا وصلوٰة الملائکة الذین فی السمٰوٰت السبع، وان لکل شیء زینة وزینت الصلوٰة رفع الیدین عندکل تکبیرة .تفسیرابن ابی حاتم: ۱۰/ ۳۴۷۰،مستدرک:۳/ ۳۹، بیهقی فی السنن الکبری: ۲/ ۵ ،المعجم لابن الاعرابی: ۲/ ۴۹۹ ۔علیؓ کہتے ہیں: کہ جب سورۂ کوثر اتری تو نبی کریم ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ ''وانحر'' سے کیا مراد ہے؟ توانہوں نے کہا: اللہ تعالی تمہیں حکم فرماتے ہیں کہ جب تو نماز شروع کریں تو رفع یدین کر،اور جب رکوع کرے تو بھی،اور جب رکوع سے اٹھے تو بھی، یہی ہماری نماز ہے اور ساتوں اسمانوں کے فرشتوں کی بھی یہی نماز ہے۔

علیؓ سے ایک موقوف روایت منقول ہے جو کہ امام طحاوی نے:۱۳۲/۱،اور جزء رفع الیدین :۴۴،اور موطا:۹۰، میں نقل کی ہے کہ :حدثنا ابو بکر النهشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیه ان علیاؓ کان یرفع یده فی اول تکبیرة من الصلوٰة ثم لایرفع بعد .

تو اس کا جواب یہ ہے کہ علیؓ سے روایت رفع بسند صحیح گذر چکی ہے، احناف اس کے خلاف انکا یہ عمل پیش کیا کرتے ہیں، حالانکہ اسکی سند میں عاصم ہے جو منفرد ہے، اور وہ تفرد کی حالت میں حجت نہیں، جیسے امام ابن المدینی

کا قول اس کے بارے میں مشھور ہے، اور حنفیہ کو بھی یہ تسلیم ہے، اور ثقہ ہونا انکے قول کے منافی نہیں، امام بخاری جزء رفع الیدین میں فرماتے ہیں ،قال عبدالرحمٰن ابن مهدی ذکرت للثوری حدیث النهشلی عن عاصم بن کلیب فانکره . میزان میں ہے کان من العباد الاولیاء ،لکنه مرجئیی وثقه یحی بن معین وغیره، وقال ابن المدینی لایحتج بماانفرد به : اسی وجہ سے تخریج میں زیلعی نے امام دارمی کا قول نقل کیا ہے:وماروی عن علی بخلاف ذالک فطرقه واهیة :یعنی حدیث رفع الیدین کے ماسوا جو کچھ علیؓ سے مروی ہے اس کے جملہ طرق کمزور ہیں۔

(٦) روایت ابی ہریرۃؓ: .قال ابوداود حدثنا عبد الملک بن شعیب بن اللیث حدثنی ابی عن جدی عن یحیٰ عن عبد الملک عن ابن شهاب عن ابی بکر بن عبدالرحمٰن عن ابی هریرةؓ انه قال کان رسو ل اللهﷺ اذاکبّر للصلاة جعل یدیه حذو منکبیه، واذا رکع فعل مثل ذالک، واذا رفع للسجود فعل مثل ذالک، واذاقام من الرکعتین فعل مثل ذالک :ابوداؤد : ۱/ ۲۸۲،صحیح ابن خزیمه: ۱/ ۳۴۴ ،وهو ایضا فی حدیث ابی حمیدالساعدی :ابوداؤد : ۱/ ۲۷۸،جزء رفع الیدین :۶۳، ۱۳۴،التمهید لابن عبد البر : ۹/ ۲۱۷ ۔ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ جب نماز کے لئے تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے برابر کرتے ،اور جب رکوع کرتے تو اسی طرح کرتے ،اور جب سجدوں کے لئے کھڑے ہوتے تو اسی طرح کرتے ،اور جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اسی طرح کرتے تھے۔

ابو ہریرۃؓ سے یہ روایت ابن الاعرابی نے اسطرح نقل کیا ہے:نامحمد بن عصمة نا سوار بن عمارة نا ردیح بن عطیة عن ابی زرعة بن ابی عبدالجبار بن معج قال رأیت اباهریرةؓ فقال لاصلینّ بکم صلاة رسول الله ﷺ، لاازید فیها ولاانقص فاقسم بالله،ان کانت هی صلاته حتی فارق الدنیا ، قال فقمت عن یمینه لانظر کیف یصنع ،فابتدأ فکبر ورفع یدیه ،ثم رکع فکبرورفع یدیه ،ثم سجد، ثم کبر ،ثم سجد ،وکبر ،حتی فرغ من صلاته، قال اقسم باللهان کانت لهی صلاته حتی فارق الدنیا:۱/ ۷۹ ، المعجم.

کہ میں ضرور آپ کو رسول اللہﷺ کی نماز پڑھاؤں گا۔اس میں نہ زیادت کروں گا اور نہ کمی۔پس انھوں نے اللہ کی قسم اٹھا کر کہا، کہ آپﷺ کی یہی نماز تھی ،حتی کہ آپﷺ دنیا سے تشریف لے گئے ۔راوی نے کہا:پس میں آپ کی دائیں طرف کھڑا ہو گیا، تا کہ دیکھوں کہ آپ کیا کرتے ہیں ۔پس انہوں نے نماز کی ابتدا کی ۔اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں

ہاتھ اٹھائے پھر رکوع کیا۔ پس (رکوع کے بعد) آپ نے اللہ اکبر کہا، اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے پھر سجدہ کیا۔ پھر اللہ اکبر کہا، اور پھر سجدہ کیا، اور اللہ اکبر کہا حتی کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ ابو ہریرۃؓ نے فرمایا میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ آپ ﷺ کی یہی نماز تھی حتی کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

امام طبرانی نے مسند الشامیین: ۳۵/۲، میں اس الفاظ سے نقل کرتے ہیں: **حدثنا حصین بن وهب الارسوفی ثنا زکریا الارسوفی ثنا عباد بن الخواص ثنا ابوزرعة یحی بن ابی عمروالسیبانی عن ابی عبد الجبار ''واسمه عبدالله'' عن ابی هریرةؓ قال: لاصلینّ بکم صلوٰة رسول اللهﷺ، ان استطعت لم ازد ولم انقص ،فکبّر فرکع فلم یطل ولم یقصر، ثم رفع رأسه فشهر بیدیه ثم کبر فسجد،،**

ابو ہریرۃؓ نے کہا میں ضرور رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر بتاؤں گا، حتی الوسع اس میں نہ زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ پس انھوں نے اللہ اکبر کہا، اور رفع الیدین کیا، پس آپ نے رکوع کیا نہ یہ رکوع لمبا تھا اور نہ ہلکا۔ پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا اور رفع یدین کیا۔ پھر اللہ اکبر کہا (پھر اس کے بعد) سجدہ کیا۔

ابو ہریرۃؓ سے بعض متعصبین ایک روایت نقل کرتے ہیں جو کہ ابن الجوزی نے کتاب التحقیق: ۳۳۱/۱ (مع شرح ابن عبدالھادی) میں نقل کیا ہے کہ۔ **حدثت عن محمد بن نصر قال انبأناعلی بن محمد بن عبدالحمید قال حدثنا ابوبکر محمدبن علی بن بلال حدثناعبیدالرحمٰن بن علی بن محمد الفقیه قال حدثنی ابی قال حدثنا المأمون بن احمد السلمی حدثنا المسیب بن واضح عن ابن المبارک عن یونس عن الزهری عن سعید عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ قال من رفع یدیه فی الصلاة فلاصلاة له ،،** یہ روایت ابن جوزی نے موضوعات: ۹۷/۲، میں بھی نقل کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اسکی سند میں جو مأمون بن احمد ہے، تو یہ کذّاب تھا، اور ابن حبان سے نقل کرتا ہے کہ: **کان دجالا من الدجالین** جبکہ یہی عبارت صاحب نصب الرایہ نے: [۴۷۹/۱] میں بھی ذکر کیا ہے۔

(۷) روایت ابوموسیٰ الاشعریؓ: **عن ابی موسی الاشعریؓ قال هل اریکم صلوٰة رسول الله ﷺ، فکبّر ورفع یدیه ،ثم کبّر ورفع یدیه ،ثم کبر ورفع یدیه، ثم قال سمع الله لمن حمده، ثم رفع یدیه ،ثم قال هٰکذا فاصنعوا ،ولایرفع بین السجدتین:[سنن دار قطنی محقق: ۲۱۸/۱ ،الاوسط لابن المنذر :۱۳۸/۳ ،المحلی لابن حزم : ۵۹/۴ ۔**

ابوموسی الاشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ کو رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھاؤں؟ پس آپ نے اللہ اکبر کہہ کر رفع الیدین کیا، پھر (رکوع کے وقت) پر اللہ اکبر کہہ کر رفع الیدین کیا۔ پھر سمع الله لمن حمده کہہ کر رفع الیدین کیا، اور فرمایا کہ اس طرح کیا کرو۔ اور سجدہ میں رفع الیدین نہ کیا۔

(۸) روایت ابی بکرؓ:۔ عن عطاء بن ابی رباحؒ :قال صليت خلف عبدالله بن الزبيرؓ فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة، واذا ركع واذا رفع رأسه من الركوع، فسأله فقال عبدالله بن الزبيرؓ صليت خلف ابی بكرؓ فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ،واذا ركع واذا رفع رأسه من الركوع ،وقال ابوبكرؓ صليت خلف رسول الله ﷺ فكان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة، واذا ركع واذا رفع رأسه من الركوع. سنن الكبرى للبيهقى[۲/ ۷۳، ۷۴] .

عطاء بن ابی رباح نے کہا ہے کہ میں نے ابن الزبیرؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے، وہ نماز شروع کرتے وقت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے، میں نے ان سے پوچھا تو ابن الزبیرؓ نے کہا: میں نے ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے، وہ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے، آپ ﷺ نماز شروع کرتے وقت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔

(۹) روایت براء بن عازبؓ:۔ اخبرنا ابو عبدالله الحافظ حدثنا ابوبكر احمدبن اسحاق الفقيه انبأنا ابو مسلم ابراهيم بن عبدالله . ح،واخبرنا ابوسعيد المالينى انبانا ابو احمد بن عدى الحافظ حدثنا فضل بن الحباب قالا حدثنا ابراهيم بن بشار حدثنا سفيان حدثنا يزيد بن ابى زياد بمكة عن عبدالرحمٰن بن ابى ليلى عن البراء بن عازبؓ قال رأيت النبى ﷺ اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه،و اذا اراد ان يركع، واذا رفع رأسه من الركوع :[السنن الكبرىٰ مع الجوهر النقى : ۲/ ۷۷]۔ براء بن عازبؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کرتے، اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے۔

(۱۰) روایت جابر بن عبداللہؓ: حدثنامحمدبن يحى حدثنا ابوحذيفة حدثنا ابراهيم بن طهمان عن ابى الزبير عن جابربن عبداللهؓ كان اذاافتتح الصلوٰة رفع يديه، واذاركع واذارفع رأسه من الركوع فعل

مثل ذالک، ویقول رأیت رسول اللہ ﷺ فعل مثل ذالک، ورفع ابراھیم بن طھمان یدیہ الیٰ اذنیہ :[ابن ماجۃ : ۱/ ۲۶۹،جزء رفع الیدین : ۶۲،۱۳۵،التمھید لابن عبدالبر : ۹/ ۲۱۷]۔

جابرؓ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے تھے،اور کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے وہ بھی اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔

(۱۱) روایت سھل بن سعد الساعدیؓ:۔ان کی حدیث ابوحمید الساعدی کی حدیث میں گذر چکی ہے ابوداؤد : ۱/ ۲۷۸، ۲۸۰،سنن الکبری للبیھقی مع جوھر النقی : ۲/ ۷۳،معرفۃ السنن والاثار : ۱/ ۵۴۴،جزء رفع الیدین :۳۷،معجم ابن الاعرابی: ۲/ ۶۳۳، تاریخ دمشق : ۲۲/ ۲۴ وعند ابن الاعرابی عن ابی حازم قال رأیت سھل فی الف من اصحاب النبی ﷺ یرفع یدیہ فی کل خفض ورفع : ۲/ ۶۳۳،تاریخ ابن عساکر : ۲۲/ ۲۴ ۔ابوحازمؒ کہتا ہے کہ میں نے سہلؓ کو ایک ہزار صحابہ کرام کے ساتھ دیکھا تھا کہ ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرتے تھے۔

(۱۲) روایت محمد بن مسلمۃؓ:۔حدثنا محمد بن بشار حدثنا ابو عامر حدثنا فلیح بن سلیمان حدثنا عباس بن سھل الساعدی قال اجتمع ابوحمید وابو اسید الساعد وسھل بن سعد الساعدی ومحمد بن مسلمۃؓ فذکروا صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ، فقال ابوحمید انا اعلمکم بصلوٰۃ رسول اللہ ﷺ، ان رسول اللہ ﷺ قام فکبر ورفع یدیہ، ثم رفع حین کبر للرکوع،ثم قام فرفع یدیہ واستویٰ حتی رجع کل عظم الیٰ موضعہ :ابوداؤد : ۱/ ۲۸۱،سنن کبری مع الجوھر : ۲/ ۷۳،معرفۃ السنن والاثار : ۱/ ۵۴۴،جزء رفع الیدین :ص:۳۷۔

عباس بن سہل کہتے ہیں صحابہ ؓ کا اجتماع تھا، ان میں سہل بن سعد، ابواسید اور محمد بن مسلمۃ بھی تھے جن کے سامنے ابوحمید ساعدیؓ نے آپ ﷺ کی نماز پڑھ کر دکھائی، کہ شروع میں بھی رفع الیدین کیا، اور رکوع کرتے وقت بھی اور اُٹھتے وقت بھی رفع الیدین کیا۔

(۱۳) روایت انسؓ۔حدثنا محمد بن بشار حدثنا عبد الوھاب حدثنا حمید عن انسؓ ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیہ اذا دخل فی الصلوٰۃ واذا رکع :ابن ماجۃ : ۱/ ۲۶۸،ابن ابی شیبۃ ۱/ ۲۳۵، دارقطنی : ۱/ ۲۹۳،بخاری فی جزئہ :۳۸،الاوسط لابن المنذر: ۳/ ۱۳۸،وابن

الاعرابی فی معجمه :۳/ ۱۴۱ ۹ ۔انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع میں رفع الیدین کرتے تھے۔

ایک دوسری روایت انسؓ کو منسوب کی گئی ہے جس کو امام حاکم نے کتاب المدخل:۱۱۳، وتاریخ دمشق:۲۳۳/۵۴ ،والجوزقانی:۱۵/۲،اور ابن جوزیؒ نے :۲۸۷/۲، میں نقل کیا ہے:حدثنا المسیب بن واضح ثنا عبداللہ بن المبارک عن یونس بن یزید عن الزهری عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من رفع یدیه فی الرکوع فلا صلاۃ له ۔یہ سند موضوع ہے،اور اس کا گھڑنے والا محمد بن عکاشہ ہے،محمد بن عکاشہ مشہور کذاب تھا۔لسان المیز ان :۳۲۴/۵۔ اور دوسری سند میں مامون بن احمد ہے، جو کہ کذاب راوی ہے،تفصیل سلسلہ احادیث ضعیفہ:۴۰/۲، پر دیکھیں۔

(۱۴) روایت ابی سعید الخدریؓ:۔حدثنا مالک بن اسماعیل حدثنا شریک عن لیث عن عطاء قال رأیت اباسعید الخدریؓ وابن عمر وابن عباسؓ وابن الزبیر یرفعون ایدیهم ،نحوا من حدیث الزهری عن سالم عن ابن عمر عن النبی ﷺ فی رفع الیدین :[الاوسط لابن المنذر :۱۳۸/۳ ،مصنف ابن ابی شیبة : ۲۳۵/۱ ،جزء رفع الیدین : ۶۲، ۱۳۵] ۔عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسعید الخدریؓ، ابن عمرؓ، ابن عباس، ابن الزبیر، اور ان سب کو دیکھا کہ شروع نماز اور رکوع کے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔

جبکہ ایک روایت اس سے اس طرح بھی نقل کی گئی ہے :عن عطیة العوفی ان اباسعید الخدریؓ وابن عمرؓ کانا یرفعان ایدیهما اول ما یکبران ثم لا یعودان ۔یعنی ابوسعید خدریؓ اور عبداللہ بن عمرؓ دونوں شروع نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے،امام بیہقی روایت ابن عمرؓ کو نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ اس کا راوی عطیہ عوفی سیئ الحال ہے،اور دوسرا راوی سوار بن مصعب منکر الحدیث ہے۔

(۱۵) روایت عبداللہ بن عباسؓ:۔حدثنا ایوب بن محمد الهاشمی حدثنا عمرو بن رباح عن عبداللہ بن طاؤس عن ابیه عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیه عند کل تکبیرة .ابن ماجة : ۲۶۸/۱ ،الاوسط لابن المنذر :۱۳۸/۳ ،جزء رفع الیدین للامام البخاری:۴۷، ۱۳۲ ،مصنف ابن ابی شیبة : ۲۳۵/۱ ،مسند احمد :۱۵۳/۴ ۱ . ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا کرتے تھے۔امام طبرانی نے :۳۸۵/۱۱،مصنف ابن ابی شیبہ:۹۶/۴،جزء رفع الیدین للبخاری:ص۱۵۸، میں عبداللہ بن عباسؓ سے ایک روایت نقل ہے عن ابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباسؓ عن

النبی ﷺ قال: لاترفع الایدی الافی سبع مواطن، فی افتتاح الصلوٰۃ ،واستقبال القبلة، وعلی الصفاو المـروۃ ،وبعرفاۃ وبجمع ،وفی المقامین وعند الجمرتین .

یعنی رفع الیدین سات مقامات کے علاوہ کسی اور مقام پرنہیں کی جائے گی ،ابتداءنماز ،بیت اللہ کی زیارت کے وقت ،صفااورمروہ پہاڑی پرقیام کے وقت ،وقوف عرفہ اورمزدلفہ کے وقت ،رمی الجمار کے وقت ۔

اس کا اجمالی جواب یہ ہے کہ اس کا مرکزی راوی ابن ابی لیلی ہے، جوکہ باتفاق علماءضعیف ہے،صرف حنفی علماء کے اقوال اس کے متعلق نقل کرتے ہیں،طحاوی مشکل الاثار:ص:۳/ ۲۲۶ ، **الـزیـلـعـی فـی النصب الـرایة:** ۱/ ۳۱۸، **ابـن الـتـرکـمـانـی فی الجوهر النقی:**۷/ ۳۴۷، **وقال: ابن ابی لیلی متکلم فیه . النیمویؒ (اثـار الـسـنـن مـع تـعلیقاته:**۱۵۱ **)وقال لیس بالقوی. خلیل احمد سهارنپوری قال: کثیر الوهم، بذل الـمـجهـود:** ۹/ ۳۷،**قـال شاه انورشاه دیوبندیؒ ،فهو ضعیف عندی کماذهب الیه الجمهور** وہ میرے نزدیک ضعیف ہے،اورجمہور کا بھی یہی فیصلہ ہے۔فیض الباری:۳/ ۱۶۸۔

محمد یوسف بنوریؒ نے بھی :ابن ابی لیلی کوجمہور کے نزدیک ضعیف قراردیا ہے، معارف السنن: ۵/ ۲۹۰۔

اورعبداللہ بن مبارک نے ابن ابی لیلی کی اس روایت کے بارے میں کہا ہے، **هـذامن فواحش ابن ابی لیلی : کتاب الـمـجـروحین:** ۲/ ۲۴۶ ، اس پرجتنے اعتراضات امام بخاری وغیرہ نے ذکر کئے ہیں،سب کے سب امام زیلعی نے نقل کرنے کے بعد بغیر جواب کے چھوڑ دئے ہیں، اورہم یہ بھی کہتے ہیں کہ بالفرض ہم اس حدیث کوصحیح مانے ،تواحناف کا استدلال پھر بھی صحیح نہیں،اس لئے کہ یہ لوگ خودکئی جگہوں پرمذکورہ مقامات کے علاوہ رفع الیدین کرتے ہیں،مثلاً دعاء قنوت،عیدین اورمختلف ادعیہ میں۔

اس حدیث میں دوقسم رفع الیدین کا ذکر ہے،یعنی نماز میں،اوردعاء میں، بلکہ یہ لفظ تیسری قسم کوبھی شامل ہے، یعنی کعبہ دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھانا،تواس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ مشترک ہے، اوراحناف کے نزدیک عموم المشترک جائزنہیں،جیسا کہ یہ مسئلہ اصول الشاشی وغیرہ نے **فـصـل فی المشترک و المؤل** میں تفصیل سے ذکر کیا ہے،اصول الشاشی کا عبارت ہے: **اذلاعـمـوم لـلـمشترک اصلا** یعنی مشترک کے لئے بالکل عموم نہیں ۔تفصیلی کلام اس روایت پرامام بخاری نے جزءرفع الیدین:۱۵۸، سے کیا ہے۔

یہ لوگ تفسیرتنویرالمقباس ۲۱۲،کاایک روایت نقل کرتے ہیں:**وبـاسـنـاده عـن ابـن عبـاسؓ فی قوله تعالی**

الذين هم فی صلواتهم خاشعون .ای مخبتون متواضعون، لایلتفطون یمیناولاشمالا،ولایرفعون ایدیهم فی الصلوٰة ۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تفسیر عبداللہ بن عباسؓ کومنسوب ہے،اس کا جامع فیروزابادی صاحب القاموس ہے جوکہ ۸۱۷ھجری میں فوت ہوا ہے، کتاب کے اول میں اپنی سند عبداللہ بن عباس تک تفصیل سے لکھتا ہے کہ:اخبرناعبد الله الثقة ابن المامور الهروی قال اخبرنا ابی قال اخبرناابوعبیدالله،قال اخبرنامحمودبن محمد الرازی قال اخبرناعماربن عبد المجید الهروی قال اخبرناعلی ابن اسحاق السمرقندی عن محمدبن مروان عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباسؓ الخ ۔حاصل یہ ہے،اس کے بنیادی راوی محمد بن مروان السدی،والکلبی اورابوصالح تینوں کذاب ہیں ۔تفصیل کے لئے میزان الاعتدال وغیرہ ملاحظہ فرمائیں:لہذااس نام نہادتفسیر سے استدلال کسی کے لئے بھی حلال نہیں (اس کا مزید تفصیل سورۂ مومنون میں آئے گا)ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اس میں مطلق عدم رفع الیدین کے متعلق جملہ موجود ہے جس کا تفصیل پہلے گذر گیا۔

(١٦) روایت عبداللہ بن الزبیرؓ :. حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا ابن لهیعة عن ابی هبیرة عن میمون المکی انه رای عبدالله بن زبیرؓ صلی بهم یشیر بکفیه حین یقوم .وحین یرکع ، وحین یسجد،وحین ینهض للقیام، فیقوم فیشیر بیدیه، فانطلقت الی ابن عباسؓ فقلت انی رأیت ابن الزبیر صلی صلوٰة لم اراحدا یصلیها ،فوصفت له هذه الاشیاء ،فقال ان احببت ان تنظر الی صلوٰة رسول الله ﷺ فاقتد بصلوٰة عبدالله بن الزبیرؓ:ابوداؤد : ١/ ٢٨٢،الاوسط لابن المنذر:٣/ ١٣٨،طبرانی فی الکبیر: ١١/ ١٣٣، التمهید لابن عبدالبر :٧/ ٢١٧،جزء رفع الیدین للامام بخاری :ص:٧،٤، ١٣٦ .

میمون کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن الزبیرؓ کودیکھادونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے، اور جب رکوع کرتے،اور جب سجدہ کرتے (یعنی رکوع سے اٹھ کر)اورجب دوبارہ قیام کرتے،تو میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ میں نے ابن الزبیرؓ کونماز پڑھتے دیکھا ہے، وہ نماز میں وہ کام کرتے ہیں جودوسرے نہیں کرتے،تو عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا،اگرتو رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھنا چاہتے ہوتوابن الزبیرؓ کی طرح پڑھ۔

(١٧) روایت عمر بن الخطابؓ:۔اخبرنا محمدبن عبدالله الحافظ حدثنا ابو جعفر احمدبن عبید الحافظ، وابوالقاسم عبدالرحمٰن بن الحسن القاضی الاسدیان بهمدان ،قالا حدثنا ابراهیم بن الحسین بن دیزیل الهمدانی حدثنا اٰدم بن ابی ایاس حدثنا شعبة حدثنا الحکم ،قال رأیت طاؤساکبّر

ورفع يديه حذو منكبيه عندالتكبير ،وعند ركوعه، وعند رفع رأسه من الركوع، فسألت رجلامن اصحابه ،فقال انه يحدث به عن ابن عمرعن عمر عن النبیﷺ :سنن کبریٰ مع الجوهر النقی : ۲ / ۷۴،ابن الاعرابی فی معجمه: ۳ / ۱۰۳۷ ۔حکم کہتے ہیں میں نے طاؤس کو دیکھا،شروع نماز میں اور رکوع کرتے اور اٹھتے وقت تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے، میں نے ان کے ساتھیوں میں سے ایک سے پوچھا! توانہوں نے بتایا کہ وہ بیان کرتے ہیں عبداللہ بن عمر سے وہ عمرؓ سے وہ رسول اللہﷺ سے یعنی نبیﷺ نے نماز میں رفع الیدین کر کے پڑھیں۔

عمرؓ سے ایک روایت سنن دارقطنی :۱/۲۹۵ ، اور تاریخ بغداد:۱۱/۲۲۴ ،سنن کبری :۲/۱۱۳، والکامل: لابن عدی: ۶ / ۱۵۲، میں منقول ہے کہ:"محمدبن جابرعن حمادعن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله،قال صليت مع النبیﷺومع ابی بکرومع عمرؓ رضی الله عنهما،فلم يرفعوا ايديهم الاعند التكبيرة الاولى فى افتتاح الصلوٰة"

یعنی عبداللہ بن مسعود نے فرمایا، کہ میں نے نبی کریمﷺ اورابوبکر اورعمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، وہ شروع نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔لیکن اس کا راوی محمد بن جابر، اتفاقاً ضعیف ہے، تہذیب التہذیب میں:اس کے متعلق تفصیل دیکھئے۔ابن عدی نے اس کو ساقط الاعتبار کہا ہے ۔بعض نے یہ کہا ہے کہ ابن حبان نے اس کوثقات میں داخل کیا ہے ،لیکن یہ بات صحیح نہیں کتاب الثقات میں اس کا ذکر نہیں ، بلکہ ابن حبان نے کتاب المجروحین:۲/۲۷۰، میں اس کا ذکر کیا ہے۔امام طحاوی نے:۱/۲۹۴۔

امام بیہقی نے خلافیات:۱/۳۸۹(مختصر) میں اسود سے ایک روایت نقل کیا ہے کہ:"رأيت عمربن الخطاب يرفع يديه فی اول تكبيرة ثم لايعود " کہ میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اورمقامات میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔لیکن حاکم نے اس کے متعلق کہا ہے، کہ یہ، شاذ روایت ہے، اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں، یہ قول امام بیہقی اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ:قال الحاكم ابوعبدالله،هذه رواية شاذة لاتقوم بها الحجة، ولايعارض بها الاخبار الصحيحة الماثورة عن طاوس بن كيسان عن ابن عمران عمرؓ كان يرفع يديه فی الركوع ۔

اورعراقی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ:وهوعجيب فان المعروف عنه الرفع فی المواطن

الثلاثة ،وعلى فرض صحته ،يحمل على انه تركه، لبيان ان الرفع سنة يجوزتركها، ويجوزفعلها: طرح التثريب: ۲/ ۲۵۴ ۔"امام ابوزرعہ رازی نے علل الحدیث: ۱/۹۵، میں لکھا ہے کہ حسن بن عیاش کے مقابلے میں اس روایت کو اصح قرار دیا جاتا ہے، جس میں پھر نہ کرنے کا ذکر نہیں۔ ایک علت یہ بھی ہے کہ اس روایت میں ابراہیم نخعی کوفی مدلس ہیں اور یہ روایت معنعن ہے۔

(۱۸) روایت معاذ بن جبلؓ : عن معاذ بن جبلؓ قال كان النبي ﷺ اذاكان في صلاته،رفع يديه قبالة اذنيه، فاذا كبّر ارسلهما ثم سكت ،وربما رأيته يضع بيمينه على يساره، فاذا فرغ من فاتحة الكتاب سكت، فاذا ختم السورة سكت، ثم يرفع يديه قبالة اذنيه ،ويكبر ويركع وكنا لانركع حتى نراه راكعا، ثم يستوى قائما من ركوعه حتى يأخذه كل عضو مكانه، ثم يرفع يديه قبالة اذنيه ويكبرويخرساجدا،وكان يمّكن جبهته وانفه من الارض ،ثم يقوم كانه السهم ، لايعتمدعلى يديه، وكان اذاجلس في اخرصلوته اعتمدعلى فخذه اليسرى، ويده اليمنى على فخذه اليمنى ،ويشيرباصبعه اذادعا،وكان اذاسلّم اسرع القيام.(المعجم الكبير : للطبراني: ۲۰/ ۷۴)۔

معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب نماز پڑھتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ، اوراللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیتے تھے۔ اور خاموش رہتے۔اور بہت دفعہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ دائیں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے۔اور جب سورۂ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو خاموش ہوتے ،اور جب سورۃ ختم کرتے تب بھی خاموش ہوتے ،تو پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے۔ اوراللہ اکبر کہہ کر رکوع کرتے ،اور جب تک ہم رسول اللہ ﷺ رکوع کرتے نہ دیکھتے اس وقت تک رکوع کرنے نہ جاتے۔ پھر نبی کریم ﷺ رکوع کے بعد قیام کرتے۔اس وقت تک جب ہر جوڑ اپنی جگہ پرآ جاتا پھر رفع الیدین کرتے ،پھراللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرنے چلے جاتے، اور ماتھے اور ناک کو زمین پر رکھ دیتے، اور ہاتھ پر ٹیک کئے بغیر کھڑے ہو جاتے ،اور جب نماز کی اخر میں بیٹھ جاتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے دونوں رانوں پر رکھتے ،اور دعا کرتے وقت انگلی سے اشارہ کرتے تھے،اور جب سلام پھیرتے تو جلدی اٹھ جاتے تھے۔

(۱۹) روایت عمیر بن حبیب اللیثیؓ:۔حدثناهشام بن عمار حدثنا رفدة بن قضاعة الغساني حدثنا الاوزاعي عن عبدالله بن عبيد بن عمير عن ابيه عن جده عمير بن حبيب قال: كان رسول الله ﷺ يرفع يديه مع كل تكبيـرة في الصلوة المكتوبة :ابن ماجة : ۱/ ۲۶۶ .معجم الكبير للطبراني

:۷۱/۴۸، ۴۹،جزء رفع الیدین : ص؛۸۷۔کہ رسول اللہ ﷺ ہر تکبیر کیساتھ رفع الیدین کرتے فرض نماز میں۔

(۲۰) روایت عقبۃ بن عامرؓ:۔ حدثنا بشر بن موسی حدثنا ابو عبدالرحمٰن المقری عن ابن لهيعة حدثنی ابن هبيرة ان اباالمصعب مشرح بن هاعان المعافری حدثه انه سمع عقبة بن عامرؓ،يقول: فی كل اشارة يشيرهاالرجل بيده فی الصـــلاة ،بكل اصبع حسنة اودرجة :معجم الكبير للطبرانی :۱۹۷/۱۷ . فوائدابن منده: ۱۴۲/۱ ،جزء مؤمل بن ايهاب :۹۸ ۔یعنی عقبہ بن عامرؓ نے فرمایا ہے، نماز میں جو شخص اشارہ کرتا ہے اسے ہر (مسنون) اشارہ کے بدلے ایک انگلی پر ایک نیکی یا درجہ ملتا ہے۔

(۲۱) روایت اعرابی:۔حدثنا هاشم وبهز قالاحدثناسليمان بن المغيرة عن حميد بن هلال حدثنی من سمع الاعرابی يقول: رأيت النبی ﷺ يصلی ورفع كفيه حتی حاذتا او بلغتا اذنيه ،كانهما المروحتان :مسند احمد :۲۴۹/۳۳ ،مسند حارثی : ۲۸۹/۱ ۔اعرابیؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز میں ہتھیلیوں کو کانوں تک اُٹھاتے دیکھا،جیسا کہ یہ دو پنکھے ہیں۔

(۲۲) حدیث الاصحاب:عن قتـــادة عن الحسن قال :كان اصحاب رسول اللہ ﷺ يرفعون ايديهم اذا ركعوا واذارفعوارؤسهم من الركوع، كأنماايديهم مراوح.سنن كبریٰ للبيهقی: ۷۵/۲،الاوسط لابن منذر: ۱۳۹/۳ ، التمهيد:۲۱۷ ،مصنف ابن ابی شيبه: ۲۳۵/۱ .یعنی حسنؒ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رفع یدین کر کے نماز پڑھتے ،جب بھی رکوع کرتے یا رکوع سے سر اٹھاتے ،اس طرح ہوتا کہ جیسے ان کے ہاتھ پنکھے ہوں۔ایسی روایت سعید بن جبیرؒ سے بھی منقول ہے کہ:انه سئل عن رفع اليدين فی الصلوٰة فقال هوشیء يزين به الرجل صلوته، وكان اصحاب رسول اللہ ﷺ يرفعون فی الافتتاح وعند الركوع ،واذارفعوا رؤسهم ۔یعنی سعید بن جبیر تابعیؒ سے رفع الیدین کے متعلق پوچھا گیا،تو انہوں نے کہا کہ یہ نماز کی زینت ہے،اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ شروع نماز میں ،رکوع کے وقت، اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد،رفع الیدین کرتے تھے۔السنن الكبری للبيهقی : ۷۵/۲۔

(۲۳) روایت ابواسید ساعدیؓ:۔اس کا ذکر ابوحمید الساعدیؓ کی حدیث میں گذر چکا ہے:ابو داؤد : ۲۸۰/۱ ،سنن الكبرمع الجوهر النقی : ۷۳/۲،معرفة السنن والاثار : ۵۴۴/۱،جزء رفع اليدين : ص۳۷۔

مندرجہ بالا احادیث کا خلاصہ یہ ہوا، کہ رفع الیدین کی احادیث متواتر ہیں،جیسا کہ شمار سے ظاہر ہے،اور بعض علماء

نے اس حدیث کی متواتر ہونے کی تصریح بھی کی ہے، مثلاً نظم المتناثرہ: ٩٦، ٩٧. فتح الباری: ١/٢٠٣، لقط اللالی المتناثرۃ: ٢٠٧، التقییدو الایضاح: ٢٧٠، فتح المغیث: ٣/٤١، شرح الکبیر: ١/٥٣٨.

اورمولانا اشرف علی تھانوی نے: بوادر النوادر: ٣٦، اور تفسیر بیان القرآن: ٢٢/١ میں لکھا ہے: و الحدیث اذا روی من عشرۃ فھو متواتر علی القول المختار، اور مولانا محمد شفیع: معارف القرآن: ١٩٠/١، میں لکھتا ہے کہ جس روایت کو دس صحابہ کرام نقل فرمادیں، تو وہ حدیث متواتر ہوجاتی ہے جو کہ قران کی طرح قطعی ہے۔ اور یہاں تو بیس سے زائد صحابہ کرام سے یہ روایت منقول ہے۔

لہٰذا رفع الیدین کا اثبات قطعی الثبوت ہے، اس میں ذرابرابر بھی شک نہیں، جو اس سے انکار کرتا ہے تو اس کی ایمان کا خطرہ ہے۔

تکمیل فائدہ کے لئے تارکین رفع الیدین کے روایات کو نقل کرتے ہیں، اگرچہ مذکورہ بالا بحث میں ان کے بعض روایات بمع علل بیان ہوئے۔ لیکن دو روایات باقی ہیں، اس کو بھی ذکر کرتے ہیں تا کہ کسی کا شک وشبہ باقی نہ رہے۔

ان کا مشہور دلیل حدیث ابن مسعودؓ ہے، جو کہ سنن ترمذی نے: ٥٩/١، اور ابوداؤد: ٤٧٨/١، وغیرہ میں نقل کی گئی ہے۔ حدثنا سفیان (الثوری) عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمة قال قال: ابن مسعودؓ الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ، فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرۃ۔

عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھاؤں؟ پھر آپ نے نماز پڑھی، اور ہاتھ نہیں اٹھائے سوائے پہلی دفعہ کے۔ اس حدیث کے متعلق محی الدین ابن عربی (صوفیوں کے امام) فتوحات مکیہ: ٤٣٧، میں لکھتا ہے: کہ وغایة المقصود من حدیث ابن مسعودؓ انه کان علیه السلام یرفع یدیه عند الاحرام مرۃ واحدۃ لایزید علیھا، ای انه مرۃ واحدۃ لم یصنع ذلک مرتین عند الاحرام (فتوحات مکیه: ٤٣٧) یعنی رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ کے وقت ایک ہی دفعہ رفع یدین کرتے (عیدین اور جنازہ کی طرح) بار بار نہ کرتے۔ ابوداؤد اس روایت کے بعد یہ الفاظ فرماتے ہیں: ''ھذا مختصر من حدیث طویل ولیس ھو بصحیح علی ھذا اللفظ۔ کہ یہ لمبی حدیث سے مختصر الفاظ ہیں، اور جس طرح جس مقصد کے لئے اس کو بیان کیا جاتا ہے درست نہیں۔

اور امام بخاری نے جزء رفع الیدین: ٨٦، میں لمبی حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس حدیث کے بعد فرمایا ہے: قال

احمدبن حنبل عن یحی بن ادم قال نظرت فی حدیث عبداللهبن ادریس عن عاصم بن کلیب، لیس فیه، ثم لم یعد،فهذااصح، لان الکتاب احفظ عند اهل العلم،لان الرجل یحدث بشیء ثم یرجع الی الکتاب فیکون کمافی الکتاب. حدثنا الحسن بن الربیع حدثناابن ادریس عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الاسود حدثناعلقمة ان عبداللهقال علمنارسول الله ﷺالصلاة ،فقام فکبّرورفع یدیه ،ثم رکع فطبق یدیه ،فجعلهمابین رکبتیه ،فبلغ ذلک سعدافقال صدق اخی، اَلابل قدنفعل ذٰلک فی اول الاسلام ،ثم امرنابهذا(یعنی الامساک عن الرکبتین)قال البخاری هذا هو المحفوظ عند اهل النظرمن حدیث عبدالله بن مسعود۔

یعنی ابن مسعودفرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے ہمیں نمازسکھائی، توتکبیرکہہ کررفع الیدین کی ،پھررکوع کیاتودونوں ہاتھ ملاکرگھٹنوں میں رکھ لیئے تھے، جب یہ روایت سعدکوپہنچی توانہوں نے کہا، کہ میرے بھائی نے سچ کہاہے، شروع اسلام میں ہمیں اسی طرح حکم تھا، پھرگھٹنوں کوپکڑنے کاحکم دیا۔امام ترمذی اس حدیث کےنقل کرنے کے بعدعبداللہ بن مبارک سےنقل کرتاہے کہ لم یثبت حدیث ابن مسعود۔اس کےعلاوہ ابن عبدالبرنے:تمہید: ۹/۲۲۰،اورابن جوزی وغیرہ نے اس حدیث کےمتعلق مذکورہ قسم کےعبارات لکھیں ہیں،

اس کادوسراجواب یہ ہے کہ اس روایت کامرکزی راوی سفیان ثوریؒ ہے،اوروہ مدلس تھے۔اوراس کاعنعنہ قابل قبول نہیں۔جبکہ سفیان ثوری کی اس حدیث میں رکوع سے پہلے اوربعدکےرفع الیدین کاذکرنہیں ہے، یہ روایت مجمل ہے،اگراس کوعام تصورکیاجائے توپھرتارکین خوداس روایت پرعمل نہیں کرتے، وتراورعیدین میں کیوں رفع یدین کرتے ہیں؟فماهوجوابکم فهوجوابنا۔

بعض کہتے ہیں کہ ابن حزم نے اس حدیث کی تصحیح کیاہے،تواس کاجواب یہ ہے، کہ مذکورہ علماء کےمقابلے میں ابن حزم کےقول کاکیااعتبارہے؟اوراگرابن حزم کےقول کواعتباردیاجائے، توپھراس کایہ قول بھی مانناپڑے گا کہ: ولولاهذاالخبرلکان رفع الیدین عندکل رفع وحفض فرضاً: ۴/۸۸،یعنی اگریہ حدیث نہ ہوتی توہراٹھنے اورجھکنے کےوقت رفع الیدین فرض ہوتا۔اس کامقصدیہ ہے کہ رسول اللہ ﷺنے ایک دوبارجوازکےلئےنہیں اٹھائے۔

عبداللہ بن مسعودؓ سےایک موقوف روایت بھی نقل کی گئی ہے۔جوکہ طحاوی وغیرہ نے ابراہیم نخعی وغیرہ سےنقل کیاہےکہ:کان عبدالله بن مسعودؓ لایرفع یدیه فی شیء من الصلوات الافی الافتتاح۔یعنی ابراہیم نخعی نے

کہا، ابن مسعودؓ کسی نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے سوائے شروع نماز میں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابراہیم کا ملاقات عبداللہ بن مسعود سے نہیں ہوا، لہذا یہ سند منقطع ہے، کتاب الام: ۲۷/۷، میں امام شافعیؒ نے فرمایا ہے: ان ابراهيم النخعي لوروىٰ عن علي وعبدالله لم يقبل منه، لانه لم يلق واحدامنهما۔ مزید تفصیل کے لئے میزان الاعتدال: ۳۵/۱، ملاحظہ کیجئے۔

دوسری روایت براء بن عازبؓ کا ہے کہ: عن يزيدبن ابي زيادعن ابن ابي ليلى عن البراء بن عازبؓ قال كان النبي ﷺ اذاكبّر لافتتاح الصلوٰة رفع يديه حتى يكون ابهاماه قريبامن شحمتي اذنيه، ثم لايعود۔ شرح معانی الاثار للطحاوی: ۲۲۴/۱۔ تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا دارومدار یزید بن ابی زیاد القرشی پر ہے، اور علماء نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، تفصیل کے لئے دیکھئے تہذیب الکمال للمزی: ۵۳۴/۳، اور تہذیب التہذیب: ۲۸۸/۱۱۔

دوسرا جواب، یہ روایت یزید بن ابی زیاد نے اختلاط کے بعد بیان کی ہے، سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یزید بن زیاد نے مکہ میں حدیث سنائی: عن عبد الرحمٰن بن ابي ليلى عن البراء بن عازبؓ قال رأيت النبي ﷺ اذافتتح للصلوٰة رفع يديه۔ یعنی اس روایت میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

تیسرا جواب، یزید ابن ابی زیاد مدلس تھا، اسے امام دارقطنی اور حاکم وغیرہما نے مدلس قرار دیا ہے۔ یزید بن ابی زیاد سے رفع یدین نہ کرنے کی "ثم لايعود" وغیرہ کے مختلف الفاظ کے ساتھ جتنی روایات بھی ملتی ہے، کسی میں سماع کی تصریح نہیں ہے۔ شعبہ کی روایت میں سماع کی تصریح ہے، مگر اس میں رفع الیدین نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے، لہذا معلوم ہوا کہ یہ روایت یزید مدلس عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

چوتھا جواب، محدثین کا اجماع ہے، کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اور نہ کرنے کے الفاظ اس میں، یزید بن ابی زیاد نے اضافہ کردئے ہیں۔ یحیی بن معین نے روایت الدوری: ۲۶۴/۳، میں فرمایا ہے کہ: حديث البراء ان النبي ﷺ كان يرفع يديه، ليس هو صحيح الاسناد۔

پانچواں جواب، اس بات پر بھی امت کا اجماع ہے کہ: یزید الکوفی کی حدیث میں "لم يعد" کہ الفاظ مدرج ہیں حافظ ابن حجر نے کہا، و اتفق الحفاظ على ان قوله" لم يعد"مدرج في الخبر، من قول يزيدبن ابي زياد، ورووه عنه بدونها شعبه و الثوري وخالد الطحان وزهيروغيرهم من الحفاظ ـ(التلخيص

الحبیر : ۱/ ۲۲۱) . ''یعنی حفاظ حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حدیث میں ''لم یعد'' کا قول یزید کا مدرج ہے، اس سے شعبہ، ثوری، خالد اور زہیر وغیرھم نے اس قول کے بغیر اس روایت کو بیان کیا ہے۔ اس روایت سے دیگر جوابات ابن مسعودؓ کی روایت میں گذر چکا ہے۔

ہمارے اس تفصیل سے ان لوگوں کا یہ وہم بھی زائل ہوا، کہ جانبین کے پاس احادیث ہیں، تو حاصل جواب یہ ہے کہ حدیثوں میں تعارض ہو تو محکم اور قطعی کو بحال خود رکھ کر محتمل، ضعیف، اور ظنی کو چھوڑ دینگے۔ جبکہ پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں، کہ رفع الیدین کے احادیث محکم اور قطعی ہیں بدرجہ تواتر۔ جبکہ اختیار رفع کے لئے یہ قاعدہ بھی ہے کہ کثرت کو قلت پر ترجیح دی جاتی ہے۔ جیسا کہ بدرالدین عینی شرح بخاری: ۱۲۰/۳، میں لکھتا ہے، ان من جلة اسباب الترجیح کثرة عدد الرواة، وشهرة المروی، حتی اذا کان احد الخبرین یرویه واحدو الاخر یرویه اثنان، فالذی یرویه اثنان اولی بالعمل به انتهی۔ علامہ ابن الہمام: التقریر: ۳۳/۳، میں فرماتے ہیں: ''قال ابو حنیفه وابو یوسف لاترجیح بکثرة الادلة ولابکثرة الرواة مالم تبلغ الشهرة، فحینئذیترجح الحدیث الذی بلغ بکثرته حد الشهرة علی الحدیث الذی لم تبلغ بکثرتهم حدها، انتهی''. بعض ایک مغالطہ دیتے ہیں کہ روایت کو شہادت پر قیاس کرتے ہیں، لیکن یہ قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ عرف عام میں بھی روایت اور شہادت میں فرق سمجھا جاتا ہے۔ اور حازمی کتاب الاعتبار ص ۹، میں لکھتا ہے: وقال بعض الکوفیین کثرة الرواة لاتاثیر لهافی باب الترجیحات، لان طریق کل واحد منهاغلبة الظن ،فصار کشهادة الشاهدین مع شهادة الاربعة ،یقال علی هذاان الحاق الروایة بالشهادة غیرممکن، لان الروایة وان شارکت الشهادة فی بعض الوجوه فقدفارقهافی اکثر الوجوه۔

ترجیح کا ایک وجہ یہ بھی ہے، کہ رفع الیدین کی متواتر احادیث میں اثبات ہے، یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔ محدث نوویؒ نے کہا: ان احادیث الرفع اولی، لانهااثبات وهذانفی، فیقدم الاثبات لزیادة العلم: المجموع شرح المهذب: ۴۰۳/۳. نور الانوار: ۱۹۷، نصب الرایه: ۱/ ۳۵۹، فتح الباری: ۱/ ۳۳۳۔ اس بحث کا اختتام احناف اس قاعدے پر کرتے ہیں: کہ جب خلفاء اربعہ اور ابن مسعودؓ کے قول میں تعارض ہو، تو خلفاء اربعہ کا قول لیا جائے گا۔ جیسا کہ علی القاریؒ نے مرقات: ۴۳۲/۱۱، میں لکھا ہے: ولذایختارامامنا الاعظم روایته وقوله علی سائر الصحابة بعد الخلفاء الاربعة لکمال فقاهته۔

وَ آتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ

اور زکوٰۃ دیتے رہو پھر جب اُن پر جہاد فرض کر دیا گیا تو بعض لوگ اُن میں سے لوگوں سے یوں ڈرنے لگے

كَخَشْيَةِ اللّٰهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا

جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اور بڑبڑانے لگے کہ اے اللہ! تو نے

الْقِتَالَ لَوْلَآ أَخَّرْتَنَا إِلٰى أَجَلٍ قَرِيبٍ ۚ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا

ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا تھوڑی مدت اور ہمیں کیوں مہلت نہ دی (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ بہت

قَلِيلٌ وَّالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾

تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز تو پرہیزگار کیلئے (نجاتِ) آخرت ہے۔ اور تم پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا

أَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۚ

(اے جہاد سے ڈرنے والو!) تم کہیں رہو موت تو تمہیں آ کر رہے گی خواہ بڑے بڑے محلوں میں رہو

وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ

ور اُن لوگوں کو اگر کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے

يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

تو (اے محمد ﷺ! تم سے) کہتے ہیں کہ یہ آپ کی وجہ سے (ہمیں پہنچی) ہے، کہہ دو کہ (رنج وراحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے

فَمَا لِهٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَا أَصَابَكَ

ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات بھی نہیں سمجھ سکتے؟ تمہیں جو فائدہ پہنچے

مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۚ وَأَرْسَلْنَاكَ

وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو نقصان پہنچے وہ تیری ہی (شامتِ اعمال کی) وجہ سے ہے اور (اے محمد!) ہم نے تمہیں لوگوں

لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ

کیلئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ ہی گواہ کافی ہے ۔ جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا

فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾

تو بیشک اُس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جو نافرمانی کرے تو اے پیغمبر تمہیں ہم نے اُن کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ

اور یہ لوگ منہ سے تو کہتے ہیں کہ (آپ کی) فرمانبرداری (دل سے) منظور ہے لیکن جب تمہارے پاس سے چلے جاتے ہیں

بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ تَقُوْلُ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ

تو ان میں سے بعض لوگ رات کو تمہاری باتوں کے خلاف مشورے کرتے ہیں اور جو مشورے یہ کرتے ہیں اللہ اُن کو لکھ لیتا ہے

مَا يُبَيِّتُوْنَ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾

، تو ان کا کچھ خیال نہ کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ ہی کارساز کافی ہے ۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾

بھلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے ؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا (کلام) ہوتا تو اس میں (بہت سا) اختلاف پاتے [۱۴]

---

[۱۴] اختلاف کا مطلب یہ ہے کہ اس میں بیان کردہ امور وحقائق نفس الامر اور واقع سے مختلف ہوتے، اور بیان کا نفس الامر سے مختلف ہونا جھوٹ اور کذب ہوتا ہے، تو حاصل یہ نکلا کہ اگر قرآن اللہ کا کلام نہ ہوتا، بلکہ انسان کا خودساختہ ہوتا، تو اس کے کئی بیانات نفس الامر کے خلاف اور جھوٹے ہوتے، لیکن اگر قرآن کے بیان کردہ امور وحقائق کو بنظر انصاف دیکھا جائے اور ان میں غور وفکر کیا جائے تو اس میں ایک بات بھی خلاف واقع نہیں مل سکے گی، بان یکون بعض اخباراته الغیبیة،

کالاخبار عمایسرہ المنافقون غیر مطابق للواقع ،روح المعانی،خازن ۔نیز حسین علی صاحبؒ کے نزدیک یہی راجح ہے، یا اختلاف سے عام اختلاف مراد ہے،خواہ باہمی تناقض ہو، یا نفس الامر سے مخالفت، یا اسلوب بیان اور فصاحت وبلاغت میں اختلاف وغیرہ، کمافی القرطبی۔ابوبکر جصاص نے احکام القرآن:۲/۲۱۵، میں لکھا ہے: کہ اختلاف کے تین اقسام ہیں:(۱) تناقض، یعنی ایک دعوی دوسرے دعوے سے بالکل مخالف اور متضاد ہو،(۲) اختلاف تفاوت، یہ وہ ہے کہ بعض کلام فصیح اور بلیغ ہو، جبکہ بعض فصاحت سے خالی ہو،(۳) اختلاف تلاوم، یعنی ظاہر الفاظ میں تعارض ہو، اور حقیقت میں موافقت ہو۔تو یہاں مذکورہ بالا پہلے دو قسم کے اختلاف کا نفی ہے ،جبکہ تیسری قسم کا نفی نہیں، اور اس کا وجود دور صحابہ کرام سے لیکر آج تک موجود ہے، مثلاً اس حدیث میں:عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ:سمع النبیﷺ قوما یتدارؤون فی القرآن،فقال:انماھلک من کان قبلکم بھذا، ضربوا کتاب للہ بعضہ ببعض،فانمانزل کتاب اللہ یصدّق بعضہ بعضا،فلاتکذبوا بعضہ ببعض ،فماعلمتم منہ فقولوا، وماجھلتم،فکلوا الی عالمہ.رواہ احمد:۲/۱۸۵،۱۹۵،۱۹۶ ،وابن ماجہ:۸۵،باختصار ، و فی شرح السنۃ: ۱۲۱. عمرو بن شعیبؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، کہ نبی کریمﷺ نے ایک جماعت کے بارے میں سنا کہ وہ آپس میں قرآن کے بارے میں بحث کر رہے ہیں، اور جھگڑ رہے ہیں، چنانچہ آپﷺ نے فرمایا کہ بے شک تم میں سے پہلے کے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے، انہوں نے کتاب اللہ کے بعض حصہ کو بعض پر مارا یعنی ایات میں تضاد اور اختلاف ثابت کیا، کہ فلاں آیت فلاں آیت کے مخالف ہے، اور یہ آیت فلاں آیت کے مخالف ہے، اور بے شک کتاب اللہ کا بعض حصہ بعض کی تصدیق کرتا ہے، لہٰذا تم قرآن کے بعض حصہ کو بعض سے نہ جھٹلاؤ، اور اس کے بارے میں جتنا تم جانتے ہو اس کو بیان کرو، اور جو نہیں جانتے ہو اسے جاننے والوں کی طرف سونپ دو۔یعنی، جن لوگوں کا علم ناقص ہوتا ہے، اور جن کے ایمان وعقیدہ میں کمزوری اور ذہن وفکر میں کمی ہوتی ہے، وہ آیات میں باہم اختلاف پیدا کرتے رہتے ہیں، اور آیت کے حقیقی مفہوم ومراد سے ہٹ کر ان کے ناقص ذہن وفکر میں جو مفہوم آتا ہے، اسے بیان کرتے ہیں، اور پھر اسی طرز پر اپنے نظریات واعتقادات کی بنیاد بھی رکھ دیتے ہیں۔اس کے بارے میں اس حدیث میں بھی فرمایا جارہا ہے کہ، اگر تمہیں کچھ آیتوں میں اختلاف نظر آئے تو ان میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعہ ساقط نہ کرو اور نہ اس کی تکذیب کرو بلکہ جہاں تک تمہارا علم مدد کر سکے ان میں تطبیق پیدا کرو، اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر تم بجائے اس کے کہ اس میں اپنی عقل وسمجھ کے تیر چلاؤ، اس کے حقیقی معنی ومفہوم کا علم اللہ اور اللہ کے رسول کی جانب سونپ دو، یا پھر ایسے علماء وصلحاء جو علم کے اعتبار سے تم سے اعلی وافضل ہوں، اور تم پر فوقیت رکھتے ہیں ان سے رجوع کرو۔

وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اُسے مشہور کر دیتے ہیں

إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ

اور اگر اُس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اُس کی تحقیق کر لیتے

وَلَوْلَا فَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۸۳﴾

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا سب شیطان کے پیرو ہو جاتے [۱۵]

---

[۱۵] اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے بیان نہیں کرنا چاہیے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا: ''كفىٰ بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع ''مقدمه مسلم: ۱ / ۸، یعنی کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے بیان کر دے۔ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا''من حدث بحديث وهو يرى انه كذب فهو احد الكاذبين ،مقدمه مسلم: ۱ / ۷،و الترمذی:۷ / ۲۲۴''۔یعنی جو آدمی کوئی ایسی بات بیان کرے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹی ہے تو دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا وہ بھی ہے (تفسیر ابن کثیر)۔

''وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُم'' الخ، استنباط اصل میں کنوئیں کی تہہ سے پانی نکالنے کو کہتے ہیں، کنواں کھودنے میں جو پانی پہلی مرتبہ نکلتا ہے اس کو ماء مستنبط کہتے ہیں، مگر یہاں مراد یہ ہے کہ کسی بات کی، تہہ تک پہنچکر اس کی صحیح حقیقت معلوم کرنا (قرطبی) اور اس کے دو معنے ہیں اول یہ کہ ''الذين يستنبطونه'' سے وہ لوگ مراد ہیں جو اس قسم کی خبر کو معلوم کرنے کے در پے اور اس کے علم کے متلاشی تھے اور ''منهم'' کی ضمیر رسول اور اولوالامر کی طرف راجع ہے، اور جار مجرور ''علمه'' کے متعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ان خبروں کو مشہور نہ کرتے اور جن لوگوں کو یہ خبریں معلوم کرنے کا شوق تھا وہ رسول اللہ ﷺ اور ''اولو الامر''یعنی صحابہ کرام میں جو صاحب مشورہ اور صاحب تدبر تھے ان سے معلوم کر لیتے۔دوئم یہ کہ ''منهم''میں ''من'' بیانیہ ہے اور ''هم''

ضمیر ''اولو الامر'' کی طرف راجع ہے اور ''الذین یستنبطونہ'' سے وہ لوگ مراد ہیں جو اولوالامر میں صاحب بصیرت اور استنباط تھے۔''اولو الامر'' کی تعین میں متعدد اقوال ہیں، حسن، قتادہ کے نزدیک علماء اور فقہاء مراد ہیں، سدی فرماتے ہیں کہ امراء اور حکام مراد ہیں، ابوبکر جصاص ان دونوں اقوال کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ دونوں مراد ہیں، اس لئے کہ اولوالامر کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے، البتہ اس پر بعض لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ اولوالامر سے مراد فقہاء نہیں ہوسکتے، کیونکہ اولوا لامر اپنے لفظی معنی کے اعتبار سے وہ لوگ ہیں جن کا حکم چلتا ہو، اور ظاہر ہے کہ فقہاء کا یہ کام نہیں، حقیقت یہ ہے کہ حکم چلنے کی دو صورتیں ہیں، ایک جبر وتشدد سے، وہ تو صرف اہل حکومت ہی کرسکتے ہیں، دوسری صورت اعتقاد واعتماد کی وجہ سے حکم ماننے کی ہے، وہ فقہاء ہی کو حاصل ہے، جس کا مشاہدہ عام مسلمانوں کے حالات سے ہر دور میں ہوتا رہا ہے، کہ دین کے معاملات میں عام مسلمان اپنے اختیار سے علماء ہی کے حکم کو واجب العمل قرار دیتے ہیں، اور از روئے شرع ان پر ان کے احکام کی اطاعت واجب بھی ہے، لہٰذا اس وجہ سے ان پر بھی اولو الامر کا اطلاق صحیح ہے۔(احکام القرآن للجصاص)۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ جن مسائل میں کوئی نص نہ ہو ان کے احکام اجتہاد وقیاس کے اصول پر قرآنی حیثیت سے نکالے جائیں، کیونکہ اس آیت میں اس بات کا حکم دیا گیا، کہ مسائل جدیدہ کے حل میں اگر رسول کریم ﷺ موجود ہیں تو ان کی جانب رجوع کرو اور اگر وہ موجود نہ ہوں تو علماء اور فقہاء کی طرف رجوع کرو، کیونکہ وہ احکام کو مستنبط کرنے کی صلاحیت تامہ رکھتے ہیں اس بیان سے چند امور مستفاد ہوئے ہیں:

ایک یہ کہ فقہاء اور علماء کی جانب عدم نص کی صورت میں رجوع کیا جائے گا۔دوسرے یہ کہ احکام اللہ کی دو قسمیں ہیں، بعض وہ ہیں جو منصوص اور صریح ہیں، اور بعض وہ ہیں جو غیر صریح اور مبہم ہیں، جن کو آیات کی گہرائیوں میں اللہ تعالی نے ودیعت کر رکھے ہیں۔تیسرے یہ کہ علماء کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ایسے معانی کو اجتہاد وقیاس کے ذریعہ استنباط کریں۔

چوتھے یہ کہ عوام کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان مسائل میں علماء کی تقلید کریں۔[احکام القرآن:٢/٢١٥]، لیکن یہ چوتھی بات کئی وجوہ سے صحیح نہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ مقلدین کا دعوی تقلید کے جواز کا نہیں بلکہ وجوب کا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے تقلید کرنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ اس سے تقلید کے وجوب پر استدلال مقلدین کی اپنی تفسیر ہے۔اسمیں اللہ تعالی نے صحابہ کرامؓ کی مصلحت پسندی کا ذکر کیا ہے جو منافقین کی طرح تحقیق کے بغیر افواہوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ہمارے خیال میں اس آیت میں رد تقلید کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح منافقین تحقیق کے بغیر ہر بات پر عمل کرتے تھے اسی طرح مقلدین بھی ہر سنی سنائی بات پر عمل کرتے ہیں۔

فَقَـاتِـلْ فِـيْ سَبِيْـلِ اللّٰهِ لَا تُـكَـلَّفُ إِلَّا نَـفْسَكَ وَحَـرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ
تو تم اللہ کی راہ میں لڑو تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں ہو اور مومنوں کو بھی ترغیب دو
عَسَـى اللّٰهُ أَنْ يَـكُفَّ بَـأْسَ الَّـذِيْنَ كَفَرُوْا وَاللّٰهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَّأَشَدُّ تَنْكِيْلًا
یقین ہے کہ اللہ کافروں کی لڑائی کو بند کر دے اور اللہ لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے اور سزا کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے
﴿٨٤﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهُ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً
جو شخص نیک بات کی سفارش کرے تو اس کو اس (کے ثواب) میں سے حصہ ملے گا اور جو بُری بات کی سفارش کرے
سَيِّـئَةً يَّـكُـنْ لَّـهُ كِـفْـلٌ مِّـنْهَـا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّـقِيْتًا ﴿٨٥﴾
اس کو اس (کے عذاب) میں سے حصہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ۔
وَإِذَا حُيِّيْتُـمْ بِتَـحِيَّةٍ فَـحَيُّـوْا بِـأَحْسَـنَ مِـنْهَـا أَوْ رُدُّوْهَـا
اور جب تمہیں سلام کیاجائے تو (جواب) تم اُس سے بہتر (کلمے) سے انہیں لفظوں سے دو
إِنَّ اللّٰهَ كَـانَ عَـلٰـى كُـلِّ شَـيْءٍ حَسِيْبًـا ﴿٨٦﴾
بیشک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے
اَللّٰهُ لَآ إِلٰـهَ إِلَّا هُوَ لَيَجْـمَعَنَّكُمْ إِلٰـى يَوْمِ الْقِيَـامَةِ لَا رَيْـبَ فِيْـهِ
۔ اللہ (وہ معبودِ برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ قیامت کے دن تم سب کو ضرور جمع کرے گا
وَمَـنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَـدِيْثًا ﴿٨٧﴾ فَمَـا لَـكُـمْ فِـى الْـمُـنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ
اور اللہ سے بڑھ کر بات کا کون سچا ہے؟ تو کیا سبب ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو
وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُـمْ بِـمَـا كَسَبُـوْا أَتُـرِيْـدُوْنَ أَنْ تَهْـدُوْا مَنْ أَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ
حالانکہ اللہ نے ان کو ان کے کرتوتوں کے سبب اوندھا کر دیا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ جس شخص کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہے

يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا

اُس کو رستے پر لے آ ؤ؟ اور جس شخص کو اللہ گمراہ کر دے تم اُس کیلئے کبھی راستہ نہیں پاؤ گے۔ وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ جس طرح

لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى

وہ خود کافر ہیں (اسی طرح) تم بھی کافر ہو کر (سب) برابر ہو جاؤ۔ تو جب تک وہ اللہ کی راہ میں وطن نہ چھوڑ جائیں

يُهَاجِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ

اُن میں سے کسی کو دوست نہ بنانا اگر (ترکِ وطن کو) قبول نہ کریں تو اُن کو پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو

وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ

اور ان میں سے کسی کو اپنا رفیق اور مددگار نہ بناؤ۔ مگر جو لوگ ایسے لوگوں سے جا ملے ہوں

اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ

جن میں اور تم میں (صلح کا) عہد ہو یا اس حال میں کہ اُن کے دل تمہارے ساتھ یا اپنی قوم کیساتھ لڑنے سے رک گئے ہوں

اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ

تمہارے پاس آجائیں (تو ان سے نہ لڑنا) اور اگر اللہ چاہتا تو اُن کو تم پر غالب کر دیتا

فَلَقٰتَلُوْكُمْ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ

تو وہ تم سے ضرور لڑتے پھر اگر وہ تم سے (جنگ کرنے سے) کنارہ کشی کریں اور لڑیں نہیں

وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾

اور تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں تو اللہ نے تمہارے لئے اُن پر (زبردستی کرنے کی) کوئی سبیل مقرر نہیں کی۔

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ

تم کچھ اور لوگ ایسے بھی پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں

كُلَّمَا رُدُّوْٓا إِلَى الْفِتْنَةِ أُرْكِسُوْا فِيهَا فَإِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ

لیکن جب فتنہ انگیزی کو بلائے جائیں تو اُس میں اوندھے منہ گر پڑیں تو ایسے لوگ اگر تم سے (لڑنے سے) کنارہ کشی نہ کریں

وَيُلْقُوْٓا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ

اور نہ تمہاری طرف (پیغامِ) صلح بھیجیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں تو ان کو پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کردو

ثِقِفْتُمُوْهُمْ وَأُولَٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِيْنًا ﴿٩١﴾ وَمَا كَانَ

ان لوگوں کے مقابلے میں ہم نے تمہارے لئے دلیل صریح مقرر کر دی ہے۔ اور کسی مومن کو شایاں نہیں

لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

کہ مومن کو مار ڈالے مگر بھول کر اور جو بھول کر بھی مومن کو مار ڈالے تو (ایک تو) ایک مسلمان غلام آزاد کر دے

مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰٓ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَّصَّدَّقُوْا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ

اور (دوسرے) مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے ہاں اگر وہ معاف کر دیں (تو اُن کو اختیار ہے) اگر مقتول تمہارے

لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ

دشمنوں کی جماعت میں سے ہو اور وہ خود مومن ہو تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہئیے اور اگر مقتول ایسے لوگوں میں سے ہو

مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰٓ أَهْلِهِ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ

جن میں اور تم میں صلح کا عہد ہو تو وارثانِ مقتول کو خون بہا دینا اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہئیے اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ

فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

متواتر دو مہینے کے روزے رکھے یہ (کفارہ) اللہ کی طرف سے (قبول) توبہ (کیلئے) ہے اور اللہ (سب کچھ) جانتا (اور)

حَکِیۡمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیۡهَا

بڑی حکمت والا ہے۔[16] اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ

---

[۱۶] یہ حکم سلطانی ہے۔ راستہ میں خیال رکھنا کہیں غلطی سے تمہارے ہاتھوں کوئی مسلمان قتل نہ ہو جائے، اور اگر ''خطاءً'' ایسا ہو جائے تو اس کا حکم یہ ہے، فرمایا، یہ تو مؤمن کی شان نہیں کہ وہ کسی مؤمن کو عمداً اور جان بوجھ کر قتل کرے، البتہ یہ ممکن ہے کہ اس کے ہاتھوں غلطی اور خطا سے مؤمن قتل ہو جائے۔

قتل خطا کی بڑی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ قصد و ارادہ میں غلطی سے قتل مسلم واقع ہو، یا عمل کی غلطی سے۔ پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ دور سے کسی آدمی کو دیکھا، اور سمجھا کہ وہ حربی کافر ہے اور اس پر فائر کر دیا، لیکن دراصل وہ مؤمن تھا۔ دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ کافر کو نشانہ بنا کر تیر پھینکا، یا شکار پر فائر کیا مگر وہ کسی مسلمان کو جالگا، اور وہ مر گیا، پھر جو شخص غلطی سے کسی مسلمان کے ہاتھوں قتل ہو جائے، اس کی تین صورتیں ہیں: اول یہ کہ مقتول مؤمن ہو اور دارالاسلام کا شہری ہو۔ دوم یہ کہ مقتول ہو تو مؤمن، لیکن حربی کافروں میں رہتا ہو۔ سوم یہ کہ مقتول کافر ہو لیکن ایسی قوم کا فرد ہو جس کا مسلمانوں سے معاہدہ ہو، مثلاً ذمی ہو، جو دارالاسلام میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو، یا مستأمن ہو، یعنی دارالاسلام میں اجازت نامہ کے ذریعے عارضی طور پر مقیم ہو۔ تینوں کا حکم مختلف ہے۔ (الا خطأً) ای مخطأ فی قتله من غیر قصد، یعنی قاتل نہ ہوگا مگر بایں طور کہ بدون قصد کے اس سے قتل کرنا صادر ہو گیا۔

مفسرین نے خطا کی تفسیر بدون قصد ہونے سے بہت اچھی بیان کی، جس میں خطا و چوک کی سب صورتیں و وجہیں آ گئیں اور ''مخطأ'' سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ نصب اس کو بنا بر حال واقع ہونے کے ہے، ای لیس له قتله فی حال من الاحوال الا حال الخطأ، یعنی الا درحالیکہ وہ خطا کرنے والا ہو، بھائی مومن کے قتل میں۔ اور بعض نے کہا کہ مفعول لہ ہے، یعنی نہیں قتل کرے گا اس کو کسی علت سے سوائے علت خطا کے، اور کہا گیا کہ صفت مصدر محذوف ہے، ای ما کان له ان یقتله قتلا الا قتلا خطأ۔ اور ظاہر ا یہ توجیہ سلیس ہے، اور کہا گیا ہے کہ استثناء منقطع ہے، پس قوله ''الا خطأ'' ای لکن ان قتله خطا فجزائه ما یذکر، یعنی اگر اس کو چوک کر قتل کیا تو جزاء اس کی وہ ہے جو آئندہ مذکور ہے۔

اور پوشیدہ نہ رہے کہ استثنا منقطع ہونا یہاں اجود بلکہ ثواب ہے، اس واسطے کہ ''ما کان'' کے ساتھ استثناء متصل

کے یہ معنی ہوجاوینگے کہ ''الاخطا'' سے سزاوار ہے، حالانکہ یہ مراد نہیں ہے، وماقیل ان ''ماکان'' بمعنی النھی، فالمعنی لایقتله الاخطاء فلایجدی اذلایندفع به ماقلنافلیتامل ۔(وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا) سے قتل کی پہلی صورت کا حکم ہے۔ اس صورت میں قاتل پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا اور مقتول کے ورثاء کو دیت (خون بہا) ادا کرنا واجب ہے۔ دیت کی رقم ورثاء میں ان کے حصوں کی مناسبت سے تقسیم ہوگی، اگر اس کا کوئی وارث نہیں تو وہ رقم بیت المال (سرکاری خزانہ) میں جمع ہوگی ''الاان یصدقوا'' یہ وجوب دیت سے مستثنیٰ ہے، یعنی اگر مقتول کے ورثاء پورا خون بہا یا اس کا کچھ حصہ معاف کردیں تو معاف کردہ حصے کا ادا کرنا واجب نہیں ہوگا۔ خون بہا کی مقدار ایک سو اونٹ ہے اور اگر سو اونٹ کا انتظام نہ ہوسکے تو ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم۔

''فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ'' میں قتل کی دوسری صورت کا حکم ہے کہ قاتل پر ایک مسلمان غلام یا لونڈی کا ازاد کرنا واجب ہے اس صورت میں خونبہا واجب نہیں اذااسلم الحربی فی دار الحرب ولم یھاجر الینافقتله مسلم خطأ تجب الکفارة بقتله للعصمة المؤثمة وھی الاسلام ولاتجب الدیة لان العصمة المقومة بالدار، ولم توجد(مدارک) ۔''وان کان من قوم بینکم وبینھم میثاق'' میں ذمی یا کافر معاہد کے قتل کا حکم ہے، یعنی اس کے قاتل پر کفارہ اور دیت دونوں واجب ہیں ھذافی الذمی والمعاھدیقتل خطأفتجب الدیة والکفارة (قرطبی) مقتول مومن ہو جیسا کہ پہلی صورت میں تھا، یا کافر جیسا کہ تیسری صورت میں، دونوں کے قاتل پر دیت کا ایجاب ایک ہی انداز سے بیان کیا گیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ مومن اور کافر ذمی یا مستامن کا خون بہا برابر ہے وان کان المقتول ذمیافحکمه حکم المسلم وفیه دلیل علی ان دیة الذمی کدیة المسلم(مدارک)۔

فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ اس کا تعلق کفارے کی تینوں صورتوں سے ہے، یعنی غلام یا لونڈی میسر نہ آسکے تو اس کی جگہ متواتر دو ماہ کے روزے رکھنے سے کفارہ ادا ہوجائے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ دو ماہ میں ایک دن کا روزہ بھی ناغہ نہ ہو، اگر ایک دن بھی ناغہ ہوگیا تو پھر از سر نو دو ماہ روزے رکھنے پڑیں گے، یہاں قتل خطاء کی تینوں صورتوں کا حکم بیان ہوا۔ ''ومن یقتل مؤمنامتعمدافجزائه جھنم'' قتل خطا کے بعد قتل عمد پر تخویف اخروی فرمائی قتل عمد کا فقہی حکم کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ(البقرة: ١٧٨) ۔میں بیان ہوچکا ہے یہاں ''خالدافیھا'' کے الفاظ سے اس طرف اشارہ فرمادیا ہے کہ یہاں قتل عمد سے اس کا درجہ کامل مراد ہے یعنی مومن کو عمدا اور اس کے قتل کو بوجہ

ایمان جائز سمجھ کر قتل کرے اور قتل مومن کی حلت کا معتقد ہو چنانچہ امام نسفی فرماتے ہیں۔ای قاصدا قتله لایمانه وھو کفر او قتله مستحلا لقتله وھو کفر ایضا (مدارک)۔

اور بعض لوگ اس حدیث کی وجہ سے وہم میں مبتلا ہوئے ہیں، حدیث عائشہؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ: ان رسول اللہ ﷺ قال: رفع القلم عن ثلاثة، عن النائم حتی یستیقظ ،وعن المبتلی حتی یبرأ،وعن الصبی حتی یکبر (ابوداؤد رقم:۴۳۹۸) یعنی رسول پاک ﷺ نے فرمایا: قلم اٹھالیا گیا ہے، تین قسم آدمیوں سے (یعنی ان کی بدی کچھ نہیں لکھی جاتی) ایک تو سونے والے سے، جب تک وہ جاگے، دوسرے دیوانے سے، جب تک اس کو عقل آوے، تیسرے لڑکے سے (نابالغ) جب تک وہ عاقل بالغ ہوجائے۔ یہ حدیث دیگر کتب احادیث میں بھی موجود ہے)۔کہ اگر کسی بچے کو نیند کی حالت میں ماں کی کسی عضو کے نیچے آنے سے موت واقع ہوجائے تو یہ قتل، قتل خطاء میں داخل نہیں ،اور ماں نہ دیت اور نہیں دو مہینے روزے رکھے گی۔حالانکہ اس حدیث کے معنی یہ نہیں جو کہ انہوں نے مراد لیا ہے، بلکہ حدیث طبرانی میں وضاحت موجود ہے کہ:عن ابی ادریس اخبرنی غیر واحد من اصحاب رسول اللہ ﷺ منھم شداد بن اوسؓ، وثوبانؓ ان رسول اللہ ﷺ قال: رفع القلم فی الحد عن الصغیر حتی یکبر،وعن النائم حتی یستیقظ، وعن المجنون حتی یفیق، وعن المعتوہ الھالک :کبیر۷/۲۸۷،ومسند الشامیین:۳۸۶، ۳۵۰۰،یعنی بچے سے بلوغ تک، نیند والے سے جاگنے تک، دیوانہ اور معتوہ سے جب تک وہ صحیح نہ ہو، حد معاف کیا گیا ہے،تو اس سے واضح ہوا کہ مذکورہ حدیث جو کہ ابوداؤد وغیرہ نے نقل کیا ہے اس میں ''رفع'' بمعنی حد معاف ہونے کے ہے، نہ کہ دیت اور دو مہینے روزے۔ان کی خطائی کی دوسری وجہ اس حدیث مشہور میں بھی ہے، جو کہ ابن ماجہ وغیرہ نے :عبداللہ بن عباسؓ اور ابوہریرہؓ وغیرہ سے نقل کی ہے کہ :قال النبی ﷺ ان اللہ وضع عن امتی الخطاو النسیان :۲۰۴۵۔یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالی نے معاف کردیا میری امت کو بھول چوک اور جس کام کو خطا سے کریں۔ یہ حدیث ابن حبان نے صحیح:۷۲۱۹، میں نقل کیا ہے۔ مزید تفصیل اس حدیث کے متعلق الھدایہ فی تخریج البدایہ:۱/۱۶۷،اور العواصم و القواصم:۱/۱۹۲، میں ملاحظہ کیجئے۔تو بناء برین اس حدیث کا مطلب یہ ہوا، کہ قتل خطاء والے پر بھی دیت وغیرہ نہیں۔حالانکہ جمہور علماء میں سے کسی نے اس پر قول نہیں کیا ہے،اور یہ بات متفق علیہ ہے کہ قتل خطاء میں دیت دینا،اور روزے رکھنا لازم ہے۔تو یہ لوگ اس حدیث کا جو معنی کرتے ہیں وہی معنی حدیث اول کا بھی ہے۔حاصل کلام یہ ہوا، کہ مذکورہ لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ قتل خطاء میں مبتلا عورت پر روزے اور دیت نہیں، جب تک ورثاء معاف نہ کریں۔

وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا

اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کیلئے اُس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے۔ مومنو! جب تم

إِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ

اللہ کی راہ میں باہر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تم سے سلام کرے

لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ

اُس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرو، پس اللہ کے پاس بہت

مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا إِنَّ اللّٰهَ

سی غنیمتیں ہیں۔ تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا تو (آئندہ) تحقیق کر لیا کرو اور جو عمل تم کرتے ہو

كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ

اللہ کو سب کی خبر ہے۔ جو مسلمان (گھروں میں) بیٹھ رہتے ہیں اور کوئی عذر نہیں رکھتے

أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

وہ اور جو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑتے ہیں وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً

اللہ نے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت بخشی ہے

وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ

اور (گو) نیک وعدہ سب سے ہے لیکن اجرِ عظیم کے لحاظ سے اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں

أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

پر کہیں فضیلت بخشی ہے۔ (یعنی) اللہ کی طرف سے درجات میں اور بخشش میں اور رحمت میں۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا (اور)

رَّحِيمًا ﴿٩٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلَآئِكَةُ ظَالِمِيْ أَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيمَ
مہربان ہے۔ جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم
كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْأَرْضِ قَالُوْا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ
کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز و ناتواں تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کا ملک
وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيهَا فَأُوْلٰٓئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿٩٧﴾
فراخ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے
إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً
ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے بے بس ہیں کہ نہ تو کوئی چارہ کر سکتے ہیں
وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩٨﴾ فَأُوْلٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ
اور نہ رستہ جانتے ہیں ۔ یقین ہے کہ اللہ ایسوں کو معاف کر دے اور
اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٩٩﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ
اللہ معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ جائے وہ زمین میں بہت سی جگہ
مُرَاغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ
اور وسعت پائے گا اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے گھر سے نکل جائے
يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٠﴾
پھر اس کو موت آلے تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمے ہو چکا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے
وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ
اور جب تم سفر کو نکلو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو

إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْآ إِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا
بشرطیکہ تمہیں خوف ہو کہ کافر لوگ تمہیں ایذا دیں گے بیشک کافر تمہارے کھلے
مُّبِيْنًا ﴿١٠١﴾ وَإِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ
دشمن ہیں ۔ اور (اے پیغمبر!) جب تم ان میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو چاہیئے کہ ان کی ایک جماعت
مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَرَآئِكُمْ
تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے جب وہ سجدہ کر چکیں تو پرے ہو جائیں
وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا حِذْرَهُمْ
پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی آئے اور ہوشیار
وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ
اور مسلح ہوکر تمہارے ساتھ نماز ادا کرے۔ کافر اس گھات میں ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ
فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّنْ
تو تم پر یکبارگی حملہ کر دیں۔ اگر تم بارش کے سبب
مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى أَنْ تَضَعُوْا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللهَ
تکلیف میں یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو مگر ہوشیار ضرور رہنا۔ اللہ نے کافروں کیلئے ذلت آمیز
أَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٠٢﴾ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللهَ
عذاب تیار کر رکھا ہے ۔ پھر جب تم نماز تمام کر چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حالت میں) اللہ کو یاد کرو
قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ إِنَّ الصَّلٰوةَ
پھر جب خوف جاتا رہے تو (اُس طرح سے) نماز پڑھو (جس طرح امن کی حالت میں پڑھتے ہو) بیشک نماز

كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ
کا مومنوں پر اوقاتِ (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔ اور کفار کے پیچھا کرنے میں سستی نہ کرنا
إِن تَكُوْنُوْا تَأْلَمُوْنَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُوْنَ كَمَا تَأْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ
اگرتم بے آرام ہوتے ہوتو جس طرح تم بے آرام ہوتے ہواسی طرح وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں اورتم اللہ سے ایسی ایسی
مَا لَا يَرْجُوْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٠٤﴾ إِنَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الْكِتٰبَ
امیدیں رکھتے ہوجو وہ نہیں رکھ سکتے اور اللہ سب کچھ جانتا (اور) بڑی حکمت والا ہے۔ (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے
بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ أَرٰكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ
تاکہ اللہ کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرو اور (دیکھو)
لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿١٠٥﴾ وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٦﴾
دغا بازوں کی حمایت میں کبھی بحث نہ کرنا ۔ اور اللہ سے بخشش مانگنا بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۔
وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ
اور جولوگ اپنی ہی کی خیانت کرتے ہیں اُن کی طرف سے بحث نہ کرنا کیونکہ اللہ خائن اور مرتکبِ جرائم کو دوست
خَوَّانًا أَثِيْمًا ﴿١٠٧﴾ يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ
نہیں رکھتا۔ یہ لوگوں سے تو چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے حالانکہ جب وہ راتوں کوایسی باتوں کے مشورے کیا کرتے ہیں
مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ
جن کو وہ پسند نہیں کرتا تو ان کیساتھ ہوا کرتا ہے اور اللہ ان کے (تمام) کاموں پر احاطہ کئے ہوئے ہے ۔
مُّحِيْطًا ﴿١٠٨﴾ هٰأَنْتُمْ هٰؤُلَآءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
بھلا تم لوگ دنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے بحث کر لیتے ہو

فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ ١٠٩

قیامت کو ان کی طرف سے اللہ کے ساتھ کون جھگڑے گا اور کون

ان کا وکیل بنے گا؟

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا

اور جو شخص کوئی بُرا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کر لے پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بخشنے والا

رَّحِيْمًا ۝ ١١٠ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰي نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

اور مہربان پائے گا ۔ اور جو کوئی گناہ کرتا ہے تو اُس کا وبال اُسی پر ہے اور اللہ تعالیٰ۔

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ ١١١ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗـــــًٔا

جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔اور جوشخص کوئی قصور یا گناہ تو خود کرلےلیکن اس سے کسی بے گناہ کو متہم کرے تو اس نے

فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ ١١٢ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ

بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر اٹھایا ۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی

لَهَمَّتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ

تو ان میں سے ایک جماعت تم کو بہکانے کا قصد کر ہی چکی تھی اور یہ اپنے سوا (کسی کو) بہکا نہیں سکتے

وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور اللہ نے تم پر کتاب اور دانائی نازل فرمائی ہے ۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ ١١٣

اور تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔[١٧] اور تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے ۔

[۱۷] اس ایت سے بریلوی نبی کریمﷺ کے کلی علم غیب پر استدلال کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں لفظ ''ما'' استعمال ہوا ہے، جو عموم کے لئے ہوتا ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ تمام وہ چیزیں جو آپؐ کو معلوم نہ تھیں وہ ساری کی ساری اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بتادیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے کلی علم غیب عطاء کر دیا تھا، مگر اس آیت سے نبی کریمﷺ کے لئے کلی علم غیب پر استدلال سراسر باطل ہے، اولاً اس لئے کہ یہ استدلال اس بات پر مبنی ہے کہ ''ما'' اس آیت میں عموم اور استغراق حقیقی کے لئے ہے، حالانکہ ''ما'' ہر جگہ عموم اور استغراق کے لئے نہیں آتا، بلکہ اس میں خصوص کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ نسفی حنفی فرماتے ہیں ''ومن'' و''ما'' یحتملان العموم و الخصوص واصلھما العموم (رسالہ منار مع شرح نور الانوار: ۹۷) یعنی اگرچہ اصل دونوں میں عموم ہے لیکن دونوں میں خصوص کا احتمال بھی ہوتا ہے اس کی شرح میں ملا جیون فرماتے ہیں: یعنی انھما فی اصل الوضع للعموم ویستعملان فی الخصوص بعارض القرائن، اور ایسی مثالیں خود قرآن میں بکثرت موجود ہیں۔ جن میں کلمہ ''ما'' عموم کے لئے نہیں، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے: ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون (بقرۃ: ۱۵۱) اور وہ (پیغمبرﷺ) تم کو وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے، اس ایت میں خطاب براہ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہے، اور ان کی وساطت سے ساری امت تا قیامت اس آیت کی مخاطب ہے، اگر یہاں کلمہ ''ما'' کو عموم اور استغراق حقیقی پر محمول کیا جائے جیسا کہ بریلویوں کا خیال ہے، تو اس سے لازم آئے گا کہ تمام صحابہ کرام بلکہ امت محمدیہ کا ہر فرد تا قیامت غیب دان ہو، اور اسے ما کان وما یکون کا کلی علم غیب حاصل ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

اور اسی طرح ایک جگہ فرمایا: وعلمتم مالم تعلموا انتم ولا اباء کم (انعام: ۹۱) اور سکھایا گیا تم کو وہ کچھ جو تم نہ جانتے تھے، اور نہ تمہارے باپ دادا۔ اس آیت کے سیاق وسباق سے ظاہر ہے کہ اس میں خطاب یہود سے ہے جیسا کہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے، اور اگر خطاب مسلمانوں سے ہوں تو بھی اگر ''ما'' کو یہاں استغراق حقیقی کے لئے لیا جائے تو اس سے ان تمام یہودیوں کو یا تمام مسلمانوں کو غیب دان ماننا پڑے گا، جو اس آیت کے مخاطب ہیں ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ ''ما'' ہر جگہ عموم کے لئے نہیں ہوتا۔

ثانیاً مفسرین کرام نے بھی اس ایت میں ''ما'' کو خصوص پر محمول کیا ہے۔ اور اس سے مخصوص امور ہی مراد لئے ہیں، اور استغراق حقیقی پر اسے کسی نے بھی محمول نہیں کیا۔ جناب عبداللہ بن عباسؓ اور مقاتل کہتے ہیں ''ما'' سے مراد شریعت

ہے۔قال ابن عباس ومقاتل ھو الشرع، بحر. مفسر قرطبی. اورامام بغوی،امام نسفی اورعلامہ خازن فرماتے ہیں: ''ما'' سے امور دین اوراحکام شریعت مراد ہیں، وعلمک مالم تکن تعلم یعنی من الشرائع و الاحکام ،قرطبی. یعنی من احکام الشرع وامور الدین، معالم وخازن و اللفظ له ،من امور الدین و الشرائع :مدارک، امام ماوردی کہتے ہیں''ما'' سے کتاب وحکمت مراد ہے۔وذکر الماوردی الکتاب و الحکمة :بحر، ان حوالوں سے بخوبی واضح ہوگیا کہ'' ما'' یہاں عموم کے لئے نہیں ہے بلکہ اس سے مراد امور دین اوراحکام شریعت ہیں،اگر کہا جائے کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ'' ما'' سے مراد علم غیب ہے،تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن مفسرین نے علم غیب یا اخبار اولین وآخرین لکھا ہے انہوں نے صحیح اور مختار قول امور دین اوراحکام شریعت ہی کو قرار دیا ہے،اور دوسرے قول یعنی علم غیب کو کلمہ تمریض'' قیل'' سے ذکر کر کے اس کے ضعف اور غیر معتبر ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔نیز اس ضعیف قول میں بھی کلی علم غیب کا کوئی ذکر نہیں بلکہ اس سے بھی بعض غیب ہی مراد ہے۔

ثالثاً'' ما'' کو یہاں عموم اوراستغراق پر محمول کرنا آیت کے سیاق وسباق کے بالکل منافی ہے کیونکہ اس سے پہلے ''انا انزلنا الیک الکتاب بالحق'' الخ، سے حکم سے سلطانی بیان فرمایا کہ اللہ کے نازل کردہ احکام اوراس کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق فیصلے کیا کرو۔اس کے بعد جھوٹی تہمت لگانے والوں اور جھوٹی گواہی دینے والوں کو زجریں کیں،اور پھر فرمایا،وعلمک مالم تکن تعلم ،لہٰذا'' ما'' سے یہاں وہی کچھ مراد ہے جو مفسرین نے بیان کیا ہے،یعنی احکام شریعت لہٰذا علم غیب کلی مراد لینا سراسر غلط اور باطل ہے۔

رابعاً،سورۂ نساء جس میں یہ آیت ہے اس کے بعد تقریباً چوبیس سورتیں اور نازل ہوئیں،اگر اس سے آپ ﷺ کو کلی علم غیب حاصل ہو چکا تھا،تو پھر ان چوبیس سورتوں کی نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

بعض مبتدع مولوی کہتے ہیں: کہ'' ما'' عموم کے لئے ہے،اور ''علّم''کا فاعل اللہ تعالی ہے اور مفعول نبی کریم ﷺ ہیں،اللہ، مفیض عام ہے اور نبی ﷺ میں استعداد تام۔تو اس سے ثابت ہوا، کہ نبی علیہ السلام کو کلی علم غیب معلوم تھا،اس کا جواب سورۂ علق ''علم الانسان مالم یعلم''، میں الانسان سے بعض مفسرین کے نزدیک نبی کریم ﷺ مراد ہیں،اور بعض مبتدع مولوی بھی اس کو ترجیح دیتے ہیں،تو یہاں بھی فاعل اللہ اور مفعول نبی ﷺ ہیں اور سورۂ علق کی یہ آیتیں بھی بالاتفاق ساری قرآن سے پہلے نازل ہوئی تھیں،تو اگر'' ما'' کو عموم واستغراق حقیقی کے لئے لیا جائے اور''علم'' ماضی کا صیغہ ہے جو گذشتہ زمانے میں وقوع فعل پر دلالت کرتا ہے،تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے اس آیت سے

پہلے یا اس آیت کے نزول کے ساتھ نبی کریم ﷺ کو تمام علوم غیبیہ سکھا دیئے تھے، تو (معاذ اللہ) پھر سارے قرآن کے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے۔=

لَّا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ

ان لوگوں کی بہت سی مشورے اچھی نہیں ہاں (اُس شخص کی مشورہ اچھی ہوسکتی ہے) جو خیرات یا نیک بات

أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ

یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے اور جو ایسے کام اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کرے گا ۔

فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١١٤﴾ وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

تو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے۔اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے

= نیز یہ قانون بھی کسی کتاب میں نہیں لکھا ہوا کہ فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول نبی علیہ السلام کی ذات ہو تو وہاں ہمیشہ عموم ہی مراد لیا جاتا ہے، بلکہ شرک پھیلانے کے لئے ان مولویوں نے یہ قاعدہ اپنی طرف سے وضع کیا ہے۔

غلط استدلال

مخالفین عموم علم نبی کریم ﷺ پر بعض حدیثوں سے بھی استدلال کرتے ہیں مثلاً حدیث میں ہے اخبرنا بما کان ومایکون، (مسند احمد:۲۲۸۸۸) تو اس کا جواب یہ ہے کہ علوم غیبیہ کلیہ یعنی کل ماکان ومایکون مثلاً کل فوجداری اور دیوانی احکام ہندی بنگالی، جرمنی وغیرہ کا بیان کرنا تھوڑے سے وقت میں ناممکن ہے بلکہ یہاں ''ما'' سے مراد نبذ من امور عظام ہیں، یعنی بعض نہایت اہم امور جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایک شب میں اللہ تعالیٰ نے میری پشت پر ہاتھ رکھا ''فتجلی لی کل شیء'' تو میرے لئے سب کچھ روشن ہوگیا۔اس کا جواب یہ ہے کہ سات صحابہ نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں ''فعلمت الذی سئلنی عنه کما هو مصرح فی الدر المنثور'' اور لفظ ''تجلی لی کل شیء'' کے بارے میں خازن نے بیہقی سے نقل کیا ہے کہ اس کے تمام طرق ضعیف

ہیں، (مزید تفصیل کے لئے حاشیہ مصابیح السنۃ ملاحظہ کریں) لہٰذا ان حدیثوں سے نبی کریم ﷺ کے کل علم غیب پر استدلال کرنا غلط اور باطل ہے۔

لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ

اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے [۱۸] تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اُسے اُدھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن)

وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ

جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔ اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور

---

[۱۸] اس آیت میں دو چیزوں کا جرم عظیم اور دخول جہنم کا سبب ہونا بیان فرمایا ہے، ایک مخالفت رسول ﷺ اور یہ ظاہر ہے، کہ مخالفت رسول ﷺ کفر و وبال عظیم ہے، دوسرے جس کام پر سب مسلمان متفق ہوں اس کو چھوڑ کر اس کے خلاف کوئی راستہ اختیار کرنا، اس سے معلوم ہوا کہ اجماع امت حجت ہے، یعنی جس طرح قرآن وسنت کے بیان کردہ احکام پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح امت کا اتفاق جس چیز پر ہو جائے اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے، اور اس کی مخالفت گناہ عظیم ہے، جیسا کہ آپؐ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا! **یداللہ علی الجماعۃ من شذشذ فی النار** ۔ یہ روایت عبداللہ بن عمر سے حاکم نے مستدرک: ۱/۱۱۵، میں اور ترمذی نے: ۲۱۶۷، میں نقل کیا ہے۔ اور ابن ماجہ نے انسؓ سے، ۳۹۵۰، میں نقل کیا ہے۔ اور اسامہؓ سے ابن قانع نے معجم میں نقل کیا ہے: تفصیل کے لئے ظلال الجنۃ: ۸۰، ۸۱، ۸۴، ملاحظہ کیجئے۔ یعنی جماعت کے سر پر اللہ کا ہاتھ ہے اور جو شخص جماعت مسلمین سے علیحدہ ہوگا وہ علیحدہ کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

امام شافعیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ اجماع امت کے حجت ہونے کی دلیل قرآن مجید میں ہے؟ آپ نے قرآن سے دلیل معلوم کرنے کے لئے تین روز تک مسلسل تلاوت قرآن کو معمول بنایا، ہر روز دن میں تین مرتبہ اور رات میں تین مرتبہ پورا قرآن ختم کرتے تھے، بالآخر یہی مذکورہ آیت ذہن میں آئی، اور اس کو علماء کے سامنے بیان

کیا توسب نے اقرار کیا کہ اجماع کی حجّت پر یہ دلیل کافی ہے۔ یہ واقعہ احکام القرآن للشافعی:۳۹/۱، تاریخ دمشق:۳۶۳/۵۱ ، اور سیر اعلام النبلاء:۸۵/۱۰، میں مذکور ہے۔

ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیۡدًا ﴿۱۱۶﴾

گناہ) جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کیساتھ شریک بنایا وہ رستے سے دُور جا پڑا ۔

اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَّاِنۡ یَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَیۡطٰنًا مَّرِیۡدًا ﴿۱۱۷﴾

یہ جو اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں تو مورتوں ہی کی اور پکارتے ہیں تو شیطان سرکش ہی کو

لَّعَنَہُ اللّٰہُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِکَ نَصِیۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ﴿۱۱۸﴾

جس پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ (جو اللہ سے) کہنے لگا کہ میں تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ لے لیا کروں گا

وَّلَاُضِلَّنَّہُمۡ وَلَاُمَنِّیَنَّہُمۡ وَلَاٰمُرَنَّہُمۡ فَلَیُبَتِّکُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ وَلَاٰمُرَنَّہُمۡ

اور ان کو گمراہ کرتا اور امیدیں دلاتا رہوں گا اور یہ سکھاتا رہوں گا کہ جانوروں کے کان چیرتے رہیں اور کہتا رہوں گا

فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰہِ ؕ وَمَنۡ یَّتَّخِذِ الشَّیۡطٰنَ وَلِیًّا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ فَقَدۡ خَسِرَ

کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بدلتے رہیں اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا

خُسۡرَانًا مُّبِیۡنًا ﴿۱۱۹﴾ یَعِدُہُمۡ وَیُمَنِّیۡہِمۡ ؕ وَمَا یَعِدُہُمُ الشَّیۡطٰنُ اِلَّا

وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔ وہ ان کو وعدے دیتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ شیطان انہیں وعدے دیتا ہے

غُرُوۡرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ۫ وَلَا یَجِدُوۡنَ عَنۡہَا مَحِیۡصًا ﴿۱۲۱﴾

وہ دھوکا ہی دھوکا ہے ۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ وہاں سے نجات نہیں پا سکیں گے ۔

وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدۡخِلُہُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن کو ہم بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے

الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

نہریں جاری ہیں ہمیشہ اُن میں رہیں گے، اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہوسکتا ہے؟

لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا

(نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہلِ کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو شخص بُرے عمل کرے گا

يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ

اُسے اُسی (طرح) کا بدلہ دیا جائے گا[۱۹] اور وہ اللہ کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔اور جو نیک کام

---

[۱۹] عن علی بن زید عن امیة انها سألت عائشةؓ عن قول الله عزوجل: ﴿ان تبدوا مافی انفسکم او تخفوه یحاسبکم به الله﴾ (بقرہ: ۲۸۴) وعن قوله: ﴿ومن یعمل سوٓءًا یجز به﴾ (نساء: ۱۲۳) فقالت ماسألنی عنها احد منذ سألت رسول الله ﷺ، فقال هذه معاتبة الله العبد بما یصیبه من الحمی و النکبة، حتی البضاعة یضعها فی ید قمیصه، فیفقدها فیفزع لها، حتی ان العبد لیخرج من ذنوبه کما یخرج التبر الاحمر من الکیر (رواه الترمذی: ۲۹۹۱، واحمد: ۶/۲۱۸).

علیؒ ابن زید (بصری تابعی) امیہ سے روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے عائشہؓ سے، اللہ تعالی کے اس ارشاد کے معنی پوچھے، ''اگر تم وہ چیز جو تمہارے دلوں میں ہے ظاہر کردو، یا چھپاؤ، اللہ تم سے اس کا حساب لے گا''۔

اور اس آیت کے معنی بھی پوچھے: ''جو شخص برا عمل کرے (یعنی خواہ صغیرہ گناہ کرے خواہ کبیرہ گناہ) تو اس کی جزا (یعنی اس کی سزا دنیا یا آخرت میں) دی جائے گی''۔

عائشہؓ نے فرمایا جیسا کہ، میں نے اس کے بارہ میں رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا تھا، ویسا کسی نے مجھ سے اس مسئلہ کے بارہ میں نہیں پوچھا، چنانچہ آپؐ نے (میرے دریافت کرنے پر فرمایا کہ یہ یعنی محاسبہ اور سزا جو دونوں آیتوں میں مذکور ہیں، اللہ تعالی کا عتاب ہے، جس میں بندہ، بخار و رنج کی تکلیف کی صورت میں مبتلا ہوتا ہے، یہاں تک کہ کوئی بندہ اپنا کچھ مال اپنے کرتہ کے آستین (جیب) میں رکھتا ہے اور (پھر وہ مال گم ہو جاتا ہے جسے) وہ نہیں پاتا، چنانچہ وہ اس

مال کے نہ ملنے سے غمگین ہوتا ہے، تو اس کی وجہ سے اس کے گناہ دور کیے جاتے ہیں، اور ہمیشہ یہی سلسلہ جاری رہتا ہے کہ بندہ کسی تکلیف اور رنج میں مبتلا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ بندہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسا کہ سونا اور چاندی بھٹی سے آگ میں پڑھنے کی وجہ سے سرخ نکلتا ہے۔=

مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحبِ ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے

وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ أَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ

اور ان کی تِل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔ اور اُس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے جس نے حکمِ الٰہی کو قبول کیا

وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾

اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ابراہیم کے دین کا پیرو ہے جو یکسو (مسلمان) تھے۔ اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا تھا

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

اور آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہر چیز پر

= ان دونوں آیتوں کے معنی پوچھنے کی وجہ یہ تھی، کہ پہلی آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بندوں سے ان کے دلوں کے خطرات ووسواس اور برے خیالات پر محاسبہ کیا جائے گا۔ اور دوسری آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کو ہر برے عمل پر سزا دی جاتی ہے، خواہ وہ عمل چھوٹا ہو یا بڑا، تھوڑا ہو یا زیادہ، چنانچہ اس سے صحابہ پریشان ہوئے کہ کیا کریں، کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں، چنانچہ امیہؓ نے، عائشہؓ سے ان آیات کا مطلب پوچھا، تو انہوں نے ان آیات کی وضاحت کی، جس کا حاصل یہ ہے کہ ان آیات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مومنین کو ان کے دل کی تمام باتوں اور ان کے تمام چھوٹے بڑے گناہوں کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ بلکہ آیات میں محاسبہ اور سزا کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو ان سے سرزد ہونے والے گناھوں کی وجہ سے دنیا میں اپنے عتاب میں مبتلا کرتا ہے، بایں طور کہ کسی

کو بیماری کی تکلیف میں اور کسی کو دوسرے رنج و غم میں مبتلا کردیتا ہے، تا کہ یہ چیزیں ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں، عتاب کے معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی دوست سے اس کی کسی غلط روی اور بے ادبی کی وجہ سے بظاہر اس پر اپنے غصہ کا اظہار کرے مگر دل میں اس کی محبت بدستور باقی رہے۔

مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ

احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (اے پیغمبر!) لوگ تم سے (یتیم) عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں، کہہ دو کہ اللہ تم کو

يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا

اُن کے (ساتھ نکاح کرنے کے) معاملے میں اجازت دیتا ہے اور جو حکم اس کتاب میں پہلے دیا گیا ہے وہ اُن یتیم عورتوں

تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ

کے بارے میں ہے جن کو تم اُن کا حق تو دیتے نہیں اور خواہش رکھتے ہو کہ اُن کیساتھ نکاح کرلو اور (نیز) بیچارے

مِنَ الْوِلْدَانِ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ

بیکس بچوں کے بارے میں اور یہ (بھی حکم دیتا ہے) کہ یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو اور جو بھلائی تم کرو گے

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا

اللہ اُس کو جانتا ہے ۔ اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے پرواہی کا خوف ہو

اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ

تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں کسی قرارداد پر صلح کر لیں اور صلح خوب (چیز) ہے

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

اور طبعیتیں تو بخل کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اگر تم نیکوکاری اور پرہیزگاری کرو گے تو اللہ تمہارے

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ

اعمال پر پوری طرح خبردار ہے، تم سے تو یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ اپنی تمام بیویوں نے ہر طرح عدل کرو گو تم اسکی کتنی ہی خواہش کرلو

وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ

تو ایسا بھی نہ کرنا کہ ایک ہی کی طرف ڈھل جاؤ اور دوسری کو (ایسی حالت میں) چھوڑ دو کہ گویا ادھڑ میں لٹک رہی ہے اور اگر

تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٢٩﴾ وَإِنْ يَتَفَرَّقَا

آپس میں موافقت کر لو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔ اور اگر میاں بیوی

يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهِ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ﴿١٣٠﴾

ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی دولت سے غنی کر دے گا اور اللہ بڑی وسعت والا اور حکمت والا ہے

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا

اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب

الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ وَإِنْ تَكْفُرُوا

دی گئی تھی اُن کو بھی اور تم کو بھی ہم نے حکم تاکیدی کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر کفر کرو گے

فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ غَنِيًّا حَمِيدًا ﴿١٣١﴾

تو جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ غنی اور سزاوارِ حمد و ثنا ہے

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿١٣٢﴾

اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہی کارساز کافی ہے

إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِآخَرِينَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ

لوگو! اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور اور لوگوں کو پیدا کر دے اور اللہ تعالیٰ اس بات پر

قَدِيرًا ﴿١٣٣﴾ مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

قادر ہے۔ جو شخص دنیا (میں عملوں) کی جزا کا طالب ہو تو اللہ کے پاس دنیا اور آخرت (دونوں) کیلئے اجر (موجود) ہیں

وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿۱۳۴﴾ يٰۤأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ

اور اللہ سنتا دیکھتا ہے ۔ اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کیلئے سچی گواہی دو،

بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ

خواہ (اس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے۔

إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللّٰهُ أَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى أَنْ تَعْدِلُوا

یا فقیر تو اللہ ان دونوں سے زیادہ مقدم ہے، تو تم خواہشِ نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا

وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۳۵﴾

اگر تم پیچدار شہادت دو گے یا (شہادت سے) بچنا چاہو گے تو (جان رکھو کہ) اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

يٰۤأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِي نَزَّلَ عَلٰى

مومنو! اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور جو کتاب اُس نے اپنے پیغمبر

رَسُولِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں سب پر ایمان لاؤ اور جو شخص اللہ اور اُس کے فرشتوں

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيدًا ﴿۱۳۶﴾ إِنَّ الَّذِينَ

اور اُس کی کتابوں اور اُس کے پیغمبروں اور روزِ قیامت سے انکار کرے وہ رستے سے بھٹک کر دُور جا پڑا جو لوگ

آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ

ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے گئے اُن کو اللہ نہ تو بخشے گا ۔

لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا

اور نہ سیدھا رستہ دکھائے گا ۔ (اے پیغمبر) منافقوں کو بشارت سنا دو کہ اُن کیلئے دردناک عذاب

أَلِيمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكٰفِرِينَ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ

(تیار) ہے ۔ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔

أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي

کیا یہ اُن کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں عزت تو سب اللہ ہی کی ہے [۲۰] اور اللہ نے تم پر اپنی کتاب میں

---

[۲۰] اسی آیت میں کفار ومشرکین کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے اور گھل مل کر رہنے کی ممانعت اور ایسا کرنے والوں کے لئے وعید مذکور ہے، اوراس کے ساتھ ہی اس مرض میں مبتلا ہونے کی اصل منشاء اور سبب کو بیان کر کے اس کا لغو اور بے ہودہ ہونا بھی بتلا دیا، ارشاد فرمایا: ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعاً: یعنی کفار مشرکین کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے اوران کے ساتھ ملنے کی غرض عموماً یہ ہوتی ہے کہ ان کی ظاہری عزت وقوت اور جتھے سے متأثر ہوکر یوں خیال کیا جاتا ہے کہ ان سے دوستی رکھی جائے تو ہمیں بھی ان سے عزت وقوت حاصل ہوجائے گی ،اللہ تعالیٰ نے اس لغو خیال کی حقیقت اس طرح واضح فرمائی کہ تم ان کے ذریعہ عزت حاصل کرنا چاہتے ہو جن کے پاس خود عزت نہیں ،عزت جس کے معنی ہیں قوت وغلبہ کے، وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، اور مخلوق میں سے جس کسی کو کبھی کوئی قوت وغلبہ ملتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، تو کس قدر بے عقلی ہوگی کہ عزت حاصل کرنے کے لئے اصل عزت کے مالک اور عزت دینے والے کو تو ناراض کیا جائے، اوراس کے دشمنوں کے ذریعہ عزت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

سورۂ منافقون: ۸، میں بھی یہی مضمون ایک اضافہ کے ساتھ اس طرح آیا ہے: وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لایفقھون: یعنی عزت تو صرف اللہ کے لئے ہے اوراس کے رسول ﷺ کے لئے اور مسلمانوں کے لئے، لیکن منافقین اس گُر کو نہیں سمجھتے، اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول ﷺ اور مؤمنین کا اضافہ کر کے یہ بھی بتلا دیا کہ اصل عزت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ جس کو چاہتا ہے کچھ حصہ عزت عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اوران پر ایمان لانے والے چونکہ اس کے نزدیک محبوب اور مقبول ہیں اس لئے ان کو عزت، وغلبہ دیا جاتا ہے، کفار ومشرکین کو خود ہی عزت نصیب نہیں، ان کے تعلق سے کسی دوسرے کو کیا عزت مل سکتی ہے، اس لئے فاروق اعظمؓ نے

فرمایا: من اعتز بالعبید اذله الله (حلیة الاولیاء: ۲/۴۷ ۱) یعنی جو شخص مخلوقات اور بندوں کے ذریعے عزت حاصل کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ مستدرک حاکم: ۸۸/۳، حلیۃ الاولیاء: ۴۷/۱، میں ہے کہ عمرؓ نے ملک شام کے عامل (گورنر ابوعبیدہؓ) سے فرمایا: کنتم اقل الناس واذل الناس فکثرکم بالاسلام وکنتم اذل =

الْكِتٰبِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا
(یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیتوں سے انکار ہو رہا ہے اور اُن کی ہنسی اڑائی جاتی ہے

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ
تو جب تک وہ لوگ اور باتیں (نہ) کرنے لگیں اُن کے پاس مت بیٹھو ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔

إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿۱۴۰﴾
کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں، سب کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ
جو تم کو دیکھتے رہتے ہیں اگر اللہ کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے

وَإِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ قَالُوْٓا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ
اور اگر کافروں کو (فتح) نصیب ہو تو (اُن سے) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے۔

وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اور تم کو مسلمانوں (کے ہاتھ) سے بچایا نہیں؟ تو اللہ تم میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
اور اللہ کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا۔ منافق

=الناس فاعزکم اللہ بالاسلام مهما تطلبوا العزة بغير الله يذلكم الله : یعنی اے ابوعبیدہؓ تم تعداد میں کم اور سب سے زیادہ کمزور تھے، تم کو محض اسلام کی وجہ سے عزت وشوکت ملی ہے، تو خوب سمجھ لو! اگر تم اسلام کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے عزت حاصل کرنا چاہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ذلیل کر دے گا۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ

اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اُس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ انہیں دھوکے میں ڈالنے والا ہے۔ اور جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں

قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٤٢﴾

تو سست اور کاہل ہو کر (صرف) لوگوں کو دکھانے کیلئے اور اللہ کو یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

بیچ میں لٹک رہے ہیں نہ ان کی طرف (ہوتے ہیں) نہ اُن کی طرف او رجس کو اللہ تعالیٰ بھٹکائے

فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيْلًا ﴿١٤٣﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ أَوْلِيَآءَ

تو تم اُس کیلئے کبھی بھی رستہ نہ پاؤ گے ۔ اے اہلِ ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِيْنًا ﴿١٤٤﴾

کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کی صاف حجت قائم کرلو

إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿١٤٥﴾

کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں اور تم اُن کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے

إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَأَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَأَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ

ہاں جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور اللہ (کی رسی) کو مضبوط پکڑا اور خاص اللہ کے فرمانبردار ہو گئے

فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٤٦﴾

تو ایسے لوگ مومنوں کے زمرے میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ عنقریب مومنوں کو بڑا ثواب دے گا ۔

مَّا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿۱۴۷﴾

اگر تم شکر گزار رہو اور اس پر ایمان لے آؤ تو اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا؟ اور اللہ تعالیٰ تو قدر شناس اور دانا ہے ۔

مصنف کی دیگر تصنیفات

۱۔ اختلاف المطالع (اردو)

۲۔ اختلاف المطالع (پشتو)

۳۔ اداب السلام (اردو)

۴۔ کتاب الاذکار (اردو)

۵۔ کتاب الاذکار مختصر (پشتو)

۶۔ کتاب الاربعین (پشتو)

۷۔ نیل المفازة (پشتو)

۸۔ تحفة العروس (پشتو)

۹۔ سلسلة الأحادیث الصحیحة (پشتو ترجمعه)

۱۰۔ کتاب التمائم

دچاپ ځائے

دارالکتب

پرنٹنگ ایجنسی موبائل: +92-333-9084990